ن یونان

مؤلفہٗ

حصہ دوم

اڈولف ہولم

(انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخری باب تک)

مترجمہ

محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

پروفیسر تاریخ کلیۂ جامعہ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۳ف م سنہ ۱۹۲۴ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

تنقید ناظر مذہبی

ناظرین کتاب اس میں بت پرستی کے بعض مضامین پڑہیں گے۔
بت پرستی کے جو کچھ خیالات اس کتاب میں ظاہر کیئے گئے ہیں
وہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں۔

صفی الدین

ناظر مذہبی کتب درسیہ جامعۂ عثمانیہ

فہرست مضامین

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان

ابتدا سے یونانی آزادی کے اختتام تک

مولفہ اڈولف ہولم

(جلد دوم باب ہفتم)

ساتواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز سنہ ۴۰۴ ق م کے بعد

مشرقی اور مغربی فتوحات کے بعد یونانیوں کو نصف صدی کی مہلت مل گئی جسمیں لڑائی جھگڑوں کی کمی کے وجہ سے وہ ایسے امور کی طرف متوجہ ہوگئے جو زمانۂ امن سے مخصوص ہوتے ہیں اور انہیں ترقی کے اُس درجے پر پہنچے جو شاید کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا ہو ۔ یہ زبردست دماغی تحریک اس حالت میں بھی برابر جاری رہی جب دیگر لڑائیاں، جسمیں خصوصیت کے ساتھ خانہ جنگی کا سلسلہ قابلِ ذکر ہے، نمودار ہوئیں ۔ یونانیوں کے پانچویں صدی ق م کے علمی ترقی کا بیان ہم تین مختلف

فصلوں کے ضمن میں بیان کرینگے جو اس زمانے کے سیاسی تاریخ کے تین حصوں کے مطابق ہیں جسطرح کیمون اور اسکے بعد فارقلیس کی شخصیت نے اس دور کی سیاسیات کو خاص طور پر ممتاز کیا اور جیسے صدی کے آخری ایام میں افراد اور فرق کے اختلافات بتدریج بین ہوتے گئے' ایسے ہی عقلی نقطۂ نظر سے پہلا دور ائس خیلس کا ہے' دوسرا سوفوکلیس کا اور تیسرا یوریپدیس' ارسطوفانیس اور سقراط کا - ہم اس عالی شان علمی ترقی کا بیان سیاسی واقعات کے انعقاد کے بعد قلمبند کرینگے ÷

ایتھنز ان وطن پرست ریاستوں میں سے تھا جنکو لڑائی میں یونان کے اور خطوں سے زیادہ نقصان پہنچا تھا - یہہ شہر تاراج ہوگیا تھا' اسکے مندر جل گئے تھے' ہر عمارت از سر نو تعمیر کی محتاج تھی ÷ اب ایک اور مشکل بالکل آفت ناگہانی بنکر نمودار ہوئی - ایتھنز ی چاہتے تھے کہ شہر کی حفاظت کیلئے نئی اور عالی شان فصیل بنائیں - اسپارٹی یہہ طے کرچکے تھے کہ پیلوپونیز سے باہر کسی شہر پناہ کی ضرورت نہیں - ورنہ جیسے ایرانی تھیبز کے شہر میں جسکے گرد شہر پناہ تھی گھس بیٹھے تھے اسی طرح فصیل والا شہر دشمن کا مامن بن جائیگا ÷ اسلئے انھوں نے یہہ رائے دی کہ قرین مصلحت یہہ ہوگا کہ "نئے استحکامات موقوف کئے جائیں بلکہ پرانے استحکامات بھی منہدم کردئیے جائیں اور کم از کم ایتھنز تو ضرور ہی بے شہر پناہ کے رہے"[1] یہ دراصل محض ایک بہانہ تھا - اصل واقعہ

---

[1] دیواروں کے واسطے دیکھو گروٹس "تاریخ یونان" ۲ '۶ ، ۸۲۱ - فون ولاموویٹز میولینڈورف یہہ کوشش کرتا ہے کہ ایتھنز کے خلاف اسپارٹی رویہ کو پسندیدہ قرار دے - مگر اسکی رائے غلط ہے - جیسا میولینڈورف کا خیال ہے "قلعے کی خودسرانہ تعمیر" اس قرار داد کی خلاف ورزی نہ تھی جو سرحد کے متعلق فریقین میں تھی - ایتھنز کو خودمختارانہ حقوق حاصل تھے اور وہ جیسی قلعہ بندی چاہتا کرسکتا تھا - اسپارٹا کا اس معاملے میں ایتھنز کے سد راہ ہونا اتنی ہی سنگین معاہدہ شکنی ہوتی جتنا ایتھنز کا طرز عمل اپنے حلیفوں کے ساتھ زمانہ مابعد میں ہوا - مگر تمسطاکلیس کی چالبازی صرف اس صورت میں جائز تھی جب اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کرنے کا ہوتا - طوسی دیدیس کی رائے اسکے خلاف ہے -' اور مابعد کے مورخین بھی کوئی قابل وثوق سند نہیں پیش کرتے - دیودورس ۱۱' ۳۹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹی سفرا نے دھمکی ضرور دی' مگر یہ بیان قابل یقین نہیں - فقرۂ بالا اس قیاس پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دیواریں اٹھی ہوئی دیکھیں' مگر یہ بیان چالیسویں باب سے مختلف ہے - اسمیں یہ تحریر ہے کہ تمسطاکلیس اسپارٹا میں تھا تو اسنے دیواروں کی تعمیر سے انکار کیا - اگر اسپارٹیوں نے تعمیر اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو وہ کیسے انکار کرسکتا تھا - اسی وجہ سے یہ فقرہ بے معنی ہوجاتا ہے - میری قطعی رائے ہے کہ

یہ تھا کہ اسپارٹا چاہتا تھا کہ اس کے حلیف اس سے زیادہ قوی نہ ہو جائیں اور ہمیشہ اسکے ہی دست نگر رہیں - ایتھنزی فطرۃً اس خواہش کو پورا کرنے کے خلاف تھے - اسپارٹا کا اس قسم کا مطالبہ ایک آزاد ریاست کے سامنے پیش کرنا سمجھ میں نہیں آتا مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اپنی لیگ کا ایک رکن قرار دیتا تھا + ایتھنز کیلئے صرف ایک سوال تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کا نہ تھا اسلئے کہ وہ اپنے اس ارادے پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تھے کیا انکی یہ خواہش تھی کہ وہ ایتھنز میں اس غرض کیلئے ایک لشکر رکھیں ؟ اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمکو اس عہد کے معاملات کی ایک ذہنی تصویر سامنے لانی چاہئے - ایک طرف حلیف ہیں جنکا فتح میں مساوی حصہ ہے، دوسری طرف ایتھنزی جنہیں اپنی فتح پر پورا بھروسہ ہے - ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اسپارٹیوں کو ایتھنز کے مطیع کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا - اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو قلعہ بندیاں ناپسند تھیں، اور انکی عین خواہش تھی کہ ایتھنز کی قلعہ بندی نہ ہو - خود اسپارٹا کی شہر پناہ نہ تھی، اور اسپارٹیوں کو کسی دوسرے قلعوں پر فاتحانہ حملہ کرنے کا علم بھی نہ تھا - مگر ایتھنز بالکل متضاد اصول پر کاربند تھا - اسلئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ اسے دھمکی دیجائے - ایتھنز کا یہ کہدینا کہ وہ اپنی دیواروں کو تعمیر کرانا چاہتا ہے غالباً اسپارٹا کا منھ بند کر دینے کیلئے کافی ہوتا - اگر اسپر بھی تمسٹاکلیس نے چال چلی تو غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ دورنگی اسکی خصلت میں داخل تھی - دورنگی کے علاوہ تمسٹاکلیس کے اس کام میں ایک اور غرض بھی پنہاں تھی - اسپر شبہہ کیا جاتا تھا کہ اسنے اسپارٹا کی بہبودی کیلئے ۴۸۰ ق م کی بحری لڑائی کو مشتعل کیا تھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی زبردست کارنامے کے ذریعے سے ایتھنزیوں میں پھر ہر دلعزیز ہو جائے - اور اسنے سوچا کہ اگر اسپارٹی اختلاف کے باوجود دیواروں کی تعمیر جلد سے جلد عمل میں آجائیگی تو یہ ایک اہم ذریعہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا ہوگا - تمسٹاکلیس کے متعلق کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کیلئے ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے - اسمیں شبہہ نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ دیواریں جلد سے جلد بن جائیں - اسپارٹا کے احتجاج سے اسے اس ارادے کی تکمیل کا موقعہ مل گیا - اگر کوئی خاص تحریک انکو اشتعال نہ دیتی تو غالباً دیواروں کی تعمیر میں ضرور دیر لگتی تمسٹاکلیس نے اسپارٹی احتجاج کو ایک مہیب شکل میں دکھا کر اس تحریک کو پیدا کر دیا اور دیواریں چشم زدن میں تیار ہو گئیں + تمسٹاکلیس ان لوگوں میں تھا جنکا دماغ تخیلات اور ارادوں سے بھرا ہوتا ہے اور جو خود بھی اپنے اصلی اور ثانوی مقاصد میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں +

وہ یہ کہ انکار کی کیا صورت ہوگی۔ تمسِ طاکلیس نے رائے دی کہ یہ جواب دیا جائے کہ ایک وفد اسپارٹا بھیجا جائیگا۔ تمسِ طاکلیس نے اِسپارٹا جانے کیلئے اپنے کو پیش کیا اور یہ التجا کی کہ وہ تنہا اسپارٹا جائے اور اسکی غیبت میں ہی دیواروں کی تعمیر شروع کردیجائے، اور اگر ضرورت ہو تو کام پر عورتیں اور بچے بھی لگادئیے جائیں تاکہ جلد سے جلد ایتھنز مدافعت کرنے کے قابل ہوجائے اِسپارٹا پہنچنے پر اسنے دیوار کی تعمیر سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ اسپارٹیوں کو شک ہو تو وہ اپنے سفرا دیکھنے کیلئے ایتھنز روانہ کردیں تاکہ اس قول کی صداقت پوری طور سے ظاہر ہوجائے + اسپر اِسپارٹیوں نے ایک وفد ایتھنز بھیجا جسکو ایتھنزیوں نے فوراً گرفتار کرکے قید کرلیا اور اِسپارٹا خبر بھیجدی کہ تمسِ طاکلیس اور اسکے ساتھیوں آبروخس اور ارسطیدِش کی حفاظت کیلئے یہ لوگ بطور یرغمال رکھ لئے گئے ہیں۔ جب تمسطاکلیس کو یہ معلوم ہوگیا کہ دیوار کافی بلند ہوچکی ہے تو اسنے اِسپارٹیوں سے حقیقت حال بیان کردی۔ اِسپارٹیوں سے اور تو کچھ نہ ہوسکا بجائے اظہار ناراضی کرنے کے اب یہ کہنے لگے کہ انکا مقصد تو ایتھنز کو محض ایک نصیحت کرنا تھا +

یہ مشتبہ امر ہے کہ یہ چال جو تمسِ طاکلیس نے ایسی خوبی سے چلی تھی اور جسمیں ایماندار ارسطیدِش کی بھی شرکت تھی آیا حقیقت میں ضروری بھی تھی۔ ایک طرف تو اس سے تمسِ طاکلیس کا اثر اِسپارٹا میں بہت کم ہوگیا اور دوسرا اس سے بھی تاریک پہلو یہ ہے کہ دونوں ریاستوں کے تعلقات میں گونہ کشیدگی پیدا ہوگئی۔ تمسِ طاکلیس کی دیواروں کا دور پرانی دیواروں سے زیادہ تھا۔ ایکروپولس کے جنوب و مشرق میں جو پہاڑ ہے + اسے عبور کرکے (یعنی رصد خانہ اور عجائب خانہ کے قریب ہوکر) شمال و مغرب کیطرف دِپیلون دروازے کا جسکے آثار اسوقت تک موجود ہیں احاطہ کرتی تھی اور ایمیئس قلعے کو ایک کافی وسیع دور میں چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی۔ طوسیُدِیدِش کہتا ہے کہ بعض جگہ دیوار میں قبروں کے تعویذ اور دیگر قدیم کتبے تک لگادئیے گئے ہیں۔ اور اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دیوار کی تکمیل بے حد سرعت کیساتھ عمل میں آئی ہوگی۔ اس کے بیان کی تصدیق آج بھی دِپیلون دروازے کے مشاہدے سے ہوسکتی ہے باوجود ان تمام انتظامات کے ایکروپولس کے استحکامات کیلئے کچھ نہیں کیا گیا۔ مگر پیرائی اُس میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ برابر جاری رہا۔ تمسِ طاکلیس نے ایتھنزیوں کو اسکی اشد ضرورت بتادی تھی

اور کام بھی شروع کرادیا تھا، اور اسکی زندگی میں ہی پیرِئی اُس کے استحکامات کی تکمیل ہو گئی یہہ سچ ہے کہ پیرِئی اُس کی دیوار اتنی بلندی تک نہ پہنچ سکی جتنا تخمینہ کیا گیا تھا + مگر عرض میں وہ تین ساڑہے تین گز سے کم نہ تھی اور بلندی بھی مدافعت کیلئے کافی تھی ؛

اِسپارٹیوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ ایران کے خلاف جنگ جاری رکھی جاوے۔ انہوں نے پئوسانیاس کو ایک مہم پر بھیجا جسکے تفصیلی حالات ہم تک نہایت غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ مگر ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت کچھ کر دکھایا۔ پیلوپونیزی اور ایتھنزی بیڑوں اور چند دیگر جہازوں کی مدد سے اسنے جزیرۂ قبرس کا بیشتر حصہ فتح کر لیا جو اس مہم کا نہایت اہم واقعہ تھا + جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبرس، بحیرۂ روم کے ایک دور افتادہ حصے میں واقع ہے اور شام اور سِلیشیہ کے ساحلوں کیلئے ایک اعلیٰ درجے کی جولان گاہ بن سکتا ہے، تو پئوسانیاس کے کارناموں کی اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے فتح قبرس کے بعد اسنے شمال کا رُخ کیا اور بائی زنطہ پر، جو یونانیوں کے نزدیک قبرس سے بھی زیادہ اہم تھا قبضہ کر لیا۔ مگر اب پئوسانیاس کا طریق عمل بالکل بدل گیا۔ بائی زنطہ میں اسنے اتنی مطلق العنانی برتی کہ حلیف نہ صرف اس سے بلکہ، اِسپارٹا سے بھی بدظن ہو گئے اور ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ ہی ایران کے خلاف سربراہی کرے تو بہتر ہو۔[۲] ان حلیفوں میں پیلوپونیزی تو تھے ہی نہیں۔ وہ ہوتے تو اِسپارٹا کے خلاف خواہ کتنا ہی احتجاج کرتے ایتھنز کے ماتحت رہنا کبھی گوارا نہ کرتے۔ بہرحال پئوسانیاس نے اندر ہی اندر ایران سے پیام وسلام شروع کر دیئے اسنے شاہی خاندان کے چند افراد کو جو بائی زنطہ میں قید تھے، رہا کر دیا۔ اور زرکسیز سے گونگیلس ساکن اریٹریا کے ذریعے سے گفت وشنود شروع کر دی اور یہہ کہلوایا کہ وہ تمام یونان کو شہنشاہ کا مطیع کرنے میں مدد دیگا اگر اسکے صلے میں شہنشاہ کی لڑکی کیساتھ اسکی شادی کر دیجائے۔ زرکسیز نے مناسب جواب دیا اور داسکیلیوُن کے ارتابازو کو بات چیت پر مامور کیا پئوسانیاس ایرانی کپڑے تک پہننے لگا اور تھریس کے سفر میں مصری اور ایرانی محافظین برابر اسکے جلو میں رہتے جب اِسپارٹا میں اسکے خلاف شکایات پہنچیں تو

---

[۲] یہ واقعہ بیوسولٹ (۲، ۴۴۳) کے نزدیک سنہ ۴۷۷ ق م کا ہے۔

ایفوروں نے اسے واپس آنے کے لئے حکم دیا۔ پوسانیاس نے فوراً تعمیل کی۔ اسپارٹا پہنچتے پر اسپر غداری کا الزام لگایا گیا مگر محض بے بنیاد ثابت ہوا۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر دورۂ دانیال کو بطور اسپارٹی نمایندے کے نہیں روانہ کیا گیا اور اسکی بجائے ایک شخص دورسکس بھیجا گیا + اب مشکل یہ پڑی کہ حلیفوں نے دورسکس کا کہنا ماننے سے صاف انکار کر دیا اور بالآخر اسپارٹا کو مجبوراً ایشیائی معاملات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسپارٹیوں اور دیگر پیلوپونیزیوں کا ایشیا جانا بند ہوگیا۔ مگر پوسانیاس سے نہ رہا گیا اور وہ ازخود مہرمیونے سے بائی زنطہ گیا اور وہاں کا خودسر حاکم بن گیا۔ مگر ایتھنزی اسکو برداشت نکر سکے۔ اب تو پوسانیاس کی حیثیت اسپارٹی قائم مقام کی بھی نہ رہی تھی اور ایتھنزی اپنے آپ کو بائی زنطہ وغیرہ کا مالک سمجھنے لگے تھے۔ لہذا کوئی سات سال کے بعد انہوں نے آخرکار پوسانیاس کو بائی زنطہ جیسی مرکزی جگہہ سے نکال باہر کیا[۳] وہ وہاں سے کولونا واقع ملک ٹروئے چلا گیا اور وہاں پھر ایرانیوں سے نامہ وپیام شروع کیا۔ اسپر ایفوروں نے اس سے یہ کہلوا بھیجا کہ اگر وہ فوراً واپس نہ آیا تو اس سے دشمن کا برتاؤ کیا جائیگا۔ پوسانیاس نے اس حکم کی فوراً اس خیال سے تعمیل کی کہ وہ اپنے مخالفین کو رشوت دیکر قابو میں رکھ سکیگا۔ پہلے تو یہ قید خانے میں ڈال دیا گیا مگر عدالت نے اسے تمام الزامات سے بری کر دیا جو اسکے خلاف عائد کئے گئے تھے۔ اور رہا ہونے کے بعد وہ بحیثیت ایک آزاد شہری کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اب اسپارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہیلوتوں کو بغاوت کی اشتعالک دے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

[۳] جسٹن (۹، ۱) کے نزدیک پوسانیاس بائی زنطہ میں سات سال رہا۔ اسی برس بعد ایک اور اسپارٹی کلیارخس، پوسانیاس کے قدم بقدم چلا مگر اسے خود اسپارٹیوں نے معزول کر دیا اور وہ کیخسرو کے پاس بھاگ گیا۔ گونگیلس کو اسپارٹیوں نے گامبریم یا لئے گامبریم گرینیم اور میرنا بطور موروثی جائداد کے دیدیئے۔ اسطرح وہ دیماراتس کے گھرانے کا ہمسایہ ہوگیا جسکا قبضہ پرگامم ہالی سرنا اور ٹیوتھرانیہ پر تھا کچھ عرصے کے بعد وہ تھیمسٹاکلیس کا بھی ہمسایہ ہوگیا۔ غیر آئینی حکومتیں جو تیس سال قبل ساحلی شہروں میں قائم تھیں اب اندرون ملک میں ہٹ گئیں اور ایران اور یونان کے درمیان گویا حاجبی ریاستوں کا کام دینے لگیں۔ ممکن تھا کہ پوسانیاس، کولونائے پر قابض ہوجاتا اور اسطرح ان حکومتوں میں اضافہ کر دیتا۔ اگرچہ اس کی حرص کی پرواز اس سے بھی زیادہ بلند تھی مگر اسکی دوراندیشی اس معیار سے ہمیشہ نیچے رہی ہے

یہ سچ ہو مگر ایسی یقینی شہادت نہیں ملی کہ اسپارٹی اسکے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں ۔ یہ خبر دراصل آرگلس کے ایک باشندے نے پھیلائی تھی جسے کچھ عرصے پیشتر پوسانیاس نے ارتا بازو کو ایک پیام لیکر بھیجا تھا ۔ اس شخص نے ارتا بازو کو پیام نہیں پہنچایا اسلئے کہ اسے یہ خبر ملی کہ جن لوگوں نے اس سے پہلے پیامبری کی تھی وہ واپس نہیں آئے تھے ۔ اس بات کا اس کو یقین ہوگیا اور بجائے ارتا بازو کو پیام پہنچانے کے پیام نامہ خود کھول لیا ۔ اسمیں یہ لکھا تھا کہ پیامبر کو فوراً مار ڈالا جائے + یہ خط اسنے ایفوروں کو دیدیا ۔ ایفور مقدمہ چلانا پسند نہیں کرتے تھے ۔ انکا اصل مقصود یہ تھا کہ خود پوسانیاس سے اقبال جرم کرالیں ۔ اسکے لئے انہوں نے یہ چال پھیلایا کہ آرگلس سے کہا کہ وہ محض ایک مدعی کی حیثیت اختیار کرے اور تینارم پہاڑ کے دامن میں پناہ گزیں ہوکر پوسانیاس کو اپنے پاس طلب کرے + جب پوسانیاس کے پہنچنے کا وقت ہوا تو ایفور برابر والے کمرے میں چھپ گئے اور باتوں ہی باتوں میں خود بادشاہ کے منہ سے اسکے جرم کا اقبال سن لیا + یہ ظاہر ہے کہ وہ اسکے خلاف جو کارروائی چاہتے کرسکتے تھے ۔ ایفوروں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اسپارٹا ہی میں گرفتار کریں مگر پوسانیاس کو پتہ لگ گیا اور اسنے فوراً اتھینے خالکیوئیکس کے دامن میں پناہ لی جہاں وہ بالکل مامون ہوگیا ۔ مگر ایفوروں نے یہ ترکیب نکالی کہ مندر کے دروازے چن دئیے چھت علیحدہ کردی اور (شاید موسم گرما ۴۶۶ ق م میں) اسے بھوکا مار ڈالا گیا[1] اسکی لاش کیاداس کے غار کے جوار میں جسمیں مجرم پھینکے جاتے تھے دفن کی گئی ۔ موت سے ذرا پہلے یہ مندر سے نکال لیا گیا تھا ۔ مگر بہر نوع اسکے ساتھ سختی کی گئی تھی اور اسپارٹیوں کو مجبوراً اسکے دو بت (کفارے کے طور پر) اتھینے خالکیوئیکس کے مندر میں رکھنے پڑے ۔

جو واقعات قدیم روایات سے ہم تک پہنچے ہیں انسے پوسانیاس کے جرم میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا ۔ اسکے تمام طریق عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت سے ایسے ارادے کئے جنہیں وہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکا ۔ کامیابی کے وقت وہ متکبر ہو جاتا اور جب اسپر کوئی شبہہ کیا جاتا تو اسکی رہی سہی عقل بھی زائل ہوجاتی ۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ارتا بازو سے وہ سازشی

[1] پوسانیاس کی موت کی تاریخ کیلئے دیکھو بیوسولٹ ۲ ' ۳۸۳ و ۴۰۰ اسی مصنف نے پوسانیاس کی زندگی کی آخری حالات پر تنقید کی ہے (صفحات ۳۸۰ سے ۳۸۴ تک) +

مراسلات کیا کرتا تھا تو یہ اسکی انتہائی حماقت تھی کہ ایلچیوں کی قسمت کا فیصلہ ایک ہی خط میں کر دیا کرے + ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک عمدہ سپہ سالار تھا یا نہیں ۔ پلاٹیہ میں لڑائی کی باگ اسکے ہاتھ میں نہ تھی ۔ اس نے صرف مدافعانہ تدبیریں اختیار کیں اور اسی میں نام پیدا کیا + اسکی موت اسپارٹا اور یونان کے لیے ایک شمہ بھر نقصان کی بھی باعث نہیں ہوئی ہو ؎۵

مگر پئوسانیاس کے زوال سے ایک بہت بڑے آدمی کو نیچا دیکھنا پڑا ۔ اسپارٹی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعے سے انکو کچھ نہ کچھ سیاسی مفاد حاصل ہو جائے ۔ اگر انکی عزت میں کچھ بٹہ لگا تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ قعر میں گھسیٹ لے جائیں ۔ انہوں نے ایتھنز سفرا روانہ کیے اور تمسطا کلیس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بھی پئوسانیاس کی سازشی کارروائیوں میں شریک حال تھا +

جنگ ایران کے بعد تمسطا کلیس ، ایتھنز اور تمام یونان میں ایک بہت بڑا آدمی بنگیا تھا ۔ مگر اس جنگ کے بعد اسنے سوا ایتھنز اور پیرئی اُس کے استحکامات کی تکمیل کی اور کوئی کار نمایاں انجام نہیں دیا ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسے کچھ کرنے بھی نہیں دیا گیا + کچھ عرصے کے بعد شائر ۴۷۱ ق م میں اسکے خلاف اخراج کا فتویٰ صادر ہوا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طویل مدت تک اسکے روشن دماغ میں طرح طرح کی اہم تدابیر آئی ہونگی جنکی تعمیل پر وہ قادر نہ تھا ۔ مگر نہ تو ہمیں ان تدابیر کا علم ہے اور نہ اسکے ان سیاسی مخالفوں کے طرز عمل کا جو انکی تکمیل میں مزاحم ہوئے + ایتھنز کے فرقی سیاسیات کے متعلق زمانہ مابعد کے مورخین کے خیالات اکثر ناواجب ہیں ۔ اور موجودہ زمانے میں جو انکی تاویلیں کی جاتی ہیں وہ خلاف قیاس ہیں ۔ روایات مابعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیمون اور ارسطیدش ، تمسطا کلیس کے

---

۵ پئوسانیاس کی زندگی اس حوصلہ مند شخص کی مثال ہے جسے نہ تو اپنی ابتدائی تعلیم ملی ہو جو اپنے عہدے کی اس کرسی پر جو اسکی اکتسابی دقتی آرام سے بیٹھ سکے اور نہ اسکو کافی عقل یا استقلال اس نقص کی تلافی کے لیے دیا گیا ہو ۔ اسپارٹی تربیت سے لوگوں میں عیش پسند جمیوں میں زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی ۔ اور جب پئوسانیاس جیسے شخص کا اسے واسطہ پڑا تو اسکا دماغ پھر گیا ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر پئوسانیاس کے سوا اور بہت سے یونانیوں پر سیدھی سادھی یونانی تہذیب کے ساتھ مشرقی تعیش کے تعلق کا اثر پڑ جاتا + ہمکو یونانیوں کی قدر کرنی چاہیئے کہ ان میں اعلیٰ حیثیت کے لوگ بہت کم تھے جنکی قسمتوں نے ایسی گردش کا پلٹا کھایا ہو +

رقیب تھے[6] اسکے سیاسی میلان کو اس تقویت سے تعبیر کیا گیا ہے جو تقویت اس سے پہنچی اور جسکا مخالف ارسطیدش فرض کر لیا گیا ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کیجاتی۔ اسکے برخلاف یہ واقعہ ہے کہ ارسطیدش کے ایتھنزی عمومیت کے مرقع کی آخری رنگ آمیزی کی۔ اسلئے اس قول کے ثبوت میں صرف ایک ہی عام مقبولہ رائے پیش کی جاسکتی ہے کہ جو مدبر اپنے ملک کی بحری قوت میں ترقی دیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ عمومیت کی حمایت کرتا ہے جو شخص فوجی قوت کو زیادہ اہم خیال کرتا ہے۔ یہ وہی تخالف ہے جو ہوپلیت اور ملاحوں میں ہے اور یہی زمانہ قدیم میں ارسطیدش اور ثمسطاکلیس کی مخالف آرزوؤں کو مشخص کرنے میں استعمال کیا گیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بحری قوت میں ترقی اور عمومیت دو مختلف النوع باتیں ہیں جنکو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ انگلستان کے بحری اقتدار نے اس ملک کی عمومیت کو فروغ دینے میں ذرا بھی مدد نہیں کی اور اسکے برعکس عمومیت پسند شمالی امریکہ کے پاس کوئی بڑا بیڑہ نہیں ہے۔ عام طور پہ ملاحوں کو سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوتا۔ بدیں وجوہ پہلے تو ہمکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بحری معاملات کی طرف ایتھنزیوں کی توجہ مبذول کرنے میں ثمسطاکلیس کا ایک مقصد ملاحوں کو پہلے سے زیادہ سیاسی اختیار دینا تھا۔ صرف اس ثبوت کے بعد ہی ہم بیڑے کی طرف اسکی توجہ کو عمومیت کی پرداخت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس طرز عمل کا پتہ بھی نہیں ملتا[7]

قدیم مورخوں نے جو وجوہ ثمسطاکلیس کے اخراج کے بتائے ہیں ان کی محض ایک عام حیثیت ہے، انہوں نے اس پر محض متکبر اور حریص ہونے کے الزام پر

---

[6] پلوٹارک "کیمون" ۱۰) کا بیان ہے کہ کیمون اور ارسطیدش نے ثمسطاکلیس کی مخالفت عمومیت پسندی کی وجہ سے کی تھی۔ ڈنکر (۸، ۹۸ وغیرہ) نے اسے تفصیل کیساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ مفروضہ مثبت دعویٰ ہوتا اگر مصنفین مابعد کا یہ خیال ٹھیک ہوتا کہ ارسطیدش اعیانیت پسند تھا۔ مگر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی خیالی حیثیت سے اعیانیت پسند تھا جو پلوٹارک نے "فارقلیس" ۹ میں فرض کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کیمون اور ارسطیدش، ثمسطاکلیس کے مخالف تھے مگر اسلئے نہیں کہ وہ عمومیت پسند تھا

[7] ڈنکر (۸، ۴۸۔ ۷، ۱۸۷) یہ کہتا ہے کہ ثمسطاکلیس نے "عام جبریہ بھرتی" کو رواج دیا۔ واقعات اس بیان کی تائید نہیں کرتے اسلئے کہ اس سے بہت دنوں پیشتر سے ہی ایتھنز میں عام طور سے فوجی بھرتی جاری تھی۔

اکتفا کیا ہے[8] واقعہ یہ ہے کہ اس کے اخراج کی اصل وجہ کیلئے ہم کو اسکی روش کی طرف غور کرنا چاہیئے جو ایسی تھی جسپر اسکے دشمن صرف مفصلہ بالا عام طریقے سے الزام رکھ سکتے تھے نہ کہ کسی خاص سیاسی مطمح نظر کی بنا پر جو دوسرے سیاسی رہنماؤں کے اصولوں سے مختلف ہو۔

تمسطاکلیس کی آرزو یہ تھی کہ وہ حکمرانی کرے اور وہ حکومت کرنا خوب جانتا تھا۔ اس کے اپنے خود چند مستحکم اصول تھے جنکو وہ ایتھنز کی سیاست کا بہترین منبع سمجھتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ایتھنز کا سب سے اچھا خارجی طرز عمل کیا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ شہر میں کوئی ایسا فریق نہ تھا جسپر وہ مستقل طور پر اعتماد کر سکے۔ واقعات اور اسکے عادات دونوں ایسی فریق بندی کے مانع تھے۔ خاندان پیسس تراتس کے زوال اور ایساغورث کی موت کے بعد جب اعیان کے استبدادی فریق کی اہمیت نہیں رہی تو اسوقت ایتھنز میں صرف دو فریق رہ گئے جو دو بڑے خاندانوں کے زیر اثر تھے۔ چھٹی صدی ق۔م کے وسط میں تین خاندان باقی گھرانوں سے ممتاز تھے یعنی دیاکری ای بسرگردگی پیسس تراتس، پی دیائی ای بسرگروہی ملتیادیس و لیکرگس اور پرالی جسکا سردار میگاکلیس تھا۔ سنہ ۵۰۰ق م کے بعد صرف دو فریق رہ گئے تھے، ایک تو پی دیائی ای بسرکردگی ایمون ابن ملتیادیس ثانی اور دوسرا پرالی جسکے رہنما پیگا کلی کلیئیس تھینس کا دوست ارسطیدیس اور کلیئیس تھینس کا نسبتی بھتیجا زانتھی پس تھے۔ باقی دو فریق عمومیت کی طرف کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ جیسے ملتیادیس کا گروہ چھٹی صدی زیادہ شرفا پرست تھا ایسے ہی کیمون کا فریق بھی اشرافیت کا دلدادہ تھا۔ اور الکموئنی خاندان جنکے قائم مقام اب ارسطیدیس اور زانتھی پس تھے اب وسط سے بائیں جانب[*] بڑھ رہے تھے[9] جب تمسطاکلیس اپنے

[8] ڈنکر (۸، ۹۶) نے ان الزامات کا ملخص دیا ہے۔ بیوسولٹ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہم طوسی دیدیش کے اصلاحات کی حقیقی ماہیت سے پوری طور پر آگاہ نہیں۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کا وجود محض تھیوپومپس کے دماغ میں تھا او ربس۔

[*] وسط سے بائیں جانب کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ انتہاپسندی کی طرف مائل تھے۔ مترجم

[9] اسی قسم کے حالات انگلستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وگ اور ٹوری گروہوں کے سیاسی نصب العین میں بہت ہی کم فرق رہا ہے مگر اسکے باوجود خاص خاص خاندان دونوں کے پیشرو رہے ہیں۔ وگوں میں تو ٹیمپل

ذاتی اصول کی پابندی اندرونی معاملات میں کرنا چاہتا تھا تو اسکے لئے اب کیا باقی تھا؟ کیا اسکے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اس عمومی میلان کو اختیار کرے جسکا **پی سِس ٹراٹس** اسقدر دلدادہ تھا؟ مگر اسمیں کئی رکاوٹیں تھیں۔ اول تو **پی سِس ٹراٹس** کے اصول کو الکمونیوں نے گویا اپنے علَم پر چسپاں کردیا تھا دوسرے **پی سِس ٹراٹس** کا فریق غیر مرتب حالت میں تھا۔ اور تیسرے جہاں تک ہم کو معلوم ہے **تمسطاکلیس** کا دوستانہ یا عزیزدارانہ تعلق کسی مقتدر خاندان کے ساتھ نہ تھا۔ بدیں وجہ نہ تو کوئی فریق اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا اور نہ کوئی فرقی اصول مرتب کرنے کی اسمیں اہلیت تھی+ یہ سچ ہے کہ وہ لیکومی خاندان کا ایک فرد تھا[۱۰] وہ ایک نودولتا تھا اور اسکے ساتھ ہی خودرائے بھی تھا۔ جو شخص حکومت کا بھی آرزومند ہو اور اسکے عزیزوں کا کوئی گروہ بھی اس کی پشت پناہی کیلئے نہ ہو تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں کہ وہ محض اصول پرست ہو اور ذرائع کے انتخاب میں بھی بے پرواہ ہو **تمسطاکلیس** کی بعینہ یہی حالت تھی۔ اسکی فضیلت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ اسکے دشمن بن گئے تھے جو اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر مختلف فریقوں کی رہنمائی کرتے تھے اور اسکے غیر محتاط ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بھی اس سے بدظن ہو گئے تھے جو ان سرگروہوں سے کم عقل رکھتے تھے۔ اسکے برعکس **ارِسطیدِش** میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جنسے انسان کسی گروہ کو زینت دیسکتا ہے۔ اسمیں اتنی ایمانداری اور دیانتداری تھی جتنی ایک مدبر میں ممکن ہے۔ وہ **الکمونیوں** کا جانبدار تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ اپنی ذات سے دراندازی نہیں کرتا تھا اور اسکی اشراف پسندی کی شہرت محض اس بنا پر تھی کہ وہ عوام میں مقبول نہ تھا+

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) ولیم رسل (بیڈفرڈ) اور کیویندِش (ڈیونشائر) ہی رہنما رہے ہیں اور آخرالذکر کا تو اب بھی وہی پایہ ہے+ انگلستان میں بھی کسی خودمختار نودولتے کو لوگوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکی مثال کے لئے بروُم کی وزارت کے اختتام کی یاد بالکل کافی ہے۔ انگلستان اور ایتھنز دونوں میں آزادی پسند گروہ یہ چاہتا تھا کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ اسکی رہنمائی کریں۔ تمسطاکلیس اسی لئے علیحدہ ہونے پر مجبور رہا کہ وہ آزادی پسند اشراف کے قدیم اقتدار کو ماننے کیلئے تیار نہ تھا+

[۱۰] بیوسولٹ (۱، ۸۰۵) یہ فرض کرتا ہے کہ میرون ساکن فلیا جسنے کیلونی واقعے کا الکمونیوں پر الزام لگایا تھا ایک لیکومی تھا۔ دیکھو پلوٹارک "تمسطاکلیس" ۳۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ محض خاندانی تعلقات کی بنا پر کسی بڑے گروہ کو تمسطاکلیس اپنا نہیں کہہ سکتا تھا+

ایتھنز کی قوت کے مسائل سے تمسطاکلیس کو ایک خاص دلچسپی تھی اور خارجی معاملات میں تو اس سے زیادہ کوئی واقف کار ہی نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے حیلہ بازی میں مشاق تھا۔ اس کی سکینس کی دو سفارتوں سے (جنمیں سے پہلی سفارت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں) اور جس طریقے سے اسنے فصیل ایتھنز کی تعمیر کر کے نزاع اسپارٹا کا خاتمہ کر دیا یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کچھ نزاع نہ تھی اسنے اسپارٹی بیڑے کو برباد کرنے کی تدبیر سوچی تھی[۱۱] اغلب یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اسنے دیانتداری کا برتاؤ نہیں کیا اور اسی وجہ سے عوام الناس ایسے شخص سے فی الجملہ آزردہ ہو گئے ہونگے جسکے اثر کا انحصار محض اسکی ذاتی قابلیت پر تھا۔ اسپر بندۂ درم ہونے کا الزام لگایا گیا اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بڑے بڑے امرا کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ نشئے۴ ق م ہی میں اسکے الو کھے تعلقات ایران کے ساتھ ایسے نہ تھے جو کسی جمہوریہ میں ہونے چاہئیں یا جسنے ایتھنزیوں کے دل میں اسکی وقعت بڑھ سکتی۔ اسکا اپنی لڑکیوں کو سائیبرس اور اطالیہ کے نام سے موسوم کرنا فی نفسہ ایک ہلکی سی بات تھی مگر ممکن ہے کہ اس سے بھی اختلاف بڑھ گیا ہو[۱۲] قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ ممتاز شخص جو بہت سے تعصبات سے بالاتر تھا نہایت آسانی کے ساتھ بدنام ہوگیا اور اسکے تنزل میں خاصکر اسوجہ سے کوئی اور

---

[۱۱] تمسطاکلیس کا ارادہ یونانی بیڑے کی بربادی کا تھا اور اس موقع پر ارسطیدش کی ایمانداری نمایاں ہے۔ پلوٹارک۔ "ارسطیدش"۔ ۲۲۔ "تمسطاکلیس"۔ ۲۰۔ مقابلہ کرو تفصیلی بحث D U ۔ ۸، ۶۵-۶۷۔ تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے خلیج پیگا سے میں اسپارٹی بحری اڈا جلا دینے کا ۴۶۶ ق م میں ارادہ کیا تھا جب وہ لیوتی خیدیس کی ماتحتی میں تھسلی سے لڑ رہا تھا۔ نیز دیکھو کرتیس ۲، ۸۲۷۔ تمسطاکلیس جسنے اتھنیس ارسطوبوے کیلئے ایک مندر تعمیر کیا (پلوٹارک۔ "تمسطاکلیس" ۲۲۔) اور تمولیون جسکا خیال تھا کہ اسکی کامیابی اُوتومایتا کی وجہ سے ہوئی دو متضاد شخصیتیں ہیں۔

[۱۲] تمسطاکلیس کے تعلقات بیرونی ممالک سے نہایت وسیع تھے اور ان ممالک میں ایران، اسپارٹا، آرگوس، کورکائرا، اٹلی اور شاید سسلی بھی شامل تھے۔ اسیوجہ سے تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے چھٹی صدی ق م کے ایتھنزی طرز عمل کو جاری رکھا اور دراصل وہی فارقلیس اور الکیبیادیس کا پیشرو ہے۔ طوسی دیدش (۱، ۱۳۸) نے اسکے اوصاف کا خاکہ کھینچا ہے۔ طوسی دیدش کو

رکاوٹ نہ رہی کہ ایک طرف تو ایتھنز میں اسکا کوئی اور ہم خیال نہ تھا اور دوسرے اسپارٹا والے اس سے متنفر تھے۔ سنہ ۴۷۹ ق م کے بعد وہ پھر سپہ سالار مقرر نہیں کیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ محض اسوجہ سے نہ تھا کہ امن کے زمانے میں دوسرے بھی اس عزت اور وقار کی تمنا کرنے والے موجود تھے، بلکہ غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو یہ یقین نہ تھا کہ تمسطاکلیس ایران کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیگا جنمیں محض ایتھنز کی ہی بہتری مدنظر ہوگی۔ اسلئے جب دونوں فریق اس سے ناراض ہوگئے تو ایسی صورت میں اسکا جلاوطن کیا جانا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مگر نہ تو اسکا ثبوت ہے اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اسنے پیوسانیاس کی طرح غداری کی ہو۔ ایتھنز سے اخراج کے بعد پیوسانیاس اکثر آرگوس میں رہا جو اسپارٹا کی عداوت کا گویا مرکز تھا اور وہاں سے اسنے پیلوپونیز کی بعض دیگر ریاستوں کا سفر کیا۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور تمسطاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ یہ پیوسانیاس کے ساتھ غداری میں شریک تھا اسلئے اسکو سزا دینی چاہئے۔ الکمیون کے بیٹے لیوبوتاس کی تحریک کے بموجب[۱۳] ایتھنزیوں نے تمسطاکلیس کو واپس بلانے کیلئے اسپارٹی سفیروں کے ساتھ چند ایلچی روانہ کئے۔ تمسطاکلیس نے خیال کیا کہ اسوقت راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب ہے اور جزیرۂ کورکیرا کو روانہ ہوگیا جو اسکا پہلے سے مرہون منت تھا۔ مگر کورکیرا کے باشندوں نے بھی اسے اسپارٹیوں سے بچانے کی جرأت نہیں کی، اسلئے وہاں سے وہ اپئیرس چلا گیا جہاں اسنے مولوسیوں کے بادشاہ ادمیٹس کی پناہ مانگی۔ باوجودیکہ ایک مرتبہ تمسطاکلیس نے اسکے حصول مقصد میں دراندازی کی تھی لیکن اسے اس حاکم کی مہربانی پر پورا وثوق تھا۔ ادمیٹس نے اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ شاہ سکندر کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) غالباً یہ پیوسانیاس کی سازش کی جو اسنے اسپارٹی آئین کے خلاف کی تھی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۰) کے مطابق کیمون اور ارسطیدیس تمسطاکلیس کے مخالف تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکے خلاف استبدادی اور آزاد خیال دونوں تھے۔ ہمارے پاس اس قول میں شبہ کرنے کی نہ کوئی اندرونی وجہ ہے نہ خارجی ؎

(۱۳) یہ کراتیرس کی رائے ہے جو میولر، ۱۱ میں منقول ہے ؎

پیدنا روانہ کردیا جہاں سے وہ جہاز میں بیٹھکر ایشیا چلا گیا۔ جزیرۂ **ناکسوس** پہنچکر سے پھر خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ ایک **ایتھنزی** بیڑہ جزیرے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا ہی طوفان کی وجہ سے اسکا جہاز مجبوراً وہاں لنگر انداز ہوا۔ اب **تمسطا کلیس** کو یہہ خیال پیدا ہوگیا کہ اگر طوفان میں اسکا جہاز بیڑے کے قریب پہنچ گیا تو اسکو بیڑے والے پہچان لینگے اسلئے اسنے جہاز کے کپتان پر اپنے تئیں ظاہر کردیا اسنے کسی ترکیب سے جہاز کو بیڑے سے دور ہی رکھا۔ تمسطاکلیس جب اس خطرے سے بچ گیا تو وہ اطمینان سے **ایفی سُس** گیا اور **اردشیر** کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی **سوس** پہنچا[۱۴۱] اسنے شہنشاہ کو وہ خدمات یاد دلائیں جو اسنے **زرکسز** کیلئے کی تھیں اور یہہ درخواست کی کہ اسے ایک سال کے بعد شرف باریابی عطا کیا جائے تاکہ اس عرصے میں وہ فارسی زبان میں پوری مہارت حاصل کرلے۔ **اردشیر** نے یہ منظور کرلیا۔ بالآخر وہ بادشاہ کا منظور نظر ہوگیا اور شہنشاہ کو یونان کے ایرانی صوبہ بنانے کی بڑی بڑی امیدیں دلانے لگا۔ ایران میں ممتاز غیر ملکی غداروں کی ہمیشہ نہایت خاطر و تواضع کی جاتی تھی اور بلاشبہ **تمسطاکلیس** میں یہ صفت موجود بھی تھی۔ تین شہروں کی آمدنی اسکے جیب خرچ کیلئے مقرر کیگئی۔ یعنی شراب کیلئے **ملیاکوس**۔ گوشت اور سامان رسد کیلئے **می اُس** اور روٹی اور سامان سکونت کیلئے دریائے **میاندر** والا **مگنیشیہ**+ اسکا صرف روٹی کا خرچ سالانہ چالیس تالنت تھا*۔ **مگنیشیہ** کے سکہ پر اسکا نام ہونے سے

---

۱۴۱ **طوسی دیدیش** (۱، ۱۳۷) کے مطابق اسنے اردشیر سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ بنیوسولٹ (۲، ۹۰، ۳) کی رائے ہے کہ مورخین مابعد بجائے اردشیر کے زرکسز کا نام محض اعتبار بڑھانے کیلئے لیتے ہیں۔ اسکا خیال ہے کہ اگر تمسطاکلیس، ایفی سُس ۴۶۶ق م میں آگیا۔ اور اس نے اردشیر کے ہی زمانے میں سوس کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہونگے۔ اسلئے کہ اردشیر ۴۶۵ق م میں تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ بہرحال یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کریوگر کے خیال کو کہ زرکسز نے ۴۶۷ق م میں وفات پائی اب تمام مورخوں نے رد کردیا ہے۔ نیز دیکھو **گرتیس** ۲، ۸۲۵، ۲۶

* ایک تالنت = قریب ۲۴۴ پونڈ = ۳۶۶۰ روپیہ۔
+ ۴۰ تالنت = ۱۴۶۴۰۰ روپیہ۔ مترجم]

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دراصل اس شہر پر مطلق العنان حاکم تھا۔[15]

خود **طوسی دیدیش** کے زمانے میں ہی اسکی موت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر اپنی موت سے مرا۔ مگر بعض کا یہ قول تھا کہ چونکہ وہ اس وعدے کو جو اسنے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا کہ وہ یونان کو ایرانی سلطنت میں شامل کرا دیگا پورا نکر سکا اسلئے اسنے ایک بیل کا خون پی کر خودکشی کرلی۔ اسکی موت کے سال کا ہم کو علم نہیں۔ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ۴۵۹ ق م میں مرا ہوگا۔ **مگنیشیہ** کے بازار میں اسکا ایک بت نصب کیا گیا اور اسکے عزیزوں نے اسکی ہڈیاں اسکے حسبِ حکم **اٹیکا** میں لاکر دفن کردیں۔[16]

تمسِطا کلیس یونان کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھا۔ اسنے یونان کیلئے بہت کچھ کیا اور جہاں تک ہم کو علم ہے نقصان نہیں پہنچایا۔ اسکی شخصیت کچھ دلفریب نہ تھی مگر یہ بات عموماً بڑے مدبّروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں بہت سے نقص بھی تھے جنکا اسے آخر کار خمیازہ بھگتنا پڑا۔ **تمسِطا کلیس** جیسے شخص کیلئے **مگنیشیہ** کے حاکم کا تعیش کچھ خوشی کا باعث نہ ہوسکتا تھا، اور اگر یہ سچ ہے کہ اسنے ہمیشہ اسی خیال میں اپنی زندگی بسر کی کہ اس سے یونان کو ایک ایرانی صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا جائیگا تو ایسے عیش سے اسے کوئی تسکین قلبی میسر نہیں آسکتی تھی اور دراصل اسکی حالت **سینٹ ہیلینا** کے قیدی سے بھی بدتر ہوگئی۔[17]

---

[15] بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساحلی شہر لمپاکس اور مائس اسوقت آزاد نہ تھے۔ بیوسولٹ اور کیوہلر دونوں کی رائے یہ ہے کہ وہ آزاد تھے اور انکی تفویض کا اصل مقصد صرف تمسطا کلیس کو ایرانی جانبدار بنانے کیلئے طمع دینا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دراصل لمپاکس پر قابض نہ تھا تو پھر تیسری صدی ق م تک وہاں اسکی یاد زندہ کیسے قائم رہی۔ بیوسولٹ ۲، ۳۹۵ میں لولنگ ۶، ۱۰۳ کا تتبع کیا گیا ہے۔

[16] تمسطا کلیس کی موت کیلئے دیکھو طوسی دیدیش ۱، ۱۳۸۔ بیل کا خون پینے اور اسکی وجہ سے مرجانے کا قصہ سب سے پہلے Arist ۸۳، ۴۸ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیوسولٹ ۲، ۳۹۵۔ ۳۹۶ میں اہم واقعات کا ملخص دیا ہوا ہے۔ وہ یہ فرض کرلیتا ہے کہ تمسطا کلیس کی موت قریب قریب ۴۵۹ ق م میں واقع ہوئی ہوگی جب کہ مصر کی بغاوت کے بعد اردشیر نے یونان کے مقابلے میں ایرانیوں کو مسلح کرنا شروع کیا۔ اگر ہم ایرانی لڑائیوں کا جنگ ٹروائے سے مقابلہ کریں تو تمسطا کلیس یونانیوں کا

مملکت ایتھنز اسی دوران میں دونوں بڑے بڑے گروہوں کے قائم مقاموں یعنی کیمون اور ارسطیدیش کی نگرانی میں برابر ترقی کرتی رہی اور یہ دونوں امور عامہ کا انتظام یک جہتی کے ساتھ کرتے رہے۔ پہلے تو ارسطیدیش نے جو کیمون سے عمر میں بڑا تھا اندرونی اور خارجی معاملات میں رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اسنے آخر اپنے ہی نام سے عمومی تنظیم کی تکمیل کرائی اور ایک قانون منظور کرایا جسکی رو سے ہر شخص یہاں تک کہ معیار مالیت کے چوتھے طبقے کے افراد بھی آرخن مقرر ہو سکتے تھے [۱] چند مورخوں کا خیال ہے کہ اس موقع پر آرخنی کیلئے قرعے کے ذریعے سے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اور ڈنکر بھی اسی خیال کی تائید میں اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ اس قرعہ اندازی کا سبب یہ تھا کہ اشراف کو عمومیت کی توسیع کا کچھ معاوضہ مل جائے۔ مارا تھون کے لڑائی کے مسئلہ میں ہی ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ پولیم آرخ کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس طریقے کا رواج ارسطیدیش یا ایفیالتیس کے زمانے میں ہوا تو ہیروڈوٹس کو اسکی کیوں خبر نہ تھی۔ خود طریق انتخاب بذریعہ قرعہ نہ تو عمومی ہے اور نہ اعیانی۔ اسکا مقصد صرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اوڈیسیس سمجھا جائیگا ہیروڈوٹس اور طوسی دیدیش کا جو خیال تمسطاکلیس کے متعلق ہے اس سے تمسطاکلیس اور ارسطیدیش کی سیاسی حیثیت کے متعلق میری صحت رائے کا ایک اور قرائنی ثبوت ملجاتا ہے۔ فرقہ شرفا پرست کا طوسی دیدیش کبھی انکو برا نہیں کہتا ہیروڈوٹس جسکی بابت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمومی حکومت ایتھنز کا موئد تھا ہمیشہ اسکے حب زر کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ارسطیدیش عمومیت پسند تھا اور اسکی مزید تصدیق ارسطاطالیس کی کتاب "ایتھنزی دستور" باب ۲۳ سے ہوتی ہے۔

[۱] پلوٹارک "ارسطیدیشس" ۲۲ - بیوسولٹ ۲، ۳۳ - ۳۲۸ + پیولہمان نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں (جو میولر کی کتاب "علوم قدیمہ" ۳، ۴۰،۴ میں شامل ہے) اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فنک (بابت تمسطاکلیس" مطبوعہ ۱۸۴۹ء) کا خیال ہے کہ حق رائے دہی کی وسعت کی بنیاد تمسطاکلیس ہی نے رکھی تھی۔ پیولہمان بالکل سچ کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر ارسطیدیش کے طرز عمل سے تبدیل آراء کا ضرور اظہار ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ میرے نظریے سے جو اسناد کے حقیقی تفحص کا نتیجہ ہے اس واقعے کی آسان ترین تشریح ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ افسروں کے انتخاب میں غیر جانبداری پر امیدواروں کے تمام امکانی اوصاف قربان کیئے جائیں اسی وجہ سے قرعہ ان عہدوں کیلئیے زیادہ موزوں ہے جنمیں کسی خاص قابلیت کی ضرورت ہو۔ جب آرخنؔ کی ذاتی اہمیت مفقود ہوگئی تو پھر قرعے کے ذریعے سے انتخاب میں کچھ حرج نہیں رہا۔ اسکی ابتدا کلئیس تھنیسؔ سے ہوئی جسنے استراقی گوء، اور بریتانیس کو حقیقی عمال کی حیثیت دیدی تھی۔ اسکے ساتھ ہی قرعی انتخاب کو یونانی نظر سے ایک اور خصوصیت حاصل تھی جسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ انکے نزدیک دیوتا تمام معاملات قرعے ہی کے ذریعے سے طے کرتے تھے اسلئیے اس طریقے کو برتنے سے منتخب شدہ اشخاص میں برگزیدگی الہی کا بھی اظہار ہوتا تھا؛ [۱۸]

جب کیمونؔ یہ بتلا دیتا تھا کہ ایتھنزؔ اور اسکے کسی خاص حلیف میں کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہیئے تو ارسطیدسؔ ہی ایتھنز اور اس حلیف کے معاملات طے کرنے میں خاص حصہ لیتا[۱۹] ایتھنز ہی لیگ دراصل اس زبردست مخالف ایران یونانی لیگ کا سلسلہ اور شاخ تھی اور جو خود پیلوپونیزی مخالفہ سے نکلی تھی جسکا سرگروہ اسپارٹا تھا۔ ایتھنز نے ۴۹۰ ق م

---

[۱۸] مصنفین ماقبل (بوسخ۔ شیومان "یونان قدیم" ۱، ۳۱، ۳۵۶ وغیرہ) کی رائے میں قرعے کے ذریعے سے افسروں کا انتخاب دراصل کلئیس تھنیس کا اختراع تھا۔ ڈنکر اور میولر سٹریوبنگ کا خیال ہے کہ ارسطیدسؔ، اور ۱، میولر اور لوگیبل اور بیوسولٹ ("تاریخ یونان" ۲، ۱، ۴) کے نزدیک ایفیالتیسؔ ہی اسکا موجد تھا۔ گلبرٹ صرف کلئیس تھنیس کو مستثنے کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۶، ۱۰۹) یہ طریق انتخاب کلئیس تھنیس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسکے خلاف صرف ایک سوال پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ باوجود قرعی انتخاب کے ابتک عین وقت پر تمسطاکلیس جیسے بڑے بڑے لوگ آرخن مقرر ہوسکتے تھے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ قرعے کیسے ترتیب دئیے جاتے تھے۔ جس شخص کے نام کی گولی کلسے میں نہیں ڈالی جاتی تھی اسکا انتخاب ہونا محال تھا اور اگر صرف ایک ہی گولی ڈالی جاتی تھی تو ظاہر ہے کہ ایک ہی نکلتی تھی۔ اس طریقے کو مضحکہ انگیز سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ قرعی انتخاب کا انتظام بالکل ویسے ہی کیا جاتا تھا جیسا ازمنۂ وسطےٰ میں شہر فلورنس میں؛

[۱۹] پلوٹارک "کیمون" ۱۱ اہمیت سے خالی نہیں۔ کیمون راستہ بتاتا تھا۔ اس دور میں ہر ایک حلیف سے علیحدہ علیحدہ برتاؤ کا طریقہ عام طور پر رائج تھا؛

میں ہی اس سرگروہی کو تسلیم کر لیا تھا اور سنہ ۴۸۰ ق م اور سنہ ۴۷۹ ق م میں اسنے قطعی طور پر مان لیا تھا مگر جونہی لڑائی یورپی یونان سے ایشیا اور ہیلیس پونٹ کو منتقل ہوئی اسپارٹا سے سرگردگی کی اہلیت جاتی رہی۔ اور اسکے علاوہ اسپارٹی اور پیلوپونیزی ان حصوں میں لڑائی سے تھک گئے۔ جب اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو ایران سے نہ بچا سکا تو انھوں نے ایتھنز سے پناہ مانگی۔ ایتھنز نے انکی سرگروہی کو تسلیم کر لیا اور اسکو اپنے ہی اختیار میں رکھا۔ اس تحریک کے اولین مدارج کا علم مثل اسی قسم کے اور بہت سے معاملات کے ابتدائی حالات کے ہمکو بہت کم ہے[20]۔ صرف یہ تیقّن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب ایتھنز نے ایرانیوں کے خلاف رہنمائی اختیار کی تو اسکے نئے حلیفوں یعنی ایشیائی اور جزائری یونانیوں میں نہ کسی قسم کی ترتیب تھی نہ تنظیم۔ اور چونکہ اکثر کا یہ خیال تھا کہ ان میں جنگی قابلیت بالکل مفقود ہوگئی ہے اسلیئے وہ روپیہ دینا اور وقت پر جہاز اور سپاہی ایتھنز کے حوالے کر دینا اور باقی تمام ضروریات کو ایتھنز پر ہی چھوڑ دینا مناسب سمجھتے تھے۔ اسی لیئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ ہر حلیف کے چندے کی مقدار مقرر کر دیجائے۔ اور یہ کام ارسطیدیس نے اپنے ذمے لیا۔ اسکا طریق عام طور پر پسند کیا گیا اور ارسطیدیس کا مقرر کردہ فوروس یا خراج اس کی موت کے بہت دن بعد تک بھی بہترین تخمینہ قرار دیا گیا[21]۔ خزانہ دلوسی اپولو کے سپرد کر دیا گیا جو ایونی محافظ دیوتا تھا اور اس کا انتظام ایتھنز کے نمایندوں کے ہاتھ میں

[20] اس معاملے اور ہنسیاٹی لیگ کے قیام میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔

[21] ارسطیدیس کی موت کیلیئے دیکھو پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۶۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی موت کے مقام اور واقعات متعلقہ کی بابت تین روایتیں مشہور تھیں۔ ان میں سے اغلب وہ ہے جس کا بیوسولٹ نے ۲، ۳۶۹ اور ۳۹۷ میں ذکر کیا ہے کہ وہ پونتوس کے باضابطہ سفر میں سنہ ۴۶۸ ق م یا اس کے بعد مرا۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے شخص کی موت کے متعلق اسقدر متضاد روایات ہوں۔ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات کا تخمینہ:۔ سنہ ۴۷۷-۴۷۶ ق م ایران کے خلاف ایتھنز کی سرگردگی (بیوسولٹ ۲، ۴۴۳) سنہ ۴۶۸ ق م۔ پوسانیاس کی موت (۲، ۳۸۳)۔ غالباً سنہ ۴۷۱ ق م۔ تھمسٹاکلیس کا اخراج (۲، ۳۶۹)۔ غالباً سنہ ۴۶۸ ق م تھمسٹاکلیس کی فراری (۲، ۳۸۹) یا سنہ ۴۶۵ ق م تھمسٹاکلیس کی موت (۲، ۳۹۶) سنہ ۴۶۸ ق م کے بعد ارسطیدیس کی موت (۲، ۳۹۰)۔

رکھہ دیا گیا۔ اسطرح حلیفوں نے ایتھنز کو از خود اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اور اسکے بعد ایتھنز نے ہر ایک رعایت کو جو اسکو ایک مرتبہ دی گئی اپنا حق سمجھا۔ اور کسی حلیف کی مشارکت سے علیحدگی کی کوشش کو بغاوت قرار دیا۔ بد قسمتی سے بلحاظ یونانیوں کے اوصاف کے یہ طریق عمل انکے لیئے کسیطرح پر بھی غیر ضروری نہ نکلا۔

اسناد

متعلق باب ہفتم

ہم اسوقت اس زمانے کی تاریخ کے ابتدائی سنین کا بیان کر رہے ہیں جسکو مورخوں نے "خمسینی" کہا ہے۔ مگر یہ مدت در اصل چہل سالہ مدت ہے جو سنہ ۴۷۹ ق م میں شروع ہوئی اور سنہ ۴۳۱ ق م تک رہی۔ اسی سال میں ساموسی لڑائی ختم ہوتی ہے اور پیلوپونیزی لڑائی کے پیش خیمے سامنے آتے ہیں اور اسناد اور تواریخ دونوں کیلیئے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ تاریخ تمدن کے سوا جسکے لیئے بہت سے عظیم الشان نامکمل آثار اسوقت تک موجود ہیں اس چہل سالہ مدت کیلیئے ہم تک نہایت کم اسنادیں پہنچی ہیں۔ کتبوں کے سوائے جنمیں سے بعض نہایت اہم ہیں مگر جو ہم تک غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ ہمارا علم محض قدیم تواریخ تک محدود ہے۔ یہ تواریخ دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں ایک تو کم و بیش سنوی وقائع اور دوسرے سوانح عمریاں طوسی دیدیش اور دیودورس پہلی طرز کے اسناد ہیں اور پلوٹارک کی لکھی ہوئی تھمسطاکلیس، ارسطیدیش کیمون اور فارقلیس کے سوانح عمریاں دوسری شق میں آتی ہیں۔ نکیاس اور الکی بیادیس کی سوانح عمریاں در اصل پیلوپونیزی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ منجملہ ان تمام اسنادوں کے طوسی دیدیش ہی واقعات کا قریباً ہمعصر ہے اور جو کچھ وہ لکھتا ہے اسکی بنا ذاتی واقفیت پر مبنی ہو سکتی ہے۔ اسکی تصانیف کے مطالعے سے اسباب کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اسنے اکثر سچ کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ پہنچ بھی گیا۔ آجکل کے بعض مورخوں نے اسکے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جسکے لیئے اکیسویں باب کے حاشیے دیکھنے چاہئیں۔ جب مصنفین مابعد کو کسی امر میں طوسی دیدیش سے اختلاف ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کو

طوسی دیدش سے بہتر معلومات بہم پہنچ سکتی تھیں؟ آیا انکی معلومات کا طوسی دیدش کے ذرائع سے بہتر قابل وثوق ماخذ تھا؟ یہ کافی نہیں کہ محض ان مصنفین کے نام بتا دئیے جائیں جن سے اُنھوں نے اقتباس کیا ہو اسلیئے کہ ممکن ہے کہ جو مصنف کتاب کا اصل ماخذ ہو اسی سے اقتباسات کم کئے گئے ہوں۔ اسلیئے ان اقتباسات کو نظر انداز کر کے ہیں یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ کن کن اسنادوں کو استعمال کیا گیا اور کون سی اسناد کو وہ استعمال کر سکتے تھے اور کسطرح انھوں نے ان اسنادوں سے استفادہ کیا۔

اس پچھلی بات کے متعلق جسکی اہمیت بہت زیادہ ہے، عرصہ دراز تک اہل علم کا یہ خیال رہا کہ دیودورس اور پلوٹارک نے اپنے اسناد کی نقل کرنے میں کورانہ روش اختیار کی ہے اور یہ نقول لفظ بہ لفظ پلوٹارک اور دیودورس کے تصانیف میں مل سکتی ہیں۔ لیکن یہ رائے اب تقریباً ناقابل قبول رہ گئی ہے اور کم سے کم پلوٹارک کے متعلق تو اب کوئی اس خیال کا موید نہیں رہا۔ ہر ایک قدیم مورخ کا طریقہ بھی ویسا ہی جدا تھا جیسا کہ اب ہمارا بعض تو صرف اپنے اسناد کے ساتھ ہی چلتے تھے اور بعض نفس مضمون پر روشنی ڈالتے تھے۔ پلوٹارک دہیاتی اور نقاش تھا، اور دیودورس سے زیادہ آزادی کے ساتھ تاریخی مواد پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ معلوم کرنا کہ کہاں ایک نئی سند کا استعمال ختم اور دوسری سند کا شروع ہوتا ہے پلوٹارک میں بہ نسبت دیودورس کے زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہیں کہ پلوٹارک یا دیودورس نے تاریخی مواد کا بہترین استعمال کیا اور اسکے مفہوم کو صحت کے ساتھ ادا کیا یا نہیں تو ہمکو فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی صحت اس پائے کی نہیں ہے جسپر پورا اعتبار کیا جاسکے دیودورس نے اسلیئے غلطیاں کی ہیں کہ وہ اس ذخیرۂ اسناد کو نہ سمجھ سکا جو اسکے سامنے تھا۔ اور جیسا ہم تفصیلاً بعد میں بیان کرینگے پلوٹارک کو بہ نسبت فرداً فرداً ہر ایک واقعے کی صداقت کے نفس زندگی کی خاص اہمیت سے زیادہ بحث تھی۔ بدیں وجوہ پلوٹارک اور دیودورس دونوں کی تصانیف کے استعمال میں بہت سی مشکلات ہمارے سامنے آئینگی۔ انکے سلسلۂ بیان کی قدر اس وجہ اور بھی کم ہو جاتی ہے کہ سوائے طوسی دیدش کے باقی تمام قدیم اسناد جنکا انھوں نے اعتبار کیا ہو گا بلاشبہ قطعی بیکار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسے مصنف ہیں جنسے ان دونوں نے حقیقتہً مدد لی ہوگی۔ موجودہ تحقیقات جسکی بہترین مثال کیلیئے دکھو ل، ہولتسا پفیل "تجسس متعلق تاریخ یونان

از ۴۸۹ سنہ ق م تا ۴۱۳ سنہ ق م"۔ لائپزگ ۱۸۸۹ء) سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کے اصل ماخذ ایفورس اور تھیوپومپس تھے۔ اور جن دوسرے مورخوں سے انھوں نے مدد لی وہ نہ توان دونوں سے زیادہ قدیم ہیں اور نہ ان سے زیادہ قابل وثوق۔ ایفورس اور تھیوپومپس دونوں چوتھی صدی ق م میں تھے اور اسلئے انکے اور "خمسینی" کے واقعات میں ایک صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ ۴۸۰ سنہ ق م سے ۴۴۰ سنہ ق م تک کے جو واقعات انھوں نے لکھے ہیں انکے ماخذ محض ادبیات ہی ہو سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوا، طوسی دیدیش کے اور کوئی ایسی تحریر ان کے پاس موجود بھی تھی یا نہیں۔ اور کیا ایفورس اور تھیوپومپس کو قابلیت یا خواہش ان چالیس سال کے صحیح واقعات دریافت کرنے کی تھی بھی یا نہیں۔ موخرالذکر کی بابت تھیوپومپس نے اپنی "تاریخ فیلقوسی" کے دسویں مقالے میں اس مدت کا ذکر کرنے میں صرف اس غرض سے مضمون نگاری کی ہے کہ اتیھنزی عمومیت کے نقائص دکھائے اور اسکی بیخ کنی کر سکے۔ ایفورس کا مقصد ضرور اس عہد "خمسینی" کی تاریخ لکھنا ہے۔ گو پہلے تو فریکے وغیرہ نے ایک عرصۂ دراز تک اسے قابل اعتبار مصنف قرار دیا ("تحقیقات ماخذہائے پلوٹارک متعلق تخیاس والکبیادیس"، لائپزگ ۱۸۶۹ء) لیکن آخرین تحقیقات سے وہ قطعی ناقابل اعتبار ثابت ہو چکا ہے۔ بوسولٹ نے اپنی "تاریخ یونان" کی دوسری جلد میں قطعی طور پر [illegible] ثابت کر دیا ہے کہ یہ مصنف کسی صورت سے سچا نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ بعض مرتبہ تو اس کا جھوٹ فریب کی حد تک پہنچ جاتا ہے (بوسولٹ ۲، ۱۰۵-۱۰۶، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۴، ۱۷۴، ۲۲۱، ۴۴۴ وغیرہ) ایفورس اور تھیوپومپس دونوں اہل بلاغت تھے اور مشہور بلیغ السقراطیس کے شاگرد تھے۔ انھوں نے تاریخ اظہار واقعات کیلئے نہیں بلکہ اپنی فصاحت دکھانے اور محض ادبی تعلیم کی خاطر لکھی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انکا مقصد واقعات کو سلجھانا تھا تو بھی وہ سوا، طوسی دیدیش کے کہاں سے واقعات اخذ کر سکتے تھے؟ اول تو انکے زمانے میں سرکاری نوشتے مثلاً تجاویز عموم، حسابات وغیرہ ضرور موجود ہونگے اسلئے کہ انمیں بعض ہم تک بھی پہنچے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ انکا معتدبہ استعمال کیا گیا ہو۔ سب سے پہلا شخص جسنے ان ماخذہائے تاریخ کی طرف اس سیاسی تحقیقات کی خاطر جسکا اصلی موجد ارسطاطالیس تھا، توجہ کی وہ اتیخ گونس گونا تاس کا بھائی کراتیرس تھا۔ [illegible]

"تجاویز ایتھنز" مرتب کی جسکا پلوٹارک میں بھی ذکر ہے۔ اسکے ساتھ چند اور مصنف گزرے ہیں جو عہد "خمسینی" میں تھے اور جنکی تحریرات سے الفورس اور تھیوپومپس نے اتنی ہی مدد لی ہوگی جیسے انہوں نے طوسی دیدش سے مدد لی۔ اور جیسا خود پلوٹارک نے کیا ہے۔ مگر ہر امکانی حیثیت سے انکی تحریرات کچھ کم مایہ تھیں۔ وہ تحریرات خیوسی ایون نے اپنی کتاب اپی دیمیائی میں دیئے ہیں اور ستیسمبروتس ساکن تھاسوس کی وہ کتابیں ہیں جو اسنے ثمسطاکلیس، طوسی دیدش اکبر اور فارقلیس پر تصنیف کی ہیں۔ یہ تصانیف دراصل محض تذکروں کے تحت میں آسکتی ہیں لعد پلوٹارک نے انکے متعلق سوانحعمری فارقلیس میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ بالکل درست ہے (فارقلیس ۱۳) ایون نے تو اہم واقعات کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اور باوجود شمڈٹ کی کوشش کے ("دور فارقلیس" جلد ۲) ستیسمبروتس تاریخ یونان میں اس اہمیت کو نہیں پہنچا جو شمڈٹ اسکو دینی چاہتا ہے۔ ایسی شبہ نہیں کہ جیسا شمڈٹ کا خیال ہے اگر ستیسمبروتس ہی "خمسینی" کیلئے پلوٹارک کا اصل ماخذ تھا اور اگر اسپر اعتبار کیا جاسکے تو ایسی صورت میں ۴۸۰ ق م سے ۴۳۰ ق م کے واقعات کے متعلق ہمارا علم قابل اطمینان ہوجائیگا مگر شمڈٹ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے کہ پلوٹارک نے اس مورخ سے کچھ زیادہ مدد لی تھی، اور نہ وہ ستیسمبروتس کو اس الزام سے بری کرسکا ہے کہ اسنے محض بازاری گپ کو ضبط تحریر میں لانے پر اکتفا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن واقعات کا سرچشمہ ستیسمبروتس قرار دیا جاتا ہے وہ صحیح طور پر کچھ مشکوک سمجھے جاتے ہیں۔ (بیوسولٹ ۲، ۹، ۴) حال ہی میں حقیقت واقعی تک پہنچنے کا ایک اور راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر، بیوسولٹ اور بعض دیگر مورخین کی یہ رائے ہے کہ الفورس نے اپنی تصنیف کا ایک معتدبہ حصہ کسی اٹیکائی سے نقل کیا ہے۔ یہ قرار داد فی نفسہ اہم ہوتی اسلیئے کہ مقامی تجسس بہت سی نئی معلومات کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بہ نسبت تاریخ کے قدیمیات کیلیئے زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسرے اٹیکائی وقائع نگار ۳۵۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اسلیئے وہ الفورس سے کچھ زیادہ اہم نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان پر آجکل زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور بیوسولٹ (۱، ۳۶۳) کے نزدیک انکی تحریرات خودستائی اور ناقابل وثوق تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ ساموسی دورس کے وقائع کے بھی (جو چوتھی صدی کے آخری حصے میں لکھے گئے تھے) ممکن ہے کہ مقامی اہمیت ہو۔ مگر ان تمام

مصنفین کے متعلق ہمارا صرف ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے نام و نمود کیلئے ہر قسم کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر اپنی تحریرات انسے پُر کر دی ہوں، خواہ وہ واقعات سچے ہوں یا جھوٹے۔

تبصرۂ بالا پر نظر کرکے سنہ ۴۸۰ ق م سے سنہ ۴۳۱ ق م تک کے تاریخ کے اسناد کی قیمت کا اندازہ مفصلہ ذیل ہے۔

صرف طوسی دیدش ہی قطعی طور پر قابل اعتبار ہے۔ غالباً اسکی رائے پہلا نکو پیش کا تتمہ لکھنے کیلئے سچ تھی اسلیئے کہ اسنے بہت کم واقعات کا اعادہ کیا تھا (طوسی دیدش ۱، ۹۷)۔ مگر خود طوسی دیدش نے بھی ان واقعات کو جو ایتھنز کے عروج کا باعث ہوئے محض اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ نوشتوں سے نہ صرف اسکے بیانات کا تکملہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اسکی تصحیح بھی ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دیودورس، پلوٹارک یا دیگر مصنفین مابعد اسکے خلاف ہوں تو انھیں رد کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو پھر جیسا مصنف ہو اور جیسی اسکی تحریر کی حقیقی قیمت ہو اتنا ہی اسپر اعتبار کیا جائے۔ ان مصنفین مابعد کی تصانیف سے اس حصہ تاریخ (مثلاً تاریخ تمدن) کو جسکا سنویات پر زیادہ انحصار نہیں، بہت مدد مل سکتی ہے۔ اور اسکی ایک مثال پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس ہے۔

مگر سنویات کیلیئے ان مصنفین مابعد کی کوئی وقعت نہیں اور اسکے متعلق دیودورس اور پلوٹارک کو غلط اہمیت دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث "دور خمسینی" کے سنویات کا سوال ہے جسکے واقعات پر حال میں مفصلہ ذیل مصنفین نے تنقید کی ہے:۔

(۱) ک، و، کریوگر: "تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" جلد ۱۔ سنہ ۱۸۳۶ء۔
(۲) ا، اشیفر: "واقعات بعد جنگ ایران من ابتداء لیگ سہ سالہ" لائپزگ۔ سنہ ۱۸۶۵ء۔
(۳) انگر: "ماخذہائے دیودورس" جلد ۲ سنہ ۱۸۷۸ء۔
(۴) و، پیرسن: "طوسی دیدش کا بیان "خمسینی" کے واقعات کے متعلق" سنہ ۱۸۶۹ء۔
(۵) فونکلو اڑدسن کی تصانیف سے اقتباسات بعد میں آئینگے۔
(۶) دنکر "تاریخ قدیم" ۸ و ۹۔
(۷) بیوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۲ جسمیں ہر ایک واقعے پر مدلل بحث کیگئی ہے۔

مختلف علماء کے اخذ کردہ دلائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی عام طور پر مصنفین کا یہ خیال ہے کہ فردی واقعات کے متعلق قطعی نتائج پر پہنچنا ممکن ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اسکے برخلاف یہ ثابت کرسکونگا کہ ہماری اسناد اس قسم کی ہیں کہ ہمارے لیئے محفوظ طریقہ یہی ہے کہ ہم سنوی نتائج کو قطعی ماننے کیلیئے تیار نہ ہوجائیں۔

طوسی دیدش میں بہت کم تاریخیں دی ہوئی ہیں، اسکے خلاف دیودورس ہر واقعے کی ترتیب سنین واقعے کے موافق کرتا ہے۔ اسپر ہر کس و ناکس یقین کرسکتا تھا اور عرصۂ دراز تک یقین کیا بھی گیا) کہ دیودورس کے سنویات تاریخ کی بنیاد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ مگر فولکوآرڈسن ("تجسسات متعلق ماخذ ہائے دیودورس" ۱۱-۱۶ کیل ۱۸۶۸ء) نے یہ قطعی طے کردیا ہے کہ الفورس نے جسپر مشرقی یونان کی تاریخ کے لیئے دیودورس پورا اعتماد کرتا ہے بلا قید سنین اپنی تاریخ لکھی تھی اور میں نے اپنی "تاریخ سسلی" میں اس واقعے کیلیئے تازہ شہادت جمع کی ہے۔ دوسرے حال کے دیگر محققین نے جو نظریے دیودورس کے ابتدائی سنین کے متعلق قائم کیئے ہیں انسے اسکی افادیت بطور سنوی مورخ کے اور بھی کم ہوجاتی ہے۔ خود انگر کے بھی عجیب و غریب مفروضے سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی مگر اسکا بیان حال ہی میں کیا جائیگا۔

میرا خیال ہے کہ صفحات آئندہ میں یہ ثابت کردونگا کہ گو دیگر عہدوں کی سنوی تعین میں دیودورس صحت کی پابندی کرتا ہو (جنگ پیلوپونیز کے واقعات تو اسنے نہایت لگاڑ کر پیش کیئے ہیں حالانکہ اسکی امداد کیلیئے بہترین مواد موجود تھا۔ دیکھو فولکوارڈسن ۱۰۱) مگر اسنے "خمیسنی" اور خاصکر ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے حصۂ اولین کے واقعات کے متعلق ایک محض مصنوعی سنوی تسلسل قائم کرکے اپنی تاریخ کے پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ تاریخی زمانے میں اخباری طرز قائم رکھے اور ٹھیک اس جگہ پہنچ کر اسناد نے اسے کچھ مدد نہ دی۔ اسکی غلطی کا سب سے بیّن ثبوت جو اس سے باوجود اسکی بہتر علمیت کے سرزد ہوئی ہے "۱۱-۶۰-۶۲" میں ہے جہاں اس نے کیمون کے تمام کارنامے ایک ہی سال میں دکھائے ہیں گو اسے یہ علم ضرور ہوگا کہ وہ سب واقعات ایک ہی سال میں ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔ دراصل دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کی تاریخ کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی ہے اور اس کا اخباری ڈھانچہ

محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے؛

دیو دورس کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے [اسمیں میں نے (الف) (ب) (ج) وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ شقوں میں تقسیم کیا ہے اور مغربی یونان کے واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے جسکے لیئے دیو دورس اکثر تماٹیس کا تتبع کرتا ہے]:—

(الف) ۱۱، ۳۷۔ ستوس کی تسخیر۔ ۴۷۹ قم؛

(ب) ۱۱، ۳۹، ۴۰۔ ایتھنز کی دیوار ونکی تعمیر۔ ۴۷۸ قم؛

(ج) ۱۱، ۴۱-۴۳۔ پرئی اس کے استحکامات۔ ۴۷۷ قم؛

(د) ۱۱، ۴۴-۴۶۔ پئوسانیاس کا خاتمہ۔ ۴۷۷ قم؛

(ہ) ۱۱، ۴۷۔ ارسطیدیش کی تدابیر۔ ۴۷۷ قم؛ (۱۱، ۴۸ لیوتی خدیس کی موت کا بیان، جو ۴۷۶ قم میں واقع ہوئی، ایک اور محض سنوی ماخذ سے لیا گیا ہے)؛

(و) ۱۱، ۵۰۔ ایران کے خلاف سیادت سے اسپارٹا کی دستبرداری ۴۷۵ قم؛

(ز) ۱۱، ۵۴-۵۹۔ تمسطاکلیس کا زوال ۴۷۱ قم؛

(ح) ۱۱، ۶۰-۶۲۔ کیمون کی تدابیر۔ ۴۷۰ قم؛

(ط) ۱۱، ۶۳-۶۴۔ اسپارٹا کے جنگ میسنیا کے باغیوں کے خلاف ۴۶۹ قم؛

(ی) ۱۱، ۶۵۔ می کے نائے کی شکست۔ ۴۶۸ قم؛

(ک) ۱۱، ۷۰۔ ایتھنزیوں اور انکے حلیفوں کے تنازعات۔ ۴۶۴ قم؛

(ل) ۱۱، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۷۷۔ مصر کا بیان الیفیا لنفس تک ۴۶۳ قم تا ۴۶۰ قم؛

(م) ۱۱، ۷۸۔ ایتھنز کے کارنامے، اپیداورس اور ائی گینا کے ساتھ جھگڑے ۴۵۹ قم؛

(ن) میگارا ایتھنز کا ساتھ دیتا ہے۔ می رونڈیس کی فتح؛

یہ واقعات کی چودہ فہرستیں ہوئیں جنمیں ہر ایک بذاتہ مکمل ہے؛ انمیں سے بارہ فہرستوں کو دیو دورس نے ایک ہی سال میں رکھا ہے؛ ۱۱، ۶۴ میں دیو دورس کہتا ہے کہ میسنیا کی بغاوت (ط) دس برس متواتر رہی۔ ۱۱، ۸۴ کے مطابق اسکا اختتام جو دھویں سال ہوا۔ اور یہاں اسکو ایک ہی سال میں ختم کر دیا گیا ہے؛ صرف مصر کے ہی واقعات (ل) ایسے ہیں جنکو چار سال پر پھیلایا گیا ہے؛ تسلسل واقعات دراصل مفصلۂ ذیل تھا:—

۱۔ (ب) اور (ج) ممکن ہے کہ ایک ہی سال میں ہوئے ہوں۔ مگر یہ خلاف قیاس ہے؛

۲۔ (د) اور (ہ) میں کئی سال لگے۔

۳۔ (و) یعنی اسپارٹا کی دست برداری دراصل (د) اور (ہ) کے فوراً بعد آنا چاہیئے۔ مگر یہاں ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے۔

۴۔ (ز) (ح) اور (ک) یعنی تھمسطاکلیس کا زوال، کیمون کی تدابیر اور انھٹریوں کے تنازعات میں ایک ایک سال سے زیادہ عرصہ ضرور لگا ہوگا۔

گویا بارہ فہرستوں میں سے یقیناً پانچ اور غالباً دو اور ایسی ہیں جنکو ایک ایک سال میں محدود کر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس سے دیودورس بطور ایک محقق سنویات کے بالکل غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اسبات پر اصرار کیا گیا ہے کہ واقعات کی صرف ظاہری صورت ہی اسکے خلاف ہے۔ اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ وہ مختلف واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے اور (ط) میں تو وہ خود اسکا مقر ہے۔ اگر یہ سب اسنے کسی خاص اصول کو مدنظر رکھکر کیا ہے اور اگر یہ اصول کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اسکے تسلسل واقعات سے ہمیں مدد مل سکے۔ انگر اور بعض دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ دراصل ان تمام واقعات کو جو کسی خاص سال میں شروع ہوئے ہوں اسی سال کے متعلق کر دیتا ہے اور اسکی پروا نہیں کرتا کہ بعض واقعات اس سال کے بعد بھی جاری رہے ہوں۔ مگر اس اصول کا تطابق اتنا مشکل ہے کہ فولکوارڈسن اور ہیوسولٹ تو یہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک مجموعہ واقعات کسی خاص واقعے کے سال کے تحت رکھا گیا ہے" (ہیوسولٹ ۲، ۱۴، ۳۱)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ کسطرح معلوم ہو کہ اسکے نزدیک وہ خاص واقعہ کونسا ہے۔ مثلاً وہ کونسا واقعہ ہے جو سنہ ۴۶۴ ق م میں پیش آیا اور جسکی وجہ سے پوسانیاس کا زوال اور ارسطیدیش کی تدابیر اس سنہ میں رکھی گئیں۔ یوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اخیر واقعہ سے ہی دیودورس نے تاریخ کا تعین کیا ہو (باب ۱۱، ۴ و ۶۳)۔ میری رائے یہ ہے کہ ان تمام نظیروں کے تطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غلط اور بیکار ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ دیودورس نے سنہ ۴۷۹ ق م سے سنہ ۴۵۹ ق م تک کے واقعات کی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ جہاں ایفورس چھوڑ گیا تھا وہاں سے واقعات کو شروع کر دیا اور سلسلۂ بیان میں مختلف آرخنوں کے نام جہاں جی چاہا لکھ دیئے۔ یہ سلسلۂ بیان باقاعدہ اور مرتب ہے اور مفصلۂ ذیل ہے:۔

ستوس کی تسخیر کے بعد جب جنگ ایران ختم ہو جاتی ہے۔

(الف) ایتھنز شہر کی دیواریں تعمیر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی آزادی قائم رکھ سکے (ب)۔
اور ساتھ ہی پِرے اُس کے استحکامات درست کرتا ہے (ج)۔
ایتھنز کی قوت بڑھ رہی ہے اور اسپارٹا کو پئو سانیاس کے رویّے کی وجہ سے زوال۔
ہو رہا ہے (د)۔
اسلئے ایتھنز ایک نئی لیگ کا اپنے آپ کو سرگردہ بناتا ہے (ہ)
اور اسپارٹا گویا بحری سیادت سے دست بردار ہو جاتا ہے (و)
مگر ایتھنز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ تمسطاکلیس کا حشر بھی پئوسانیاس
کے مثل ہوتا ہے (ز)
یہ سچ ہے کہ ارسطیدیس نے ایک بحری لیگ قائم کر دی ہے مگر بجائے اسکے کیمون
کے سر ہی فتح کا سہرا رہتا ہے (ح)۔
اسی دوران میں اسپارٹا کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایک بڑے
زلزلے کے بعد ہیلوٹ بغاوت کر دیتے ہیں اور میسینیا میں اسپارٹیوں کی
مقاومت کرتے ہیں (ط)۔
آرگوس کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنا اقتدار بڑھائے اور مِی کینائی کو برباد کر دے (ی)
ایتھنز کی مشکلات دوسری قسم کی ہیں۔ انکا اصل سبب اسکی بڑی قوت اور اپنے
حلیفوں کے معاملات میں مداخلت اور بدنصیب مصری مہم ہے (ل)۔
پیلوپونیزی اسی موقع سے فائدہ اٹھاکر ایتھنز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (م-ن)
مفصلۂ بالا ایک عمدہ اور باقاعدہ بیان ۴۷۹ء ق م سے ۴۳۹ء ق م تک کے واقعات
کے ارتقا کا ہے۔ جزئیات کا اندراج صرف دو صورت سے ممکن تھا۔ یا تو اخبار کی طرز اختیار
کی جاتی۔ مگر ایسی صورت میں اسپارٹی اور ایتھنزی واقعات کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا پڑتا
اور کیمون اور پئوسانیاس وغیرہ کے کارنامے اسی خلط آمیز طرز پر ترتیب دینے پڑتے۔
دوسرے یہ ممکن تھا کہ مصنف ان واقعات کو جو ایک ہی برس کے اندر گزرے ہوں ایک ساتھ
نہ لکھے بلکہ ان واقعات کو مجموعی طور پر بیان کرے جنکا ایک دوسرے سے کوئی اندرونی تعلق ہو۔
موخر الذکر طریقے پر افوروس نے عمل کیا ہے۔ اگر وہ سنین کو بھی بیان کرنا چاہتا تو ایک ہی سنہ کا مختلف
تقسیموں کے تحت ذکر آتا۔ مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ افوروس نے ایسا کیا ہو۔ اب دیودورس

کو لیجئے۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تاریخی زمانے کے واقعات کو اخبار کی شکل میں لکھے مگر اسکی تحریرات کا اکیلا ماخذ الیفورس تھا۔ مگر الیفورس نے اس طریقے سے اپنی تصنیف مرتب نہیں کی تھی اور الیفورس ہی کی اس نے نقل کی تھی۔ پھر ایسے وقائع کسطرح دستیاب ہوئے؟ اس نے نہایت اطمینان سے مختلف سنین الیفورس کے مختلف سرخیوں کے سامنے رکھدیئے جنکو الیفورس نے تشابہ مطالب کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ مفصلۂ ذیل تمثیلات سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ اسکی سنویت نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ترمیموں کے بعد بھی قطعی بیکار ہے + + اگر واقعہ (د) [پوسانیاس] سنہ ۴۷۷ ق م سے شروع ہو سکتا ہے جسکے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں (قبرس) تو پھر ایسی صورت میں سنہ ۴۷۷ ق م میں ہی واقعہ (ہ) (ارسطیدش) ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ جو الفاظ ا، ۱۱، ۴۶ میں استعمال کئے گئے ہیں اور جن میں پوسانیاس کی پبلک زندگی کے پہلے سال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی سال کے لیئے کسی صورت سے استعمال نہیں ہو سکتے۔ بدیں وجوہ ارسطیدیش کیواسطے دیودورس کی سنویت کا استعمال قطعی ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ واقعہ (ح) [کیمون کے تدابیر] سنہ ۴۷۷ ق م میں شروع نہیں ہو سکتا بلکہ اسے سنہ ۴۷۶ ق م میں شروع ہونا چاہیئے۔ اور یہ قول تو بالکل فضول ہے کہ کیمون کی پبلک زندگی سنہ ۴۶۳ ق م میں ختم ہو گئی ہو گی اس لئے اس سنہ کے متعلق کیمون کا کوئی کارنامہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوا۔ اس کے سوائے تھاسوس کی فتح کے بعد (جو ممکن ہے سنہ ۴۶۴ ق م میں ہو گئی ہو) واقعہ (ک) میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند (مثلاً ای گینا کی علیحدگی) سنہ ۴۵۹-۵۰ ق م تک ہیں اور بعض (جیسے ایمفی پولس کا تصفیہ۔ ہیوسولٹ ۲، ۳، ۱۴) سنہ ۴۶۶-۶۵ ق م تک ہوئے ہونگے۔ اگر ہمیں دوسرے ماخذوں سے نہ معلوم ہوتا کہ (ک) کے بعض واقعات دیودورس کے دیئے ہوئے سنین سے پہلے ہی ہوئے تھے تو اس قسم کے کسی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہتی۔ دیودورس میں تو اسکے متعلق اشارہ بھی نہیں۔ آخر الامر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیودورس اصلی نہیں بلکہ مصنوعی سنویت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ تسلسل واقعات ترتیب مطالب پر مبنی ہے اور تسلسل سنین یا تو گمراہ کنندہ ہے ورنہ محض بیکار ہے +

اب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ دیودورس اور الیفورس ملکر موٹے موٹے واقعات کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہم تک پہنچاتے ہیں مگر جہانتک سنین کا تعلق ہے بالکل بیکار ہیں۔

ہم کو ان ماخذوں کا بھی علم ہے جہاں سے الیفورس نے اپنے بیان کا ڈھانچہ لیا اور جسمیں اسنے ایک خاص تعداد سلسلہ وار واقعات کی بھر دی ۔اِس کا اصلی ماخذ طوسی دیدش تھا اور خود طوسی دیدِش بھی سنین کی تخصیص نہیں کرتا۔ اگر ہم طوسی دیدش کی فصلوں پر عربی حروف تہجی ڈالیں تو مفصلہ ذیل سلسلوں کا ایک دوسرے سے تطابق ظاہر ہو جائیگا:-

(الف) = "الف"۔ طوسی دیدِش - ا' ۸۹ ؛
(ب) = "ب"۔ طوسی دیدِش - ا' ۹۰- ۹۳ ؛
(ج) = "ج"۔ طوسی دیدِش - ا' ۹۳' ۳ ؛
(د) = "د"۔ ا' ۹۴-۹۵- واقعات مابعد کے ساتھ - ا' ۱۲۸-۱۳۴ ؛
(ہ) = "ھ"- ا' ۹۶ ؛
واقعہ (و) طوسی دیدِش میں علٰحدہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ "د" میں شامل ہے ۔اِس کے ساتھ ہی اسکی ایک ذاتی رائے ا' ۹۷ میں درج ہے جسکے بجائے الیفورس نے واقعہ (و) رکھدیا اور جسمیں اسپارٹی واقعات اور ہیتوئماریدلیس کا بیان ہے ؛
(ز) کو طوسی دیدِش بہت بعد میں بیان کرتا ہے یعنی ا' ۱۳۵-۱۳۸ میں ؛
(ح) کی ترتیب دیودورس نے ا' ۹۸ اور ا' ۱۰۰ کے ذریعے سے دی ہے۔ اور ان واقعات کی سنویت کا طوسی دیدِش نے زیادہ لحاظ کیا ہے ؛
(ط) = "ط"- ا' ۱۰۱ - ۱۰۳- مگر ۱۰۲ میں تسلسل ٹوٹ گیا ہے ؛
واقعہ (ی) صرف دیودورس میں ہے اور اسکا بیان صرف اسلئے کیا گیا ہے کہ ۱۰۲ میں طوسی دیدِش میں محض آرگوس کا ذکر کر دیا تھا ؛
(ک) = "ک"- ا' ۹۸' ۹۹' ۱۰۱ ؛ یہاں یہ عیاں ہے کہ دیودورس نے اِن واقعات کو انکے ابتدائی سالوں کے تحت نہیں رکھا۔ بلکہ انکے ترتیب کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے ؛
(ل) = "ل"- ا' ۱۰۴' ۱۰۹' ۱۱۰ ؛
(م) = "م"- ا' ۱۰۵ ؛
(ن) = "ن"- ا' ۱۰۵ - ۱۰۶ ؛

پس ظاہر ہے کہ دیودورس کی خواہ کوئی بھی سند ہو مگر وہ عموماً طوسی دیدِش کے

تسلسل واقعات کا تتبع کرتی ہے مگر سنویت کو نظر انداز کر کے واقعات کو انکے نفس مطلب کی بنا پر ہی ملانا کافی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیموںن کا ذکر کیوں سب سے پہلے ایسے بے تعلق فقرے میں ہے جو سنوی اعتبار سے بالکل بے میل ہے۔ دیودورس کو پہلے پئوسانیاس ارسطیدس اور تمسطاکلیس کا خاتمہ کرنا مقصود تھا۔ اور چونکہ تمسطاکلیس تماشاگاہ سیاسیات پر ۴۷۶ ق م سے پہلے نہیں آسکتا تھا اس لئے کہ اس سے قبل ہی پئوسانیاس کا خاتمہ ضروری تھا اور کیموںن کو ۴۶۸ ق م تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۴۷۵ ق م سے ۴۶۹ ق م تک کے سال خالی رہ گئے۔ مگر دیودورس نے انہیں سسلی کی تاریخ کے واقعات بھر دئے۔ غالباً اس کے لئے تمائیس سے جو سنوی اعتبار سے زیادہ باوقعت مصنف ہے واقعات لئے گئے ہیں۔ مگر ان سنین میں ایتھنز میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے میرا وہ مفروضہ اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے کہ دیودورس نے واقعات الیفورس سے لئے جسنے انکی ترتیب محض تشابہ مطالب کے اعتبار سے دی تھی اور ہر ایک فصل کے شروع میں کم و بیش من مانی تاریخیں لکھ دیں۔

یہ سچ ہے کہ حال ہی میں اُنگر نے اپنی کتاب میں جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے دیودورس کی سنوی شہرت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اُنگر فرض کر لیتا ہے کہ دیودورس نے ان سنین کے اوائل کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو الیفورس میں مذکور تھے۔ اور اس طرح خود اُنگر کو بھی تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ دیودورس نے کئی کئی سال کی تاریخ ایک ہی سال میں جمع کر دی۔ مگر اس کی یہ قطعی رائے ہے کہ مجموعۂ واقعات کے پہلے واقعے کا یہ سال ہے اسلئے دیودورس کی سنویت کسی قدر کارآمد ہے۔ مگر اُنگر کا کیموںن کی سی اہم شخصیت کے حالات میں بالکل تتبع نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی کوئی مورخ ہوگا جو اسکی اس رائے سے اتفاق کرتا ہو کہ آئی اون کی تسخیر ۴۷۰ ق م تک عمل میں نہیں آئی۔ خود اُنگر بھی بہت سی باتیں ماننے کیلئے طیار نہیں۔ مگر انکے متعلق اسکا ایک نہایت عجیب و غریب نظریہ ہے۔ اسنے دیکھا کہ دیودورس کسی خاص سال کے واقعات کو اس سال سے پہلے کے موسم خزاں سے شروع کرتا ہے۔ لہذا وہ اس نتیجے پر پہنچا الیفورس نے (جس کا دیودورس نے ضرور تتبع کیا) دراصل مقدونوی سنہ کو جو موسم خزاں سے شروع ہوتا تھا اپنے وقائع کی بنیاد قرار دیا۔ یہی خیال ہیوسولٹ کا بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیودورس ان مشرقی واقعات کا بیان جو ۴۸۰-۴۷۹ ق م میں پیش آئے ان حالات سے شروع کرتا ہے جو

۷۹-۸۰-۴۸۱ قم ہوئے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی اصلی وجہ وہ تھی جو انگر نے فرض کرلی ہے خود انگر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقے پر سال کو شروع کرنے کا متواتر عمل نہیں کیا گیا۔ اور جب ہم ان واقعات کی اصلیت پر غور کرتے ہیں جنھیں دیودورس نے اصل سال کے بعد بیان کیا ہے تو ہم ایک بالکل مختلف نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہ واقعات اس قسم کے ہیں جنکا تعلق در اصل بحیثیت نفس مضمون اگلے سال سے ہے اور اسی لئے الیفورس نے انھیں آئندہ سال کے واقعات کے ساتھ رکھا ہے۔ مثلاً زرکسنر کی مہم ۴۸۰ قم میں ہی بیان کرنی تھی دیودورس کو کیا ضرورت تھی کہ مہم کی طیاریوں کو جنھیں وہ خوب جانتا تھا کہ ۴۸۱ قم میں کی گئی ہونگی اصل واقعے سے علحدہ کردے؟ اسطرح بہت سے واقعات جو نفس مضمون کے اعتبار سے کسی خاص مجموعی واقعات سے متعلق تھے نہایت آزادی کے ساتھ اصل سنہ سے ہٹاکر آئندہ کسی سال میں رکھ دئے گئے۔ یہ بات تیقن کے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ الیفورس نے واقعات کو ان کے نفس مطلب کے اعتبار سے بیان کیا، درآنحالیکہ انگر کا خیال کہ انکی سنویت بھی درست ہے نہیں مانا جاسکتا۔ اگر اسے اس قسم کی صحت کا لحاظ ہوتا تو پھر اسکا طرز عمل کیا ہوتا؟ وہ غالباً زرکسنر کی پیش قدمی کے بیان میں یہ کہتا: "اب مقدونوی سال شروع ہوتا ہے، زرکسنر اپنی فوج کو جمع کرتا ہے۔ اسکے بعد موسم بہار شروع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔" اور اگر واقعات متوازی ہوتے (جیسے پوسانیاس اور ارسطیدیس کے حالات)، تو وہ غالباً مقدونوی سنہ کی ابتدا کا حال کئی مرتبہ کرتا اسلئے کہ مقدونوی سنہ ہر سال کے واقعات کے اختتام سے ذرا پہلے شروع ہوا کرتا تھا۔ میں اس معروضے کے ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں اور اس سے الیفورس کے لئے ایک ایسا طرز عمل اختراع کیا جاتا ہے جس سے وہ خود ہرگز واقف نہ تھا۔

اب ہم مختصراً دیودورس کی ۴۵۹ قم سے ۴۳۹ قم تک کی داستان بیان کرینگے (۱۱، ۷۹ سے ۱۲، ۲۸ تک):-

(س) ۱۱، ۷۹ = س۔ طوسی دیدِش ۱، ۱۰۷۔ اس میں اس امداد کا ذکر ہے جو اسپارٹیوں نے ۴۵۸ قم میں دورِس کے باشندوں کو دی۔

(ع) ۱۱، ۸۰-۸۳ = ع۔ طوسی دیدِش ۱۔ ۱۰۷-۱۰۸۔ جنگ تناگرا و جنگ اوینوفیتا ۴۵۶ قم۔ (دیودورس کے بیان کیلئے دیکھو باب ۱۰۔ حاشیہ (۶))

(ف) ۱۱، ۸۳ = ص۔ طوسی دیدِش ۱، ۱۱۱۔ ایتھنز فارسالس کے خلاف

۴۵۷ قبل مسیح قءم ؛

(ص) ۱۱٬ ۸۴ - ف - تولمداس کی مہلت اور واقعہ - گیتھیم ؛

(ق) ۱۱٬ ۸۵ = ق - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۱ - فارقلیس - اوئینادائے ۴۵۵ قبل مسیح قءم ؛ (اس کا ۱۱٬ ۸۸ میں دوبارہ مع اضافوں کے ذکر ہے) ؛

(ر) ۱۱٬ ۸۶ = ذ - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۲ - سپونڈئے - ۴۵۴ قبل مسیح قءم ؛ اسکے بعد سستی کی تاریخ بیان کیگئی ہے ؛

(ش) - ۱۲٬ ۳ - ۴ = ش - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۳ قبرص - کیمون ۴۴۹ اور ۴۵۰ قبل مسیح قءم ؛

(ت) ۱۲٬ ۴ صلحنامۂ کالیاس - طوسی دیدِش میں نہیں ہے - اسکی بجائے اس نے اِسپارٹا کی محافظت دیکھی اور ایتھنز کی امداد فوکس کا ذکر کیا ہے اوران واقعات کا حال دیودورس میں موجود نہیں ہے ؛ (طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۲)

(ث) ۱۲٬ ۵ = خ - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۴ - مگارا کی بغاوت ؛

(خ) ۱۲٬ ۶ = ث - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۳ - کورونیا ۴۴۷ قبل مسیح قءم ؛

(ذ) ۱۲٬ ۷ = ذ - طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۵ - سپونڈائے -

اطالوی لڑائیوں کے بعد جنکا اسکے بعد ذکر ہے دیودورس ۱۲٬ ۲۷ - ۲۸ میں اور طوسی دیدِش ا٬ ۱۱۵ - ۱۱۷ میں ساموس کی جنگ کا بیان کرتا ہے - اسطرح دیودورس میں ہمکو پھر طوسی دیدِش کے مطابق واقعات کا تسلسل ملتا ہے - مگر دیودورس نے اسمیں کچھ ردوبدل کردیا ہے جس سے واقعات پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گئے ہیں بجائے "ص" "ف" کے (ف) اور (ص) ہے اور بجائے "خ" "ث" کے (ث) اور (خ) رکھدیا گیا ہے - اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفورس کے پاس طوسی دیدِش کے سوائے کچھ اور سند ہوگی جسکا ہمیں علم نہیں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف دیودورس کے غلط مبحث کا نتیجہ ہو - مگر اس زمانے کے واقعات کے متعلق ایفورس طوسی دیدِش کا اسقدر پیرو ہے کہ محض جگہہ پُر کرنے کی خاطر وہ ایسے فقرے کے بجائے جو طوسی دیدِش میں ہو مگر اسنے نقل نہ کیا ہو کوئی اور واقعہ بیان کرنے میں خلط ملط نہیں کرتا - اسکی مثال کیلئے دیکھو (۹) - اگر ہم اسبات پر غور کریں کہ دیودورس نے اپنا فرض ۱۱٬ ۸۰ - ۸۳ میں کیا بُری طرح ادا کیا ہے اور اسکی ردوبدل کسقدر بےسود ہے تو ہمیں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ تفصیل کے لئے دیودورس لغو محض ہے -

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں **دیو دورس** نے **طوسی دیدش** سے زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات بیان کیئے ہیں وہاں دراصل وہ **طوسی دیدش** کے مجمل بیان کی محض تفسیر کر رہا ہے تو ہمیں اس نظریئے کا مزید ثبوت مل جاتا ہے۔ مثلاً ۱۱ '۳۹- ۴۰ بظاہر **طوسی دیدش** کے بیان مندرجہ ۱' ۹۰-۹۲ کی پرازخرافات مبالغہ آمیز توسیع ہے اور ۱۱ '۴۱ - ۴۰ **طوسی دیدش** کے بیان متعلق **پرائیس** و تعمیر شہر پناہ کے جسکا ۱' ۹۳ میں ذکر ہے خیالی اور میرے نزدیک محض لغو تکمیل ہے؛

۱۱ '۵۴ - ۵۵ میں ہمیں تمسطاکلیس کے دو باضابطہ مواخذوں کا پتہ لگتا ہے جو بظاہر بے بنیاد ہیں اور جنھیں اب کوئی قابل توجہ نہیں سمجھتا۔ ۱۱ '، ، میں چند واقعات محض ایتھنزیوں کی طرفداری کیلئے گھڑ لیئے گئے ہیں۔ اُنگر بھی جسکا دل کبھی **دیو دورس** کے خلاف کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے صـ۱۲۴ـ میں کسی اور اسناد کے وجود کو ثابت نہیں کر سکا۔ اور جو الزامات اسنے **طوسی دیدش** (۲ '۱۲۰) کے خلاف عائد کیئے ہیں وہ بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں۔ صرف آخری جزو (۱۲ '۲۸) میں ایفورس واقعات سے آگاہ معلوم ہوتا ہے اور کارآمد ہے؛

اب **پلوٹارک** کی قدر کا اندازہ کیجئے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکے وقائع کے عام اوصاف کیا ہیں۔ **پلوٹارک** کا مقصد یہ ہے کہ اسکی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے ذریعے سے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو جائے۔ اور اسکی یہ کوشش ہے کہ ہر ایک سوانحعمری ایک علٰحدہ ادبی حیثیت رکھے۔ ہر سوانحعمری میں ایک خاص طریق زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے اور سوانحعمریوں کے متوازی ہونے سے یہ طریق صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ **تمسطاکلیس** کا مقابلہ **کامِلس** سے کیا گیا ہے اور اسے ملک کے آزادی دینے والوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ **ارسطیدیش** اور **کیٹو** دونوں ایماندار مدبّر ہیں۔ نامور اور مالدار سپہ سالار **کیمون** کا موازنہ **لوکولس** سے کیا گیا ہے۔ **فارقلیس فیبیس ماکسمس** کی طرح باریک بیں اور دُور اندیش ہے۔ **نکیاس** اور **کراسس** دونوں امیر ہیں مگر سیاست میں اکثر کمزور ثابت ہوتے ہیں اور دونوں کا خاتمہ نہایت افسوسناک طرز پر ہوتا ہے۔ **الکبیادیس** بگڑا ہوا خودرائے خودنما شخص ہے جسکی تدبیر اور اوصاف میں یک رنگی پائی جاتی ہے اور جسکے مقابلے کیلئے **کورِیولانس** چنا گیا ہے۔ اسی تخیل کی بنا پر **پلوٹارک** نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے جنھیں وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہے اور انہی سے اسکا طرز بیان معلوم ہوتا ہے۔ صرف بعض بعض جگہ مثلاً

فارِقلیس کے حالات میں اسکے نظریوں کا بطلان ہوجاتا ہے ۔ تمسطاکلیس کے لئے "باؤرز؛ تنقید ماخذ ہائے سوانحعمری تمسطاکلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے ۔ کیمون اور فارقلیس کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں اچھی ہیں :۔

(۱) ریول: "پلوٹارک کی سوانحعمری کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۔ ۱۸۶۷ء ؛
(۲) "پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس کے ماخذ" ؛
(۳) ساؤپے کا مضمون گیوٹنگن کے انجمن علمیہ کے رسالے میں ۔ ۱۸۶۷ء ؛

بہتر ہوگا کہ ہم ارسطیدش، کیمون اور فارقلیس کی سوانحعمریوں کی تنقید کریں ۔ تمسطاکلیس کے لئے باؤرز کی تصنیف کا حوالہ کافی ہے ؛

پلوٹارک ارسطیدش کی سوانحعمری اسکی غربت کے بیان سے شروع کرتا ہے (باب ۱) اسکے بعد وہ اسکا تمسطاکلیس سے مقابلہ کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں وہ اس کی خوبیوں کو ویسا ہی نمایاں کرتا ہے جیساکہ یہ نمایش اسکے ہر واقعۂ زندگی میں پائی جاتی ہے (باب ۳ ۔ ۵) ۔ ماراتھون میں وہ پہلا شخص تھا جسنے سپہ سالاری کے معاملے میں سرخم کرنا پسند کیا ۔ (ہیروڈوٹس میں اس واقعے کا ذکر نہیں) ۔ جنگ سلامس میں بھی یہی ہوا (باب ۶ ۔ ۷ ۔ ۸ ۔ ۹) ۔ دسویں باب میں اس کلفت کا ذکر ہے جو مہرنوش کی واپسی سے پہلے اینتھنزیوں کو ہوئی ۔ یہاں پھر ارسطیدش کا تعارف کیا گیا ہے اور جو دندان شکن جواب اینتھنز نے اسپارٹیوں کو دیا اسکی تحریک بلاشبہ خلاف واقعہ ارسطیدش ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے (یہ بھی ہیروڈوٹس میں نہیں پایا جاتا) ۔ اس جواب کے دو حصے کیئے گئے ہیں، اور ہیروڈوٹس کی تحریر کے خلاف ارسطیدش بطور ایک ایلچی کے سامنے آتا ہے ۔ پلاٹیہ کی لڑائی کے بیان میں بھی ارسطیدش کی ہی عظمت مفصلۂ ذیل طرز پر نمایاں کی گئی ہے :۔

باب ۱۱ ۔ ارسطیدش کے سامنے پیشینگوئیاں کی جاتی ہیں ؛
باب ۱۲ ۔ تگیا اور اینتھنز کے درمیان تنازعات جنکا تصفیہ ارسطیدش نہایت خوبی سے کرتا ہے ؛
باب ۱۳ ۔ پلاٹیہ کی سازش کا ارسطیدش خاتمہ کردیتا ہے ؛
باب ۱۴ ۔ جنگ میں ارسطیدش فتح پاتا ہے ؛

باب ۱۵ - سکندر نمودار ہوکر ارسطیدش کو طلب کرتا ہے ؛

باب ۱۶ - فوج کے دستوں میں تبدیلیاں اور ارسطیدش کی شرافت ؛

باب ۱۷ - ۱۹ - جنگ - ارسطیدش دوبارہ اپنی شرافت کی مثال دیتا ہے ؛

باب ۲۰ - ۲۱ - بیوطیہ کی تاریخ اور ارسطیدش کی شرافت کی مزید تصدیق - ارسطیدش کی ایمانداری اخیر وقت تک قائم رہتی ہے ؛ (باب ۲۲) ؛

باب ۲۱ - ارسطیدش کی موت ؛

چونکہ تمام سوانحعمری میں ارسطیدش کی ہی عظمت کا راگ گایا گیا ہے اسلیئے اِن تفصیلات میں جنکا ہیروڈوٹس میں وجود نہیں شبہ کرنے کی ضرور گنجائش ہے - ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے روایات ہی تاریخ کا جزو بن گئی ہوں اور اِدومی نیس جو غالبًا بیشتر حصے کے لیئے پلوٹارک کی سند تھا کسی صورت سے قابل وثوق نہیں ہے - باب ۱۱ میں جس کاہن کا ذکر ہے اُس کے متعلق ڈُنکر (۷، ۳۴۸) کی رائے ہے کہ اسکا بعد میں اختراع عمل میں آیا - دراصل یہ اختراع پلاٹیہ کے متعلق کیا گیا تھا اور ڈُنکر کا خیال کہ اسکا تعلق ڈیلفی سے تھا بالکل غلط ہے - اور پلاٹیہ نے ہی اپنی اراضی کا ایک جزو تحفتًہ ایتھنز کو دیدیا تھا (مگر یہ استدلال بھی سکندر اعظم کے محض ایک جلے سے کیا گیا ہے (باب ۱۱) - تسامی نیس کے کاہن اور ماسیتیس کا قصہ دونوں غلط موقع پر بیان کیئے گئے ہیں - سازش پلاٹیہ کا ذکر (باب ۱۳) قطعی خلاف قیاس ہے - باب ۱۶ میں پلوٹارک محض ارسطیدش کی عظمت دوبالا کرنے کیلئے بہت سی مشکلات پیدا کرتا ہے - باب ۱۹ میں ہیروڈوٹس کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں میگارا اور فلیئس کا بھی تذکرہ موجود ہے - باب ۲۱ میں جس تجویز عوام کا بیان ہے اُس کو خود ڈُنکر نے رد کردیا (۷، ۳۵۶) یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پچیسویں باب میں ارسطیدش اپنی ایمانداری کی شہرت سے ایتھنز کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے خواہ اسکا طریقہ خلاف قانون ہی کیوں نہ ہو - غالبًا ارسطیدش کو لیگ کا خزانہ ایتھنز منتقل کرنے سے کوئی سروکار نہ تھا (باب ۲۵) آخر الامر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو واقعات ایسے ہیں کہ پلوٹارک تو بیان کرتا ہے مگر ہیروڈوٹس انکا ذکر نہیں کرتا وہ یا تو بدیہی ہیں اور ارسطیدش کی کوئی خاص قابلیت نہیں ظاہر ہوتی ورنہ ناممکن ہیں - اور جہاں کہیں پلوٹارک کی سوانحعمری "ارسطیدش" کی ہیروڈوٹس سے مطابقت نہیں وہ قطعی بیکار ہے ؛

اب کیمون کی سوانحعمری لیجئے۔ پہلے تین بابوں کی طویل تمہید کے بعد جسمیں پلوٹارک نے اسکی جائے پیدائش کی مفصل تاریخ لکھی ہے وہ کیمون کے عادات و اوصاف کا بیان کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ اسکی فوجی خدمت کا ذکر کر کے چھٹے باب میں پوسانیاس کی بابت ایک لطیفہ بیان کرتا ہے اور ساتویں باب میں آیون کی تسخیر کی تفصیل بتاتا ہے جو دراصل چھٹے باب کے واقعات سے پیشتر ہی ہوچکی تھی۔ آٹھویں باب میں تھےسیس کی ہڈیوں کا ایتھنز منتقل ہونے کا بیان ہے۔ نویں باب میں ستوس اور بائی زنطہ کے مال غنیمت کی تقسیم کی بابت ایک لطیفہ درج ہے جسمیں کیمون اپنی دقیقہ سنجی کا بین ثبوت دیتا ہے۔ دسویں باب میں پلوٹارک کیمون کی سیرچشمی اور ہر دلعزیزی کا ذکر کرتا ہے اور گیارھواں باب دراصل اسکے حلیفوں پر حکومت کرنے کی طرز پر گویا ایک تبصرہ ہے۔ بارھویں باب میں وہ یکایک جنگ ایران کا بیان کرنے لگتا ہے اور یوریمدون کی جنگ کا بیان کر کے (باب ۱۲ - ۱۳) باب ۱۴ میں ہیلیسپونٹ اور تھاسوس کے واقعات کا ذکر کرتا ہے اور باب ۱۵ میں بتاتا ہے کہ ایتھنزیوں نے کیمون کو بالائے طاق رکھکر ایفیالتیس اور فارقلیس کو بطور اپنے رہنماؤں کے چن لیا تھا۔ کیمون لقونیہ کا ہمدرد تھا اور اسنے دو مرتبہ اسپارٹیوں کو میسینیہ کے خلاف مدد دی (باب ۱۶ و ۱۷)۔ آخر کار اسکا اخراج عمل میں آتا ہے مگر پھر بلا لیا جاتا ہے۔ (باب ۱۸) اور ایتھنز اور اسپارٹا میں سمجھوتہ کرا کر ایران کے خلاف ایتھنزیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسکی موت کے بعد یونانیوں کا ایران کے خلاف جوش بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے (باب ۱۹) اور اگی سیلئوس کے کارنامے اسکے سامنے ہیچ ہیں ؎

اس سوانحعمری میں دو بڑی سنوی غلطیاں ہیں۔ تیرھویں باب میں پلوٹارک نے نام نہاد صلح کیمون کو یوریمدون کی جنگ کے بعد رکھا ہے مگر اس صلح کے بعد بھی جنگ کی تواریخ برابر جاری رہتی ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ چونکہ پلوٹارک نے تمسطاکلیس کی سوانحعمری (باب ۳۱) میں ایک غلط واقعے کا اندراج کر دیا تھا اسوجہ سے باب ۱۸ میں وہ اسکی موت کیلئے ۴۴۹ ق م تجویز کرنے پر مجبور رہا۔ ان وجوہ کی بناپر اور بھی جو تاریخیں پلوٹارک نے کیمون کی سوانحعمری میں درج کی ہیں انھیں یونہی مان لینا نہ چاہئے۔ یہ غلط ہے کہ ستوس اور بائی زنطہ کی تسخیر ایک ساتھ عمل میں آئی (باب ۹) اور یہ کہ یوریمدون کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے ۱۳ جہاز ہیلیسپونٹ میں موجود تھے۔ کیمون کی

سوانحعمری در اصل اسکی عمر کے واقعات پر گویا ایک تبصرہ ہے اور سنوی اعتبار سے بالکل بیکار ہے۔ عام طور پر ریئول کا یہ خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ کیمون کی سوانحعمری کیلئے پلوٹارک نے تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی جن سے اپنی تاریخ فیلقوسی کے دسویں مقالے میں ایتھنز کی رہنمایاں عوام کے کارنامے بیان کئے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کا نام "سرانجہوں کے کارنامے" پڑگیا ہے۔ اسلئے اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ پلوٹارک نے تھیوپومپس کی مدد طرز اختیار کی تھی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ پلوٹارک کی تصنیف تسلسل واقعات کے لحاظ سے کوئی سند نہیں ہے۔ اور چونکہ تھیوپومپس عمومیت کا مخالف تھا اسلئے پلوٹارک کی رائے جو اسنے بڑے بڑے ایتھنز کی مدبّروں مثلاً تمسطاکلیس ارسطیدیشس کیمون اور فارقلیس کے اصول فریق بندی کے متعلق ظاہر کی ہے اسے ہم بلا کافی تحقیقات کے ماننے کیلئے طیار نہیں ہیں۔ تمسطاکلیس ارسطیدیش اور فارقلیس کے متعلق یہ اور بھی زیادہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، اسی لئے یہی اصول کتاب ہذا میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسوقت تک تھیوپومپس کے غلط خیالات کو آنکھ بند کرکے منظور کرلیا جاتا تھا اسکے برعکس کیمون کے وہ حالات جو ایون اور استیمبروٹس سے اخذ کئے گئے ہیں، اور بعض دیگر خاص خاص قصے ضرور قابل لحاظ ہیں؛

پانچویں صدی ق م کے متعلق پلوٹارک کی سب سے اہم سوانحعمری "حیات فارقلیس" ہے۔ اسمیں تاریخی مواد مفصلۂ ذیل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے:۔

باب ۱ و ۲۔ تمہید؛
باب ۳ ۔ فارقلیس کا حلیہ؛
باب ۴ ۔ علوم وفنون کی تعلیم؛
باب ۵ ۔ فلسفہ کی تعلیم اور اسکا اثر فارقلیس کے اوصاف اور اسکے طرز خطابت پر؛
باب ۶ ۔ فارقلیس کی صفائی قلب؛
باب ۷ ۔ میدان سیاسیات میں آمد؛
باب ۸ ۔ فارقلیس کی سنجیدگی۔ کیمون کی مخالفت کی وجہ سے وہ انتہائی عمومیت پسند بن جاتا ہے؛
باب ۹ ۔ اریوپاگس کی مخالفت؛

باب ۱۰ - فارِقلیس اور کیمون میں من سمجھوتہ۔ کیمون کی موت کے بعد طوسی دیدش سے اختلاف اور فارقلیس کا ہر دلعزیز بننے کی تدابیر اختیار کرنا؛

باب ۱۱ - نوآبادیوں کا قیام؛

باب ۱۲ و ۱۳ - آرائش بلدہ ایتھنز؛

باب ۱۴ - طوسی دیدش کا اخراج - اب فارقلیس ایتھنز پر تنہا حکومت کرنے لگتا ہے اور اپنا طرز عمل تبدیل کر کے شاہی وضع اختیار کر لیتا ہے؛

باب ۱۵ و ۱۶ - فارِقلیس نہایت عمدگی سے حکومت کرتا ہے اور اپنے ذاتی معاملات کے انتظام میں وہ دوسروں کیلئے گویا ایک نمونہ بن جاتا ہے؛

باب ۱۷ - فارقلیس یونانیوں کو مذہب کے ذریعے سے متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے؛

باب ۱۸ - تولمیدیس کی شکست بمقام کورونیا (سنہ ۴۴۷ ق م) - فارِقلیس میدان جنگ میں نہایت ہوشیاری سے فوج کی رہنمائی کرتا ہے؛

باب ۱۹ - خرسونیسر (تاریخ نامعلوم) اور پے گائے کی مہم (سنہ ۴۵۴ ق م)؛

باب ۲۰ - یہ بہات و نیز افیشین کے سفر (تاریخ نامعلوم) اور مصر اور سسلی کی بابت اس کی دور اندیشی قابل تعریف ہے؛

باب ۲۱ - دیلفی کے معاملے میں اسپارٹیوں سے اختلاف۔ (سنہ ۴۴۸ ق م)؛

باب ۲۲ و ۲۳ - یوبیا کی بغاوت (سنہ ۴۴۶ ق م) اور اسکے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارِقلیس کا احتیاط کرنا حق بجانب تھا؛

باب ۲۴-۲۸ - تیس سال کے امن کے بعد ساموسی لڑائی ٹھن جاتی ہے؛

باب ۲۹ و ۳۰ - جنگ پیلوپو نیز کے وجوہ؛

باب ۳۱ - بظاہر اس جنگ کا تعلق اس الزام سے تھا جو فدیاس پر لگایا گیا تھا؛

باب ۳۲ - اسپاسیہ اور آناکسا غورث پر استغاثہ؛

باب ۳۳ - جنگ کا آغاز؛

باب ۳۴ - طاعون؛

باب ۳۵ - ایپی دورس کی مہم - فارِقلیس کا مواخذہ؛

باب ۳۶ - خاندانی صدمے اور رنجشیں؛

باب ۳۷ - فارِقلیس دوبارہ لوگوں کی نظر میں بڑھ جاتا ہے ؛
باب ۳۸ - فارِقلیس کی بیماری اور موت ؛
باب ۳۹ - فارِقلیس کی طرزِ زندگی پر پلوٹارک کی رائے ؛

یہ سوانحعمری **پلوٹارک** نے مفصلۂ ذیل اصول پر ترتیب دی ہے :-

(۱) تمہید - باب ۱ و ۲ ؛
(۲) فارِقلیس کے اوصاف - باب ۳ و ۶ ؛
(۳) فارِقلیس ایک سیاست داں مدبر کی حیثیت سے - باب ۷ سے باب ۱۷ تک ؛
(۴) فارِقلیس ایک سپہ سالار کی حیثیت سے - باب ۱۸ سے باب ۲۸ تک ؛
(۵) جنگ پیلوپونیز - باب ۲۹ سے باب ۳۸ تک ؛
(۶) پلوٹارک کی رائے - باب ۳۹ ؛

اس تالیف میں نفس مضامین کے بیان کا لحاظ سنویت سے زیادہ کیا گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے تحت میں بھی محض سنین کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی - مثلاً **طوسی دیدش** کے اخراج کا تذکرہ چودھویں باب میں ہے مگر باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو دراصل اِس اخراج کے بعد پیش آئے ؛ حسب تصریح متذکرۂ بالا باب ۱۸ و ۱۹ و ۲۱ کی ترتیب بھی سنویت کے اعتبار سے نہیں دی گئی - واقعات کا اعادہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں **فارِقلیس** کے اوصاف بتانے کی ضرورت پڑی ہے - مگر ایک حیثیت سے مکمل "حیات" کی تقسیم تسلسل واقعات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اسلئے کہ **فارِقلیس** مُدبّر پہلے ہی تھا - اسکے بعد سپہ سالار بنا ؛

یہ سوانحعمری نہایت اہم ہے - تفصیل کیلئے مفصلۂ ذیل حوالے کافی ہیں :-

باب ۱۱-۱۳ - نوآبادیاں اور امورِ عامہ ؛
باب ۱۷ - یونانیوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش ؛
باب ۱۹ و ۲۰ - خرسونیز اور افیثین کا سفر ؛

مگر یہاں تفصیلی اقتباسات دینے کی گنجایش نہیں اسلئے کہ کتاب عمدہ تاریخی مواد سے بھری ہوئی ہے اور اسکا طرزِ بیان بھی اعلیٰ درجے کا ہے اور قدیم کتب تاریخی میں **فارِقلیس** کی سوانحعمری کا پایہ نہایت بلند ہے - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **پلوٹارک** کو اتنا کارآمد مواد

کہاں سے مِل گیا؟ ہم سے کہا جاتا ہے کہ پلوٹارک نے سٹیسمبروٹس (بیوسولٹ ۲، ۴۴۶) فلوخورس (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) اور تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی (دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۳۶، ۳۷) - یہ ناقابل قیاس ہے کہ شمڈٹ کے خیال کے مطابق اتنا تاریخی مواد سٹیسمبروٹس سے لیا گیا ہو۔ امور عامہ کے متعلق حوالے یا تو فلوخورس سے لئے گئے ہونگے ورنہ کراتیرس کے سترھویں باب سے (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) - یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ پلوٹارک نے بجائے صحیح واقعات کے تھیوپومپس سے غلط بیانیاں اخذ کی ہوں - ہمیں فارقلیس کے سیاسی خیالات کی تبدیلیوں کو باور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی (باب ۹ - ۱۱) - بہرکیف فارقلیس کی سوانحعمری کے ماخذوں پر غور کرنے سے ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پلوٹارک نے عمدہ اسناد کو استعمال کیا ہوگا - غرض یہ ہے کہ اسکی "حیات کیمون" تو کیمون پر محض ایک مضمون کی حیثیت رکھتی ہے، اسکی "حیات فارقلیس" حقیقی معنوں میں ایک سوانحعمری ہے؛

غالباً جن اسناد کو پلوٹارک کام میں لا سکا انکی نوعیت کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی "حیات ارسطیدش" میں بہت ہی کم کارآمد مواد ہے، اسکی "سوانحعمری کیمون" غلط گوئیوں سے پُر ہے اور اسکا "تذکرہ فارقلیس" معلومات سے لبریز ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے - اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور فارقلیس کیلئے ایک عمدہ ذخیرۂ اسناد موجود تھا - مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ اسناد کتابیں ہی ہوں - جب ارسطیدش کا ستارہ معراج کمال پر تھا تو ایتھنز میں بہت کم امور ضبط تحریر میں آتے تھے - کیمون کے زمانے میں تحریر کا رواج بڑھا اور دور فارقلیس میں ہر بات لکھی جانے لگی - ایون اور سٹیسمبروٹس نے اپنی تصانیف عہد فارقلیس تک ترتیب نہیں دیں - بدیں وجوہ فارقلیس کے متعلق گویا ایک روایت قائم ہوگئی جسمیں ضرور ہے کہ بہت سی کارآمد باتیں بھی ہونگی - اور چونکہ فارقلیس کا پایہ تاریخ تمدن میں بہت بلند ہے اسلئے یہ روایت محرران اٹیکا ضرور زمانۂ آئندہ کیلئے چھوڑ گئے ہونگے؛ بیوسولٹ نے ۲، ۵۶۵ میں انڈوکدیس کے حالات "تمیینی" کو ناقابل وثوق قرار دیا ہے - اسوجہ سے ہم اس دور کے اسناد کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(۱) ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کیلئے اسناد سوائے طوسی دیدش کے نہایت کم یاب ہیں؛ مصنفین مابعد صرف کیمون کے مہمات پر قناعت کرتے ہیں؛

(۲) ۵۹ھ ق م سے ۱۱ہ ق م تک کیلئے دیگر نوشتے ضرور موجود ہونگے جنھیں الیفورس (یا دیودورس؟) نے ایسا بری طرح استعمال کیا مگر پلوٹارک نے اپنی "حیات فارِقلیس" میں انکی اچھی ترتیب دی ؛

(۳) فارقلیس کی حکومت اور جنگ پیلوپونیز کے اسباب طوسی دیدیش اور پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں اور انکے ماسوا دیودورس بھی ان پر روشنی ڈالتا ہے ؛

ہُوسولٹ (۲، ۶۰۴، ۲، ۷۴، ۵، ۷۴) اس زمانے کے متعلق جو نوشتے موجود ہیں انکا ملخص دیتا ہے۔ ان نوشتوں کی مُفصلہ ذیل تقسیم کیجاسکتی ہے :—

(۱) ایتھنزی نقصانات جنگ کی فہرست۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۴۳۲ (جنگ تھاسوس) و ۴۳۳ (قبیلہ آیر یخ تھئیس) ؛

(۲) ایتھنزی مالیہ کے متعلق نہایت اہم نوشتے : اتھینا دیوی کا خراج۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۲۲۶ - ۲۷۲ - ان رقومات سے جو جنگ ساموس کیلئے قرض لی گئی تھیں اتھینا دیوی کے خازن کی نہائی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۱۷۷ - دیگر دیوتاؤں کے خازنوں کے حسابات مجموعہ نوشتہائے اٹیکا ۱، ۳۲ - حسابات تعمیرات۔

(۳) ایتھنزیوں اور انکے حلفا اور نوآبادیوں کے درمیان مراسلات وعوام کی تجویز بنا بر ایریتھرائے۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۹-۱۱ - کولوفون۔ ایضاً ۱۳ - ملطہ ۴، ۲۲ - بریا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۱ - یوبیا کی دوبارہ تسخیر کے بعد جو اولمپیا ۸۳، ۳ میں ہوئی خالکدیسی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۷ (الف)۔ ہستیایا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۰ - ایتھنز کے تعلقات فوکس والوں کیساتھ۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۲ (ب) - تجویز عوام متعلق ایلیوسس۔ ڈِسنبرگر ۱۳ - اولمپیا میں لکے دیمونیوں کا چڑھاوا۔ "نوشتہائے یونان قدیم" ۷۵ و ۱۲۶ - ؛

آٹھواں باب

ایتھنز بماتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدن کا بیان

ایتھنزی لیگ کا سپہ سالار کیمون تھا جو ملتیادیس اور ہیگیسی پیلے کا بیٹا تھا۔ اسکی بہن ایلپی نکے کالیاس کی بیوی تھی جو ایتھنز کا ایک دولتمند شہری تھا۔ اور خود کیمون اسی رشتے کیوجہ سے وہ جرمانہ ادا کرنے کے قابل ہو گیا تھا جو اسکے باپ پرمہم پاروس کی ناکامی کیوجہ سے عاید ہوا تھا[1] اسنے سلامس کی لڑائی سے پہلے مسطاکلیس کا ساتھ دیکر خود کو دور اندیش اور محب وطن ثابت کر دیا تھا۔ اسکی یہ روش اسلیئے اور بھی قابل تعریف تھی کہ اسکے باپ نے بڑی جنگ میں فتح پائی تھی اور خود مسطاکلیس کا مدمقابل تھا۔ جب اسپارٹی ایشیائی یونانیوں کی رہنمائی کر رہے تھے تو وہ ارسطیدیس کے ساتھ سپہ سالاری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا تھا اور جب اسپارٹیوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ایتھنزیوں اور اسکے حلیفوں کے افواج کا تنہا سپہ سالار ہو گیا؛

نئے سپہ سالار کی پہلی ہی مہم میں تھریسی شہر ایون ۴۷۶ ق م میں فتح ہو گیا عجیب بات ہے کہ گو یہ شہر اسقدر بجانب مغرب واقع تھا ایران کے تقریباً تمام ساحلی مقبوضات نکل چکے تھے اور یورپ کے ان حصوں پر جو ایشیا کے قریب بھی تھے ایران اب قابض بھی نہ تھا تاہم ایون برابر ایران کا وفادار چلا آتا تھا۔ ایون کا ایرانی سپہ سالار بوگیس تھا اور جب اسے

---

[1] اب یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہ کالیاس (پلوٹارک "کیمون" ۴ - نپوس "کیمون" ۱ اور اسی نام کا داودخس ("مشعلچی مجاور") دراصل ایک ہی شخص تھے۔ نپوس کا قول ہے کہ کالیاس اتنا صحیح النسب نہ تھا جتنا مالدار تھا مگر نپوس کی کوئی سند نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ داودخس کالیاس کے علاوہ ایک اور مالدار کالیاس ایتھنز میں ہو جسنے اپنی دولت بھی شخص اول کی طرح سونے اور چاندی کے کانوں سے پیدا کی ہو سلئے کہ اسکو "لاکوپلیوتوس" کا لقب دیا گیا ہے جس کے معنی "امیر معدنیات" کے ہیں؛

معلوم ہوا کہ شہر عنقریب مسخر ہونے کو ہے تو اسنے خود کو جلا کر خودکشی کرلی ۔ **کیمون** نے اس فتح کی یادگار میں **ہرمے** کے تخانے میں جو **ایتھنز** کے بازار میں واقع تھا اس دیوتا کے تین مجسمے مع کتبوں کے نصب کیئے ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ **ایون** کی تسخیر میں **کیمون** کے ہاتھ بہت مال غنیمت لگا ہوگا۔[۲]

سنہ ۴۶۸ ق م کے **اولمپی** کھیلوں کے موقع پر لوگ **کیمون** کی طرف اتنے ہی متوجہ ہوگئے جتنے وہ چار سال قبل **تمسطاکلیس** کی طرف تھے ۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ **کیمون** میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ لوگوں کا میلان اپنی جانب کرے ۔ طرفہ یہ ہے کہ دنیائے یونان کے لئے اسنے **تمسطاکلیس** سے عشر عشیر بھی کام نہیں کیا تھا اور اسکی ہر دلعزیزی کا اصلی راز اسکی شخصیت، اسکا شریفانہ مزاج، اسکا خلق، اسکی سخاوت اور دریادلی تھی ۔ اسکے پاس دولت ایک تو **ایون** کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی اور دوسرے اسنے **کلس تھنیس** کے بھائی کی پوتی **ایسودیکی** کے ساتھ شادی کی تھی اور اسکے جہیز میں ایک رقم خطیر اسے ملی تھی ۔ اس رشتے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شہر کے سب سے ذی اقتدار خاندان سے ملکر ریاست پر حکومت کرنے کا متمنی تھا ۔ **تمسطاکلیس** کے برعکس وہ یہ چاہتا تھا کہ **اسپارٹا** کے ساتھ ایک دیرپا معاہدہ قائم ہو جائے ۔ اسنے اپنے ایک بیٹے کا نام **ایلیس** اور دوسرے کا نام **لاکے ڈیموس** رکھا جس سے اسپارٹی **تمسطاکلیس** کی لڑکیوں کے ناموں سے بھی زیادہ خوش ہوگئے! اسپارٹیوں نے اسے ایتھنز میں اپنا **پروکسی نوس** یا سفیر مقرر کیا ۔ جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں یہ ممکن تھا کہ ایک ریاست کے ہمدرد دوسری ریاست کے شہری ہوں اور **پروکسینوس** کا عہدہ کسی شخص کو اسلئے دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شہر میں دوسرے شہر کے باشندوں کا خبر گیراں رہے ۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ **پروکسینوس** کی حیثیت آج کل کے سیاسی ایجنٹ

۲؎ پلوٹارک، "کیمون" ۷ ۔ بیوسولٹ ۲، ۳۶۲ ۔ دیو (۸، ۱۴۲) فرض کرلیتا ہے کہ ستوس کیطرح ایون کی تسخیر بھی دوبارہ ہی عمل میں آئی تھی ۔ یہ نظریہ اسلئے غلط ہے کہ نہ تو دیو دورس سے اس قسم کی کوئی بات اخذ کی جاسکتی ہے اور نہ تسلسل سنین کیلئے پلوٹارک کوئی سند ہے ۔ اسکے ساتھ ہی بیوسولٹ ۲، ۸، ۳ دیکھنا چاہیئے ۔ دورسکس زمانہ دراز تک ایرانی رہا (ہیروڈوٹس ۷، ۱۰۶) سنہ ۴۶۵-۶۶ میں جب فائیدون آرخن تھا اسوقت دریائے **استریمون** پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی کوشش کی تھی ؏

کی سی نہیں تھی۳

کیمون اور ایتھنز یوں کے آئندہ چند سال کی جانبازیوں کا ہمکو بہت کم علم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں پٹوسانیاس دوسری مرتبہ بائی زنطہ گیا ہو اور اسکے اخراج میں خود کیمون نے معتد بہ حصہ لیا ہو۔ ہمکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر ہیلیسپونٹ کے کسی اور شہر نے بغاوت کی یا نہیں۔ غالباً ان حصص میں کیمون متواتر ایرانی افواج کے ساتھ برسر پیکار رہا ہوگا اور بہت سا مال غنیمت اسکے ہاتھ لگا، مگر ان مہمات کی تفصیل سے ہمیں قطعی واقفیت نہیں ہے۔ ایک اور کارنامے نے ایتھنزیوں کے قومی جوش کو حرکت دیکر اسکی شہرت کو دوبالا کردیا۔ جب ایتھنز میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو ایک کاہن نے ایتھنزیوں کو صلاح دی کہ وبا کا دفعیہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ تھیسیس کی ہڈیاں (جو جزیرہ سکیروس میں مرا تھا) شہر میں ہی لاکر دفن کیجائیں جیسے اس سے پیشتر اوریستیس کی ہڈیاں اسپارٹا میں دفن کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ "مجلس ہمسایگان" نے دولوپی قزاقوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ ایک جرم کے عوض تاوان ادا کریں۔ ابتدا میں تو وہ اس جرمانے کو ماننے کیلئے طیار ہو گئے مگر پھر دولوپیوں نے تاوان ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ صرف وہی افراد اسے ادا کریں جن سے جرم سرزد ہوا ہو۔ اس پر قزاقوں نے ایتھنز سے مرافعہ کیا۔ مملکت کی جانب سے کیمون نے دست اندازی کی اور آخر کار نہ صرف سکی روس کے تمام باشندوں کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا بلکہ تمام قوم غلام بنائی گئی اور جزیرہ سکیروس پر ایتھنز نے قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں لوگوں نے ایک عقاب کو دیکھا کہ اپنے پنجوں سے ایک ہی جگہہ متواتر کُھرچ رہا ہے۔ جب عقاب اڑ گیا تو وہ جگہہ کھودنے پر ایک عظیم الجثہ انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا جسے ایتھنزیوں نے فوراً اسی تھیسیس کی ہڈیاں قرار دیا جسے ایتھنز میں دفن کرنے کی انکو ہدایت کی گئی تھی۔ اس ڈھانچے کو لوگ نہایت حشم و خدم سے ایتھنز لے آئے اور وہیں وہ دفن کردیا گیا۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں کیمون نے یونانی ناٹک کے مستقبل پر ایک خاص اثر ڈالا۔

---

۳ چونکہ آجکل قدیم تمثیلات پر فخر کرنا اور انکا تتبع کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے اسلئے یونانی پروکسینوس (غیر ملکیوں کا محافظ) اور آجکل کے قنصل میں زیادہ تمیز نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق مکمل تحقیقات کو پ۔ مونسو نے اپنی کتاب "یونانی پروکسینوسیاں" (پیرس ۱۸۸۶ء) میں جمع کردی ہے۔

ناٹک کیلئے جو انعام مقرر تھا اسکے مقابلے میں دو شخصوں نے اپنے نام کا اندراج کرایا۔ ایک سوفوکلیس نے جو بالکل نو آموز تھا اور اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے مقابلے میں شریک نہ ہوا تھا اور دوسرے ائس خیلس نے جسکی شہرت مسلمہ ہوچکی تھی۔ جسوقت آرخن اپسے فیون حاضرین میں سے ممتحن نامزد کرنے والا ہی تھا کیمون دوسرے سپہ سالاروں کے ساتھ تھیٹر میں حسب دستور ڈیونیسس کیلئے قربانی کرنے کیواسطے داخل ہوا۔ انکے آتے ہی آرخن نے باآواز بلند یہ کہکر کہ یہی دس سپہ سالار جو دس قبیلوں کے قائم مقام ہیں ممتحن مقرر ہونے چاہئیں۔ آخرکار سوفوکلیس کو انعام مل گیا جس سے ائس خیلس کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ ایتھنز چھوڑکر سسلی چلا گیا۔ اس قصے کو بہت سے مورخ ماننے کیلئے طیار ہیں مگر ہمیں اسمیں شبہ ہے کہ آیا کیمون سکیروس سے واپس بھی آگیا تھا ہے[۴]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ سے کارِسٹس ایتھنز کے خلاف ہوگیا اور ایتھنز کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ اتحاد پر مجبور کیا گیا اور اسطرح اس جبری طرز عمل کا آغاز ہوا جو ایتھنز نے دیگر یونانی مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ طوسی دیدش ان واقعات کو اسی روشنی میں دیکھتا ہے اور پھر وہ ناکسوس کے ایتھنزی لیگ سے بغاوت اور ایتھنز سے جنگ کا حال بیان کرتا ہے[۵]۔ ہم کو اسکا تو علم نہیں کہ اس مہم میں کیمون کا کیا حصہ تھا مگر ہم ان کارہائے نمایاں سے واقف ہیں جو اس سے ایرانیوں کے خلاف ہوئے۔ طوسی دیدش اسکا مفصلہ ذیل حال بیان کرتا ہے[۶]۔

---

[۴] پلوٹارک کے نزدیک اگر تھیٹر کا واقعہ کیمون کے سکیروس سے واپسی پرہی ہوا ہو تو سکیروس کے واقعات فائیدون کی آرخنی سے اپسے فیون کے آرخنی تک (یعنی ۴۷۶ ق م سے ۴۶۸ ق م تک) پیش آئے ہونگے۔ مگر پلوٹارک اسکو صاف طور پر نہیں تحریر کرتا کسی واقعے کی تاریخ کا تعین کرنے کیلئے دیودورس قطعی بیکار ہے۔ گروٹس (تاریخ یونان ۴۲، ۲۳ء) اور بعض دیگر مورخوں کی رائے ہے کہ کاہن نے ۴۶۹ ق م میں اپنی رائے دی اور اسی سال اس پر عملدرآمد بھی کر دیا گیا۔

[۵] طوسی دیدش ۱، ۹۸۔

[۶] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔ بیوسولٹ (۲، ۱۰۰، ۴) کا یہ نہایت دلچسپ خیال ہے کہ پوسانیاس کی آخری سازشوں کا تعلق جو ۴۶۶ ق م تک (جو بیوسولٹ کے نزدیک اسکی موت کا سال ہے) ختم نہیں ہوئیں، ایرانیوں کی اس جنگی سعی سے تھا جس کا نتیجہ یوریمدون کی صورت میں نظر آیا۔ بیوسولٹ کے نزدیک یہ لڑائی ۴۶۷ ق م میں

"اسکے بعد ایتھنزیوں اور حلفا اور ایرانیوں کے درمیان ایک بحری اور بری جنگ پمفیلیا کی دریائے یوریمِدون پر ہوئی اور خشکی اور تری دونوں پر ملتیادیس کے بیٹے کیمون نے شکست فاحش دیکر ۲۰۰ سہ طبقہ فنیقی جہاز ڈبو دیئے یا گرفتار کر لئے"۔ اس لڑائی کے متعلق اگر ہم کو مزید معلومات بہم پہنچ سکیں تو بہتر ہوتا اسلئے کہ اس جنگ اور جنگ میکالے میں اسقدر مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہِپوس توان دونوں کو جنگ میکالے کے نام سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ متاخرین کے بیانات اس درجہ متضاد ہیں کہ ہمیں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں دیودورس نے کہیں کہیں شائد ایفورس کا تتبع کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیمون دوسو سہ طبقہ جہاز پیرئی اس سے لیکر چلا اور سو جہازوں کا اضافہ کرکے کاریہ کے یونانی شہروں کو اپنا جانب دار بنایا اور پھر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہوئی تھی۔ اسکی مزید تفصیل کے لئے دیکھو دیودورس ۱۱، ۶۲- پولی آئینس ۱، ۳۴- یہ بالتیقن نہیں بتایا جاسکتا کہ دونوں میں سے کسکو ایفورس کے سمجھنے میں کم غلطی ہوئی ہے۔ بیس ہزار قیدی دراصل سو جہاز ونکے ملاح اور انکے ساتھی ہونگے اور اسکا حساب حسب معمول فی جہاز ۲۰۰ آدمیوں کی نسبت سے لگایا گیا ہے۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۲-۱۳) غالباً تھیوپومپس کا تتبع کرتا ہے مگر ساتھ ہی فانودیمس اور کالس تھینس کے اقتباسات بھی دیتا ہے موخر الذکر بُوسولٹ (۲، ۴۰۵) کے نزدیک لڑائی کی اصلی سند ہے۔ بُوسولٹ (۲، ۴۰۲) کا یہ بھی موجہ خیال ہے کہ ایون ساکن خیوس کا بھی اصلی سند کا رتبہ ہے۔ پلوٹارک میں جو نا معلوم نام ہیدروس ہے اسے بعض موج کیپروس (یا قبرس) پڑھتے ہیں۔ ڈنکر (۸، ۲۱۲) اسی کو اِپیرس پڑھتا ہے اور یہ ہی درست بھی معلوم ہوتا ہے پئوسانیاس ۱۰، ۱۵، ۴-۵ اور دیودورس ۱۱، ۶۲ میں چڑھاووں کا ذکر ہے اور وہیں یہ بھی بیان ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ "قبرس" میں ہوئی تھی اور یونانیوں نے سو جہاز گرفتار کئے تھے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سنہ ۴۴۹ ق م کی لڑائیوں کے ساتھ جزوی خلط مبحث ہوگیا ہے۔ مقابلہ کرو بینڈورف کے مضمون "فتحمند اتھینیا کا مذہب" میں (جو روما کے انجمن آثار قدیمہ کے یادگاری نمبر سنہ ۱۸۷۹ء میں نکلا تھا) اکروپولس کے اتھینا کے بت خانے اور فتح یوریمدون کے درمیان تعلق دکھایا گیا ہے۔ اس کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو بوسولٹ ۲-۱۰۴ وغیرہ۔ صفحہ ۴۰۴ کے پہلے حاشیئے میں وہ لکھتا ہے کہ بجائے "ملک میں" کے "قبرس میں" پڑھنا چاہیئے اور صفحہ ۴۰۶ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ چڑھاوے کا اصل مقصد ایتھنزیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کو دکھانا ہے۔ اور اسی موضوع کو غالباً الٹے ہوئے کھجور کے درخت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ؛

مقامات کی تسخیر کی جنہیں ایرانی یا دیسی باشندے آباد تھے۔ لیسیہ کے شہر از خود اسکے جانب دار ہوگئے اسپر ایرانیوں نے ایک بری اور بحری فوج قبرس میں مجتمع کی جسکے سپہ سالار تھراؤش تیس اور فیرینداتیس مقرر ہوئے۔ کیمون نے بیڑے پر حملہ کیا اور اسے شکست دیکر سو جہاز ملاحوں سمیت اور دو سو خالی جہاز جنکے لوگ قبرس بھاگ گئے تھے گرفتار کر لئے۔ ایرانی لشکر دریائے یوریمیدون کے کنارے پڑا ہوا تھا اور کیمون نے نہایت تیزی کے ساتھ اسکی جانب پیش قدمی کی۔ اسنے یہ چال چلی کہ یونانیوں کو ایرانی کپڑے پہنائے اور ایرانی گرفتار شدہ جہازوں میں بٹھا کر دریا کے راستے ایرانی فوج کی جانب لیجانے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے تو یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے ہی آدمی ہیں انکا مقابلہ نہیں کیا۔ یونانی نہایت اطمینان سے ایرانی پڑاؤ پر پہنچ گئے اور وہاں ایک باقاعدہ قتل عام کے مرتکب ہوئے پھر بھی ایرانی انھیں پہچان نہ سکے اور یہ سمجھے کہ وہ پسیڈیا کے بحری قزاق ہیں۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد کیمون نے اپنی تمام فوج کو آتشی اشاروں کے ذریعے سے واپس بلا لیا۔ ۳۴۰ جہاز اور ۲۰۰۰۰ آدمی گرفتار کر کے وطن کو واپس آیا؛

یہ بیان دیودورس کا ہے۔ پولی آئینس بھی یہی قصہ نقل کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ موخر الذکر لڑائی کا موقع دریائے یوریمیدون اور کیمون کی چال کا مقام جزیرہ قبرس بتاتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حقیقۃً پیش آیا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ طوسی دیدش اسکا مطلق تذکرہ نہ کرتا؟

پلوٹارک کا بیان مفصلۂ ذیل ہے:۔ طوسی دیدش نے تو جہازوں کو پہلے سے زیادہ تیز رو بنا ہی دیا تھا۔ اب کیمون نے انکو زیادہ وسیع کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انہیں بہت سے ہوپ لیت بیٹھ سکیں۔ ایونیہ سے پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کا ساحل مسخر کرنے کے بعد وہ کنیدس گیا اور خیرسیوں کی مدد سے شہر فاسیلس کو اپنا جانبدار کر لیا۔ اس نے یہ خبر سنی کہ اریوماندیس قبرص سے ۸۰ جہازوں کا منتظر ہے اور دریائے یوریمیدون پر ۶۰۰ (یا بموجب الیفوریش ۳۵۰) جہازوں کا بیڑہ لئے پڑا ہوا ہے۔ کیمون نے فوراً حملہ کیا دو سو جہاز گرفتار کئے، بہت مال غنیمت لیا اور اسکے بعد ان ۸۰ جہازوں کو بھی حراست میں لے لیا جو میدروس چلے گئے تھے۔ اس بیان میں دیودورس والی عجیب و غریب چال ظاہر نہیں ہوتی اور اس سے دیودورس کا اعتبار اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لڑائیاں یوریمیدون پر ہی ہوئی تھیں تو پھر چال کی ضرورت ہی کیا تھی؛

ایتھنزیوں نے اس فتح کے شکریے میں دیوتاؤں کے سامنے نہایت بیش قیمت بھینٹ دئے

ڈیلفی کے اپولو پر ایک تانبے کا پھل دار کھجور کا درخت چڑھایا گیا جسپر اتھینا کی مورت تھی۔ اسکے ایک اور چڑھاوے کا اس واقعے سے متعلق ہونے میں (جسکا دیودورس یوریمیدون کے سلسلے میں ہی ذکر کرتا ہے) بہت شبہ کیا جاتا ہے ؛

جنگ یوریمیدون سے ایتھنز؛ اور ایشیائی یونانیوں کو جنوبی ساحل ایشیائے کوچک پر جسپر اسوقت تک ایران کا اثر باقی تھا سیادت حاصل ہوگئی اور اس سیادت کے حصول میں صرف خیوس لیسبوس اور ساموس کے باشندے ایتھنز کے شریک جنگ ہوئے تھے ؛

آخر میں یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ نہ تو ۴۷۹ ق م کے بعد پوسانیاس اور ۴۶۹ ق م اور ۴۵۹ ق م کے بعد ایتھنز ہی جزیرہ قبرس کو فتح کر سکے۔ اور بالآخر یہ جزیرہ یونانیوں سے ہمیشہ آزاد ہی رہا ؎

نوٹ متعلق باب ہشتم

کیمون کے لئے دیکھو فیڈش؛ "سوالخمری کیمون" بازل، ۱۸۴۷ء اور "مختصر تحریرات" جلد ا۔ لائپزگ ۱۸۷۸ء۔ اونکن؛ "ایتھنز؛ اور یونان" جلد ا (کیمون اور ایفیالتیس) لائپزگ ۱۸۶۵ء۔ گوکس؛ "تاریخ یونان" جلد ۲۔ لندن ۱۸۴۷ء ؛

پانچویں صدی کے بیشتر حصے کیلئے گوکس کے "حیاتہائے مدبران یونان" جلد ۲۔ لندن ۱۸۸۶ء دیکھنی چاہیئے ؛

؎ بلوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات :-

۴۶۹ ق م یا ۴۶۶ ق م۔ سکیروس کی تسخیر ؛

۴۶۸ ق م۔ کارستوس کی تسخیر ؛

۴۶۷ ق م۔ ناکسوس کے ساتھ جنگ ؛

۴۶۷ ق م۔ جنگ یوریمیدون ؛

نواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک

جب ایتھنز اسقدر چلت پھرت دکھار ہا تھا تو اسپارٹا پر خاموشی طاری تھی۔ پئوسانیاس کے معاملے میں اسے نہایت تلخ کامی ہوچکی تھی۔ "سیاسیات عظمی" کے خیال کا ضروری نتیجہ ایرانی تعیش کے ساتھ وابستگی تھی اور یہ تعیش اسپارٹی عادات واطوار اور اسپارٹی اوصاف کے بالکل متضاد تھا۔ اسپارٹا ان آزمائشوں میں ہرگز پورا نہ اترا اور اسنے آخر الامر یہ تہیا کرلیا کہ ایشیائی معاملات کو دوسروں کے سپرد کرکے خود اپنی قدیم علیحدگی دوبارہ اختیار کرلے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اسپارٹا میں یہ بحث چھڑی کہ بحری سیادت کے اصول پر کاربند رہا جائے یا نہیں اور ایک شخص مسمی ہیتوئمارید اس نے اسپارٹیوں کو یہ ترغیب دی کہ قیادت یونان کے خیال کو خدا حافظ کہکر پرانی لیگ پھر زندہ کی جائے۔[1] آخرکار اسپارٹا کو اپنے بلند پائے سے نیچے اترنا پڑا۔ اور چونکہ خیال یہ پیدا ہوچلا تھا کہ اسمیں وہ پرانی قوت باقی نہیں رہی تھی اسلیئے وہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوا۔

گو اسپارٹا یونانی سمندروں کے قیادت سے مستعفی ہوگیا پھربھی بڑی سرگروہی برقرار رکھنے میں اسے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسپارٹیوں نے سوچا کہ اتفاق "ہمسائگان" کے تہدید سے بڑی سیادت قائم رکھنا ممکن ہے۔ اور تحریک کی کہ جو مملکتیں ایران کے خلاف شریک محالفہ نہیں ہوئیں وہ اس لیگ سے نکالدی جائیں۔ مگر تمسٹاکلیس نے پیلاگوروں (اراکین مجلس لیگ) کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس تحریک کے خلاف رائے دیں۔ اسنے کہا کہ ۳۱ مملکتیں ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئی ہیں مگر ان میں سے اکثر نہایت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اگر لیگ میں سوائے انکے کوئی اور مملکت شریک نہ رکھی جائیگی تو پھر دوتین زبردست مملکتوں کا

[1] دیودورس ۱۱، ۵۰۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۶ کے نزدیک دراصل یہ اپسوکراتیس کے محض تخیلات کے اختراعات کا نتیجہ ہے۔

پورا قابو چل جائیگا اور باقی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑیگا۔[۱]

اس واقعہ سے جسکا راوی محض **پلوٹارک** ہے اور دیگر سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ **پلوٹارک** حقیقی واقعات بتا رہا ہے تو بھی **اسپارٹا** کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ یونان کی ادھوری بکھری ڈھیلی ڈھالی ایک حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل بھی اسپارٹا اسکے لیئے کوشش کر چکا تھا جب وہ آیونیائیوں کو ان شہروں میں آباد کرنے کا محرک ہوا تھا جو ایران کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اسکی یہ تجویز ہوئی اس قسم کے شہروں کی جو کچھ سیاسی حیثیت ہے وہی باقی رہے سوائے اسکے کہ انکے چند غیر متعین حقوق جو "لیگ ہمسائگاں" میں انھیں حاصل تھے ضبط کر لیئے جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ

---

[۱] **پلوٹارک**: "تمسٹاکلیس" ۲۰۔ یہ بیان نہایت مشکوک ہے اور اسکی صداقت میں شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ سب سے زبردست اعتراض یہ ہے کہ جہانتک ہمیں علم ہے باشندگان بیوقیہ دو ووٹس کو لیگ میں حق رائے دہی نہ تھا مگر تھیبز اور آرگوس کو تھا۔ بیوتی اور تھیبزی ایک ہی ہوں مگر دورسی اور آرگوسی تو ایک نہ تھے اور یہ ممکن کب تھا کہ آرگوسی اور تھیبزی لیگ سے علیحدہ کئے جاتے۔ اگر اسپارٹی تحریک منظور ہو جاتی تو لیگ سے محض آرائش ارکین مثلاً مالسی، فطیوطی آئی نیانی، دولوپی مگنیتی اور پر رھائے بی علیحدہ کر دیئے جاتے جو نہ صرف ایران کے طرفدار رہتے تھے بلکہ جنکا دروازہ ہمیشہ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کے اثر کیلئے کھلا رہتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹی تحریک کے اس بیان میں صرف اتنی بات واقعی کہی جاسکتی ہے کہ اسپارٹا کی عین خواہش تھی کہ پرانی لیگ کی جگہ نئی لیگ قائم کرے اور اسکے بعینہ وہی حقوق ہوں جو قدیم لیگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایتھنز نے ان یونانیوں کے حقوق کی حفاظت کی جنھوں نے غداری کی تھی۔ اسنے "لیگ ہمسائگاں" کو حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہونے سے اسلیئے باز رکھا کہ اسے خوف تھا کہ نئی لیگ میں اسکو اسپارٹا سے بہت نیچا درجہ اختیار کرنا پڑیگا۔ مگر اسپارٹی تحریک کے بجائے وہ کوئی اور تحریک پیش نہ کر سکا۔ اور اسنے جن مملکتوں کا ساتھ دیا انھوں نے تو اسکا شکریہ بھی نہیں ادا کیا مثلاً تھیبز نے فوراً اسپارٹا سے معاہدہ کر لیا۔ یونان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کی ابتدا فتوحات ہی سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسپارٹی مقاصد کو ایتھنز نے بالکل اسی طرح شکست دی جیسے زمانہ مابعد میں اسپارٹا نے ایتھنز کے مساعی کی کامیابی میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ افسوس کہ انسانی فطرت اسی کے مقتضی ہے۔ دیکھو بُوسولٹ ۲، ۱، ۳۵۷

اس صورت میں لیگ پہلے سے زیادہ ذی اقتدار ہو جاتی - اسکے خلاف مِسْطاکلیس کے اعتراضات نہایت کمزور تھے - واقعہ یہ تھا کہ حقیقی قوت دو یا تین مملکتوں کو تھی جو خود کو ایونیائی یا دوریائی کہتی تھیں - اگر لیگ کو از سر نو مرتب کر دیا جاتا تو اسمیں جس قسم کے قانون رائے دہی کی خواہش رہی ویسا ہی بن سکتا تھا اور ممکن تھا کہ لیگ میں ایتھنز کا اتنا ہی اثر پیدا ہو جائے جتنا اسکا حق تھا - تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ ایتھنز کے اعتراضات کی بنا پر لیگ میں اصلاح تو نہ ہوئی مگر ایتھنز کے اقتدار میں بھی پہلے سے کچھ زیادہ اضافہ بھی نہ ہو سکا - خود وہ مملکتیں جنھیں محض ایتھنز کیو جبر سے لیگ میں رہنے دیا گیا تھا اب اسپارٹا کے ہی ممنون مشکور ہوئیں - اور عدم تجدید لیگ سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا ؛

اسکے باوجود اسپارٹا اپنے ایک خاص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا - اسکی خواہش تھی کہ تھسلی والوں کو اسکی سزا دی جائے کہ انھوں نے یونانیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود تھسلی پر مسلّط ہو جائے - شاہ لیوتی خدیس اس کام کیلئے تھسلی روانہ کیا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسنے وہاں پہنچ کر الیوداۓ قوم سے رشوت لے لی اور جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا[1] واپسی پر لیوتی خدیس مجرم گردانا گیا اور آخرکار اسے تیگیا بھاگ جانا پڑا - چونکہ شہر اسپارٹا کا پرانا حلیف تھا اسلیئے مروت میں آکر وہاں کے باشندوں نے بادشاہ کو حوالے کرنے سے قطعی انکار کیا - مختلف حصص یونان کا جذبۂ آزادی جنگ ایران سے بہت ترقی کر گیا تھا - اور تیگیا نے یہاں تک جرائت کی کہ اسپارٹا سی ذی اقتدار مملکت کے خلاف آرگوس سے محالفہ کرے - گو ان حلیفوں کو اسپارٹا نے شکست دی مگر تیگیا کی حیثیت میں کوئی معتد بہ فرق نہ آیا[2] ؛

پیلوپونیز کے دوسرے حصوں میں بھی جوش پھیلا ہوا تھا - اہلس نے ایک دستور اختیار کر کے جو عموماً اصولوں پر مبنی تھا متعدد مواضعات کو یکجا کیا اور اس کا نام شہر ایلس رکھا[3]

---

[1] ہیرو ڈوٹس ۶، ۷۲ - پٹوسانیاس ۳، ۷، ۹ - بئوسولٹ ۳۵۵ - ۳۵۶ ؛

[2] ہیرو ڈوٹس ۹، ۳۵ - پٹوسانیاس ۳، ۱۱، ۷ - بئوسولٹ (۳، ۱، ۲) کے نزدیک یہ واقعہ ۳۷۳ ق م یا ۳۷۲ ق م کا ہے ؛

[3] اسٹرابو ۸، ۳۳۶ - بئوسولٹ ۲، ۲، ۳ ؛

آرکیڈیا نے بھی اسپارٹا سے علیحدگی اختیار کر لی اور بعض مورخوں کے نزدیک اسی زمانے میں مین ٹنیا کے اتحاد باہمی کی تہذیب ہوئی۔ مگر یہ بات تیقن کے پایہ کو نہیں پہنچی[1] اسکے ساتھ ہی ہمیں یہ علم ضرور ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو اِسپارٹا اور دیگر آرکیڈی شہروں کے درمیان ہوئی اور جس میں شہر ڈیپیا کے قریب اسپارٹیوں کو فتح ہوئی مین ٹنیا شریک نہ تھا۔ بہر نوع اگر مین ٹنیا نے اِسپارٹا کی عملاً مخالفت نہیں کی پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا[2] نہایت تعجب ہے کہ جنگ ایران کے بعد ہی وہ اسقدر کمزور ہو گیا ہو۔

اس ضمن میں ایک خاص واقعہ کیطرف توجہ لازم ہے۔ ڈیوڈورس کے نزدیک آرگوسیوں نے میکے نائی اور تیرِ نز دونوں کو ۴۶۸ ق م میں تاراج کیا[3] میکے نائی اور تیرِ نز نے تو ایران کے خلاف کوشاں ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اور آرگوس دوران جنگ میں یونان کو ایران کے ہاتھ فروخت کر دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ باوجود اسکے ڈلفی میں باشندگان میکے نائی و تیرِ نز کی یادگار قایم ہونے سے دس سال کے اندر ہی آرگوس کو یہ دونوں شہر برباد کرنے اور انکے تمام باشندگان ذکور کو غلام بنانے دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں بہت سے افراد ایسے بھی ہونگے جنکو اسبات سے نہایت تاسف ہوگا کہ ان یونانی مملکتوں کو جو ایران سے جنگ آزما ہوئی تھیں ایک مضبوط لیگ بنانے میں اِسپارٹا کو ناکامی ہوئی۔ بہر نوع میکے نائی کی تباہی جو ازمنۂ قدیمہ سے اب تک نہایت باوقار شہر تھا عوام کی نظروں میں ایک نہایت قبیح حرکت تھی اور یونان کی روایات کی قطعاً منافی تھی۔ بلاشبہ اسپارٹا کو اپنی ضروریات بھی مدنظر تھیں مگر ان ضروریات ہی کیلئے میکے نائی کا قیام لابدّ تھا۔ ان تمام باتوں سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اِسپارٹا نے میکے نائی کی حفاظت میں

---

[1] دیکھو جلد ا باب ۱ حاشیہ ۸ خود بیوسولٹ (۲، ۶، ۳) یہ ثابت نہیں کر سکا۔

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵ ہمیں اس لڑائی کے صحیح سنین کا علم نہیں۔ بیوسولٹ (۲، ۶، ۳ ، ۳۸۴) نے ۴۶۹ ق م تا ۴۶۶ ق م قرار دیا ہے۔ ڈیو (۸، ۳، ۱۳) کے نتائج درست ہوں مگر طریق استدلال صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

[3] ڈیوڈورس ۱۱، ۶۵۔ اشترابو ۸، ۶، ۲ ، ۳۔ ۳۔ مقابلہ کرو ہیروڈوٹس ۸، ۴۳ بیوسولٹ کا خیال ہے کہ میکے نائی کی فتح غالباً ۴۶۳ ق م میں ہوئی ہوگی۔ اس سے اِسپارٹا کی عدم مداخلت کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے۔

صرف اسوجہ سے ہاتھ نہیں ڈالا کہ وہ خود مصیبتوں میں گرفتار تھا بلکہ ڈیوڈورس کا تو یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کی عدم مداخلت کا اصلی سبب ہیلوتوں کی بغاوت اور زلزلہ تھا۔ مگر ہمیں اسکی بابت کسی قسم کے اطمینان بخش معلومات نہیں پہنچے[1]

زلزلے نے اسپارٹیوں کو عظیم الشان نقصان پہنچایا جنگ آرکیڈیا ختم ہی ہوئی تھی اور اسپارٹا سوچ ہی رہا تھا کہ تھاسوس باغیوں کو اسپارٹا کے خلاف کس طرح مدد دے کہ ایک زبردست زلزلے نے شہر کو ہلا دیا جس سے اسپارٹا میں کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے اس زلزلے سے قریب بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر میں صرف پانچ مکان کھڑے رہ گئے۔ مال واسباب کے بہ نسبت جانوں کی حفاظت زیادہ اہم تھی اسلیئے شاہ آرخی ڈامس نے تنبہ کے علامات کے ذریعے سے شہریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کو ایک کھلے میدان میں لیجاکر بہت لوگوں کی جان بچائی؛

اس واقعے کے بعد ہی پیریوئکی اور ہیلوتون نے بغاوت کا علم بلند کردیا کچھ عرصے پیشتر یہ شبہ ہوگیا تھا کہ ہیلوت پوسانیاس کے محض ایک اشارے پر باغی ہوجایئنگے اور جب چند ہیلوت ٹینیاری پوسیدون کے دامن کو بھاگ گئے تو اسپارٹیوں نے اسی شبہ میں انکو قتل کرڈالا۔ اسپارٹا پر اس قتل کا مدت دراز تک دھبہ رہا۔ اور ایتھنز ی وقتاً فوقتاً اسپارٹیوں کو یہ واقعہ یاد دلاد لاکر مطعون کیا کیئے؛

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ پیریوئکی کی بغاوت میں تھوریئی اور ایتھائیا کے باشندے اور قدیم مسینیوں کے ورثا شامل تھے۔ ابتدا ہی میں ان باغیوں نے قلعہ اتھومے پر قبضہ کرلیا اور ایک معرکے میں تین سو اسپارٹی لسر کردگی ایمنیستس (قاتل مہرنوش) کام آئے اس جنگ کے طول کھینچنے سے اسپارٹی اقتدار میں گونہ فرق آگیا یہانتک کہ وہ اپنے پرانے حلیفوں سے امداد کا خواہاں ہوا جنمیں سے ای جینا اور پلاٹیہ نے فوراً آمادگی ظاہر کی[2] مگر اسکا بھی کوئی

---

[1] دیکھو ڈیو ۸، ۱۳۳ وغیرہ۔ اور ۴۰۔۲۔ پوسانیاس (۴، ۲۴، ۵) کا خیال ہے کہ مسینیوں کی بغاوت اولمپیاد ۷۹، ۲ یعنی سنہ ۶۳-۶۶۲ ق م میں ہوئی ہوگی۔ مگر بیوسولٹ (۲، ۴۳۴) اسکے لیئے موسم گرما سنہ ۶۵ ق م تجویز کرتا ہے؛

[2] طوسی دیدش ۲، ۲۷۔ ۴، ۵۶۔ ۳، ۵۴۔ بیوسولٹ (۲، ۴۵۳) کے نزدیک کیمون مسینیہ موسم بہار میں گیا تھا۔ کیمون کی سوانحعمری (۱۵) میں پلوٹارک نے جو غلطیاں کی ہیں انکے لیئے دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۵۵؛

خاطرخواہ نتیجہ نہ نکلا اور اِتھومے تسخیر نہ ہوسکا۔ اَیتھنزی تو شہروں کے محاصرے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے مگر پیلوپونیزیوں کو محاصروں کا زیادہ تجربہ نہ تھا اسلیئے اِسپارٹیوں نے اب ایتھنز سے مدد طلب کی۔ اگر اَیتھنزی اسپارٹا کیلیئے خون بہانے کو طیار نہ ہوتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسلیئے کہ انکو غالباً علم تھا کہ اِسپارٹا اسکے مدمقابل تھاسوس کو کمک بھیجنے والے ہیں۔ مگر کیمون کی یہ پالسی تھی کہ ایتھنز اِسپارٹا سے تعلقات قائم رکھے اور اسکے اثر سے ایتھنزی اسپارٹا کو مدد بھیجنے کیلیئے طیار ہو گئے اور خود کیمون ایک لشکر لے کر میدان جنگ کو گیا۔ مگر اَیتھنز کے اس آمادگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اِتھومے تسخیر نہ ہوسکا اور اِسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اَیتھنزی باغیوں سے مل گئے ہیں اور خیال کرنے لگے کہ کیا عجب کہ محاصرین میں سے ایسے لوگ بھی ہوں جو محصورین کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہوں۔ آخرکار اس شبہ میں گرفتار ہو کر اِسپارٹا نے اَیتھنزی فوج واپس کر دی۔ بلاشبہ یہ اَیتھنز کیلیئے توہین تھی مگر اس توہین کا اصل باعث خود اسکا سفیہانہ اور لایعقلانہ طرز عمل تھا۔ عہد مشتطا کلیس میں اِسپارٹا سے ہمیشہ عیارانہ اختلاف سے کام نکالا جاتا تھا، اب کیمون کے زمانے میں اَیتھنز کا اِسپارٹا کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ محض ایتھنز کی عنایت آمیز سرپرستی پر مبنی تھا۔ یونان کی بہتری کیلیئے اِسپارٹا کا میسینیہ کو اپنی ماتحتی میں رکھنا کسی طرح ضروری نہ تھا اسلیئے کیمون کے اس طرز عمل کے نتائج اور بھی مضر ثابت ہوئے۔ اب اِس انتہا پسندی نے اور بھی گل کھلائے۔ اور اسی اَیتھنز نے جو حال ہی میں میسینیوں کو غلام بنانے کیلیئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تلا ہوا تھا اب اِسپارٹا کے خلاف آرگوسیوں اور تھسالویوں کے ساتھ عہد و پیمان مخالفہ کر لیا ہے[1]

جنگ نے دس سال متواتر طول کھینچا مگر اخیر میں اِتھومے کو ہتھیار رکھ دینے پڑے اور فتح کا سہرا اِسپارٹیوں کے ہی سر رہا[2] اختتام جنگ پر فاتحوں نے محصورین کو

---

[1] طوسی دیدِس ۱، ۱۰۲۔

[2] کریوگر، کلاسین اور بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کی رائے ہے کہ طوسی دیدِس ۱، ۱۰۳ میں بجائے "دسویں سال" کے "چوتھے سال" پڑھا جانا چاہیئے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کے نزدیک اِتھومے کا تسخیر ۶۱–۶۲ء قم میں عمل میں آئی ہوگی۔

پیلوپونیز سے چلے جانیکی اجازت تو دیدی مگر اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگادی کہ انہیں سے جب کسی کو کوئی پیلوپونیز میں گرفتار کرلیگا وہی اسکا مالک ہوجائیگا۔ اس قسم کے سخت شرائط میسینیوں کے شکست کا نتیجہ تھے مگر اپنے بچاؤ کیلئے اسپارٹیوں نے یہ مشہور کردیا کہ انکے عائد کرنے کی ایک کاہن نے ہدایت کی تھی۔ پیلوپونیز سے میسینی ایتھنز گئے جہاں ایتھنزیوں نے انکا خیر مقدم کیا اور نوپاکٹس میں (جسے حال ہی میں اوزولی لوکریوں سے چھینا تھا) رہنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے ایتھنز کے یہ دوست ہی خلیج کارنتھ پر سنتری کی خدمت انجام دیتے رہے اور ایک ایسے بندرگاہ کے جو ایتھنز کیلئے نہایت اہم تھا متواتر حفاظت کرتے رہے۔[1]

اسپارٹا کو تو بہت سی مشکلات محض اسلئے پیش آرہی تھیں کہ اسکا طرز عمل دلیرانہ نہ تھا، اسکے برعکس ایتھنز کو اسی قسم کے مصائب کا اسواسطے سامنا کرنا پڑا کہ اسکی پالیسی حریصانہ تھی۔ اسپارٹا کے خلاف تو اسلیئے تو بغاوتیں ہورہی تھیں کہ اسکو کاہلی پسند تھی، ایتھنز کے خلاف اسوجہ سے شورشیں برپا ہورہی تھیں کہ اسمیں تکبر بھرا ہوا تھا۔ کیمون کی تسخیر ایون وسکیروس و کارستس کے بیان کے بعد طوسی دیدیس مفصلۂ ذیل قصے کا ذکر کرتا ہے:۔[2] "اب وہ یا عنی ناکسوسیوں کی طرف رجوع ہوئے اور انکا محاصرہ کرکے انکو شکست دی۔ ناکسوس پہلا حلیف تھا جسے ایتھنز نے تمام موجودہ قواعد کے خلاف اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اسکی بغاوت کے بعد ایتھنز نے بجنسہٖ یہی برتاؤ دوسرے شہروں کے ساتھ بھی روا رکھا۔ ایتھنز کی سلطنت کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ اسلیئے جاری ہوا تھا کہ حلیفوں نے خراج دینا یا زمانۂ جنگ میں ایتھنز کو اپنے جہازوں اور اپنی فوج سے امداد دینا قطعی انکار کے ساتھ موقوف کردیا تھا،

---

[1] گروتیس (۲، ۲، ۱۷۱) کا خیال ہے کہ طوسی دیدیس (۱، ۱۰۳) کے الفاظ "لوکریسی نکال دیئے گئے" کی تشریح "توسہیلہ یونان قدیم" ۲۲۱ سے ہوجاتی ہے جسمیں لوکریسیوں کی نوآبادی نوپاکٹس کا ذکر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نوآبادی میں کورنتھی بھی شریک ہونگے اسلیئے کہ چند سکے پائے گئے ہیں جو کورنتھی طرز کے ہیں اور جنپر لفظ "لوکرون" کندہ ہے مگر درحقیقت یہ زمانۂ بعد کے اطالوی لوکری کے سکے ہیں۔ اگر ایتھنز اسپارٹا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا برتاؤ اسپارٹا نے تھاسوس کے معاملے میں کرنا چاہا تھا تو میسینی غالباً آزاد ہوجاتے، اور یہ یونان کیلئے بہر نوع مفید ہوتا۔

[2] طوسی دیدیس ۱، ۹۸، ۹۹۔

اور ایتھنزیوں نے یہ رویّہ اختیار کیا تھا کہ جو حلیف محض کاہلی یا عداوت کی بنا پر ایتھنزی مطالبات پورا کرنے میں تعویق کرتے انکو ایتھنز نہایت سختی کیساتھ جبراً پورا کراتا۔ اسکے ساتھ ہی انکی حکومت ناپسندیدہ تھی دوسرے یہ کہ وہ بغاوت نہایت آسانی کیساتھ فرو کر دیتے تھے۔ اکثر حلیف یہ چاہتے تھے کہ زندگی آرام سے بسر ہو اور جہاز مہیّا کرنے کے عوض وہ ایتھنز کو روپیہ ہی ادا کر دیا کریں۔ اسطرح ایتھنز کی قوت میں پہلے سے بھی اضافہ ہو گیا اور جب کسی حلیف نے بغاوت کی تو وہ ایتھنز کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا" یہ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ ایسے حلیفوں کی کیا تعداد تھی جو بزور شمشیر مغلوب کیئے گئے؛

اسی قسم کے ایک اور جھگڑے کا ہم کو علم ہے۔ باشندگان جزیرہ تھاسوس ایتھنز سے اسلیئے جھگڑا رکھتے تھے کہ ایتھنز تھاسوسی ساحل پر برابر دست درازی کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ تھاسوسیوں کو ساحلی کانوں پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دیتا رہتا تھا[1]۔ تھاسوس کی جو کچھ دولت تھی وہ ان ہی کانوں کی وجہ سے تھی اور ان میں سے اکثر ساحل ہی پر تھیں۔ موسم بہار ۴۶۵ ق م میں تھاسوس نے نہایت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور ایتھنز سے باغی ہو گیا[2]۔ ایتھنزیوں نے شہر تھاسوس کا محاصرہ کر لیا اور دس ہزار ایتھنزی حلیف دریائے استریمون کے ایک اہم موقع پر قبضہ کر کے وہیں بس گئے تاکہ برّاعظم پر تھاسوسی اقتدار توڑ دیں۔ یہ جگہ دریا کے دہانے پر ہی تھی اور چونکہ اس جگہ نو سڑکیں مل جاتی تھیں اسلیئے اسکا نام "اینیاہودوئے" یا "نہ راہا" تھا مگر چونکہ دریائے استریمون نے اسے قریباً چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اسی مناسبت سے زمانۂ مابعد میں اسکا نام "امفی پولس" یا پن گھٹ پڑ گیا[3]۔ بہرحال اس نو آبادی نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی۔ تھریسیوں نے نہ صرف بسنے والوں کی مخالفت ہی کی بلکہ ڈرابسکس پر انھیں شکست دی اس شکست کا ایک نتیجہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ایتھنزیوں کو نہ راہا چھوڑ دینا پڑا۔ یا

---

[1] طوسی دیدیش ۱، ۱۰۰؛

[2] بٹوسولٹ ۲، ۱۴۴۔ مقابلہ کرو گرتیس کی تاریخ یونان ۶، ۲۷۸۔ "مجموعۂ نوشتہائے قدیم" (۱، ۴۳۲) میں کسی قبر کے تکیے کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کا ذکر ہے جو تھاسوس میں مارے گئے؛

[3] طوسی دیدیش ۱، ۱۰۰۔ دیو ۸، ۲۳۱ کا خیال بالکل درست ہے کہ تھاسوس در اصل اسی نو آبادی کی تجویز ہی کو سنکر بغاوت پر آمادہ ہوا تھا؛

کم سے کم دوبارہ بستی بسانے کی ضرورت پیش آئی؛
خود تھاسوسیوں کے خلاف کیمون بھیجا گیا اور اپنے مقصد میں وہ پہلی مہم سے زیادہ کامیاب رہا۔ اسنے انھیں بحری شکست دی اور ایک طولانی محاصرے کے بعد بغاوت کے تیسرے سال تھاسوسیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ادہر اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسیطرح تھاسوس کی مدد کیجائے۔ مگر اسپارٹی امداد کا شہر تھاسوس میں پہنچنا بالکل ناممکن اور محال تھا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز نے تھاسوس کو مجبور کیا کہ وہ اپنی شہر پناہ مسمار کر دے، اپنے جہاز اور ساحلی مقبوضات ایتھنز کے سپرد کر دے اور آئندہ سے سال بسال خراج ادا کرتا رہے۔ اس خراج کی تعداد اولمپیاد ۸۲، ۲ (۴۵۰ ق م) میں تین تالنت تھی[۱] اندرونی معاملات میں دوسرے حلیفوں کی طرح تھاسوس بھی خود مختار رہا؛

گو کیمون نے تھاسوس فتح کرلیا تھا اور اس سے ایتھنز کی سیادت ممالک شمال میں دوبارہ عود کر آئی تھی مگر اسکی ایتھنزیوں نے اتنی قدر نہ کی جتنا وہ مستحق تھا۔ اسکے مخالفوں نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اسنے سکندر شاہ مقدونیہ سے رشوت لیلی ورنہ مقدونیہ کا فتح کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ انھوں نے یہانتک کیا کہ اسپر باضابطہ مقدمہ قائم کردیں مگر تحقیقات سے کیمون تمام الزامات سے بری ہوگیا[۲] ارسطیدیش کی موت کے بعد الکموئیوں کے معاملات کی نگرانی چند نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنمیں ایک فارقلیش بھی تھا۔ اسکے باپ زانتھی پس پر ایک زمانے میں کیمون نے استغاثہ دائر کیا تھا اور اب یہ فارقلیش کیمون کے مخالفوں میں شامل ہوگیا تھا۔ کیمون سے قوم اسوجہ سے اور بھی نالاں تھی کہ وہ تو اسپارٹا سے دوستانہ طرز عمل برتنا چاہتا تھا اور اسکے جواب میں اسپارٹا نے بالکل برعکس رویہ اختیار کیا تھا؛

حالات متذکرۂ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد دس برس کے اندر اسپارٹا

---

[۱] اولمپیاد ۸۳، ۲ میں کانوں پر تھاسوس کا پھر قبضہ ہوگیا تھا اور غالباً اسی لئے ایتھنز نے اسکے خراج کی مقدار تین تالنت کی جگہ تیس تالنت کر دیا؛

[۲] اس مقدمے کیلئے دیکھو پلوٹارک کی "سوانح کیمون" ۱۴، ۱۵۔ کرتیس (۶۲، ۱۵۰) دیموس تھنیس کی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیمون پر ایتھنز کے "جدّی تنظیم" بدلنے کا الزام بھی لگایا گیا تھا۔ مگر بعض مورخ "جدّی تنظیم" کی جگہہ "پاردسی تنظیم" پڑھتے ہیں؛

کی طرح ایتھنز بھی مشکلات میں پڑگیا تھا مگر وہ اسپارٹا کی مشکلات کے برابر نہ تھیں[۱]؎

دسواں باب

ایتھنز کا خارجی طرز عمل جنگ اونوفیتہ تک

گو ایتھنز کے راستے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر اسکا اقتدار برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی سیادت کی ماہیت پر تو آئندہ بحث کی جائیگی۔ یہاں اسکی وسعت کے اندازہ کیلئے یہ کافی ہے کہ ایجئن کے تمام جزیرے اسکے شمالی ساحل کی تمام بستیاں، درۂ دانیال سے باسفورس تک کے شہر اور پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کی تمام ساحلی ریاستیں، یہ سب ایتھنز کو اپنا رئیس تسلیم کرنے پر طیار ہو گئے۔ یہ بھی خالی از علت نہیں کہ سوائے تھریسی خرسونیز اور رسپیہ کے بیشتر حصے کے وہ براعظم یورپ یا ایشیا کے کسی جزو پر قابض نہ تھا بلکہ اسکی قوت صرف ان ہی خطوں تک محدود تھی جو شہری فرقوں کے زیر اثر ہوں۔ اور خود ایونیا اور ساحل کے بعض طبقات ایسے تھے جو اسوقت تک ایران ہی کے دست نگر تھے۔ اسکے برعکس بہت سے ممالک اور سلطنیں ایسی بھی تھیں جو ایتھنز کے حلقۂ اثر میں آچکی تھیں۔ مثلاً تھریس اور

---

[۱]؎ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات:-

(۱) بہار ۴۶۵ ق م - بغاوت تھاسوس (۲،۱۴،۱۴)؛

(۲) گرما ۴۶۵ ق م - زلزلہ اسپارٹا (۲،۸،۳۴)؛

(۳) خزاں ۴۶۴ ق م - تسخیر تھاسوس (۲،۱۴،۱)؛

(۴) بہار ۴۶۳ ق م - کیمون میسنیہ میں (۲،۳،۵۴)؛

(۵) بہار ۴۶۲ ق م - کیمون کا اخراج (۲،۱،۱)؛

مقابلہ کرو ہولشا بیل "معلومات تاریخ یونان میں اضافہ" صفحہ ۳۲ - فیربکس (تھیز صـ۱۲) کے نزدیک تھاسوس موسم بہار ۴۶۳ ق م میں فتح ہوا تھا؛

مقدونیہ میں ایتھنز کا بہت اثر تھا اور گو تھسلی کی دوستی کا زیادہ اعتبار نہ تھا مگر کم از کم بظاہر تو تھالوی دوست ہی تھے[1] یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز کے فوکس کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے۔ کم از کم بیوتیہ پر تو ایتھنز کی اثر نام کو بھی نہ تھا۔ رہیں چھوٹی چھوٹی یونانی ملکتیں۔ انھوں نے ایتھنز سے ضرور معاہدے کر لیئے تھے مگر ان مخالفوں کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ ایتھنز کی مدد سے اپنے دشمن ہمسایوں کو نقصان پہنچائیں؛

اسکے سوائے میگارا اور ایتھنز میں محض قرب کی وجہ سے بھی دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی تھی[2] اور تاریخ میں صرف ایک مرتبہ جب کارنتھ اور میگارا میں مخالفت ہو گئی تھی میگارا نے ایتھنز سے معاہدہ کیا تھا[3] اس طرف ایتھنز یوں کو میگارا پر اسلیئے اثر قائم کرنے کی ضرورت تھی کہ میگارا کی ارضی مشرق میں خلیج سارون تک اور مغرب میں خلیج کارنتھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اسکے قبضے میں دو نہایت اہم بندرگاہ تھے۔ ایک نسائیا جو سالامس کے بالکل مقابل تھا اور دوسرا خلیج کارنتھ کا بندرگاہ پیگائے۔ میگارا پر پورا قابو حاصل کرنے کیلئے ایتھنز یوں نے شہر سے نسائیا تک دو مضبوط دیواریں قائم کر دیں اور جب اصول قلعہ بندی کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسی کی بنا پر خود ایتھنز میں اس پر عمل کیا گیا[4] دور و دراز پیگائے میں یہ فصیل بندی ممکن نہ تھی اسلئے ایتھنز نے

---

[1] مقابلہ کرو طوسی دیدش ۱،۱۰۲ و ۱۰۷؛

[2] ہمسایوں کے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کا تاریخ یونان پر نہایت زبردست اثر ہے۔ دیکھو میرا مضمون "تنازعۂ طویل" جسکو میں نے ا، گرنتیس کے نام پر معنون کیا ہے۔ یہ یونان کیلئے سخت بدبختی ہے کہ یونانی خصلت کے ایتیوکلیس اور پولی نکیس بالکل صحیح مثالیں ہیں؛

[3] طوسی دیدش ۱،۱۰۳؛

[4] میگارا کی لمبی فصیل کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱،۱۰۳۔ ایتھنز کی فصیل کے متعلق طوسی دیدش ۱،۱۰۷۔ جو واقعات طوسی دیدش نے باب ۱۰۷ میں بیان کئے ہیں وہ ضرور کیمون کے اخراج کے بعد پیش آئے ہونگے اسلئے جیسا طوسی دیدش سے ظاہر ہوتا ہے، اگر ایتھنز کی فصیل کی تعمیر جنگ ہالی ئس اور جنگ تناگرا کے بعد ہی شروع ہوئی تو ضرور ہے کہ فارقلیس نے انکی تعمیر کی ابتدا ۴۵۸ ق م میں کی ہو۔ پلوٹارک اپنے "واقعات کیمون" (۱۳) میں یہ بیان کرتا ہے کہ ان دیواروں کی بنیاد کیمون نے ہی رکھی تھی۔

پیگاسے کے ان جہازوں کا جو خلیج کارنتھ میں گشت لگاتے تھے مرکز مقرر کر دیا اور ان خطوں میں بھی ایتھنز کارنتھ کا گویا مد مقابل بن گیا۔ غرض یہ ہے کہ تیس سال کے امن کے سلسلے میں طوسی دیدس بیان کرتا ہے کہ سنہ ۴۴۵ ق م سے پہلے ہی ایتھنز خلیج کارنتھ کے جنوبی ساحل یعنے اکائیا کے بیشتر حصے پر قابض ہوگیا تھا[1] مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اثر کس طرح پیدا ہوگیا۔ ایتھنزی وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت خلق سے پیش آتے تھے اور سوائے رنگروٹوں اور سامان رسد کے اور کسی قسم کی تکلیف انکو نہ دیتے تھے۔ اسکے برعکس خلیج کورنتھ کے شمالی ساحل سے وہ بہت کم واقف تھے۔ صرف مغربی بندرگاہ نوپاکٹس پر انکا قبضہ تھا اور آرگوس اکا شہر ترِوِزین نے اُنسے مخالفہ کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خلیج سارون اور خلیج کورنتھ کے شہروں کے ساتھ اِسقدر مختلف النوع تعلقات قائم رکھنے کیلئے ایتھنز کو بہت جانفشانی اور عرق ریزی کرنا پڑی۔ اور یہ ایتھنز کا ہی کام تھا کہ اسکے باوجود وہ ایک عظیم الشان اور دور و دراز مہم سر کرنے کیلئے طیار ہوگئے۔ اور کوشش کی کہ مصر کو ایران سے علٰحدہ کرکے اپنے طرف لے آئیں اگر ایتھنز میں زمانۂ زیر بحث یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ان رہنماؤں سے زیادہ قابل مدبر نہ ہوتے۔ جنکے ہاتھ میں صدی کے آخری ایام میں ایتھنز کی باگ تھی تو یقین ہے کہ اس مہم کا نتیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ طوسی دیدس غلطی پر ہے۔ یہ نظریہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کیمون نے ہی ان فصیلوں کی تعمیر شروع کر دی ہوا اور اسے ایک اور واقعہ سے تقویت پہنچتی ہے کہ فارقلیس نے ایک تیسری اندرونی دیوار تعمیر کی تھی۔ فارقلیس کے نزدیک یہ اندرونی فصیل مدافعت کے لئے دیگر فصیلوں سے زیادہ اہم تھی اور یقین ہے کہ وہ اسے ہی فالیرم کی فصیل سے پیشتر ہی تعمیر کرتا۔ منجملہ زمانۂ حال کے مورخوں کے ڈنکر (۵، ۴۴۲) کو اسبات کا یقین ہے کہ کیمون ہی نے دیواروں کی بنیاد رکھی۔ واخستھ اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" (۱، ۵۵) میں ایک طرف تو اس نظریئے کے موافق بہت سے ثبوت تسلیم کرتا ہے اور دوسری جانب طوسی دیدس کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ واخستھ کو یہ یقین ہے کہ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ ان فصیلوں کی تعمیر میں نہیں خرچ کیا ہوگا۔ مگر میں اس خیال کے موافق نہیں ہوں اسلیئے کہ ان فصیلوں کی تعمیر بھی تو ایک شہر کی ایک عظیم الشان خدمت ہی تھی جسکے لیئے ایتھنز یونکو کبھی عار نہیں ہوا۔

[1] طوسی دیدس ۱، ۱۱۵۔

وہی ہوتا ہے جو سلی کی مہم کا ہوا اور ایتھنز کو ایک بہت بڑی زک پہنچ جاتی۔ مصری مہمات نے اکثر دول یورپ کو نیچا دکھایا ہے اور یہ مہم انہیں سب سے پہلی تھی۔

شہنشاہ زرکسیز کے انتقال کے بعد مصر نے چاہا کہ ایرانی حکومت سے آزادی حاصل کرے اور جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا ان میں سب سے پہلا شخص انارس حکمران لبیا (طرابلس) تھا جو دولت ایران سے بغاوت کر کے مصر کا بادشاہ ہو گیا۔ چونکہ ایتھنز دریائے مشرق میں اول درجے کی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا اسلیئے انارس نے ایتھنز سے مدد طلب کی اور ایتھنز نے فوراً (غالباً ۴۵۹ ق م میں) دو سو جہازوں کا ایک بیڑا جو جزیرہ قبرص کے قریب پڑا ہوا تھا مصر روانہ کر دیا۔ وہاں پہنچکر ایتھنزی دریائے نیل کے شہر میمفس تک برابر چلے گئے اور سوائے شہر کے ایک ثلث حصے کے جو عام طور پر "دیوار سفید" کہلاتا تھا دیگر حصوں پر قابض ہو گئے ایتھنزی تو جنگ میں منہمک تھے وطن کے قریب ایتھنز کے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اس شہر پر جس سے انکو دلی نفرت تھی حملہ کر دیں۔

جب سے ایتھنز نے میگارا پر قبضہ کر لیا تھا اُسی وقت سے کورنتھی ایتھنز سے نہایت ناراض ہو گئے تھے۔ بظاہر اسپارٹا اور کورنتھ ایک تھے مگر چونکہ بین الاقوامی معاملات میں یونانی قواعد و قوانین کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے اسلیئے اس نئی جد وجہد میں اسپارٹا بالفعل شریک نہیں ہوا۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۵۹ ق م میں ایتھنزی آرگولس کے شہر ہالی آئس میں لنگر انداز ہوئے مگر جو لڑائی جو اس مقام پر ان میں اور کورنتھی اور ایپی دورس حلیفوں میں ہوئی اسمیں خود ان ہی کو شکست ہوئی بہر حال جب بمقام کیکری فالیا (جو ایپی دورس کے قریب ہی ہے) ایتھنزی فتحیاب ہوے تو آئی گینا بھی خوفزدہ ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا اسکا اثر جنگ پر سوائے اسکے کچھ نہیں ہوا کہ بحری لڑائی میں ایتھنزی نے غنیم کے ستر جہاز گرفتار کر لیئے اور خود جزیرہ آئی گینا میں اتر گئے۔ ادہر کورنتھیوں نے ایک طرف تو ۳۰۰ ہوپ لیٹ آئی گینا کی کمک کیلئے روانہ کیئے اور ساتھ ہی یہ خیال دلمیں جما کر کہ ایتھنز نے اپنی فوج مصر کو بھیج رہی دی ہے اگر انکا خیال دوسری جانب متصرف کیا گیا تو یقین ہے کہ وہ آئی گینا سے ہٹ جائیں فاکنائے کورنتھ کے قریب کوہ گیرانیا پر قبضہ کر لیا۔ کورنتھیوں کو یہ علم نہ تھا کہ آئی گینا سے قبضہ ہٹانے کے بجائے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینے کیلیئے طیار تھے۔ اور تمام ایتھنزیوں نے جنیں بڑے اور چھوٹے سب شامل تھے میگارا کے

علاقے میں می اونڈیس کی سرکردگی میں پیش قدمی کرکے کورنتھیوں کو واپسی پر مجبور کیا۔ اور جب کورنتھی واپس ہو رہے تھے تو انکو ایک زبردست شکست دی جسے طوسی دیدش نے خلاف عادت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے؀

اگر مار اتھون کی فتح پر نظر نہ کی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایتھنز کی بحری اور برّی قوت اسقدر کمال کو کبھی نہیں پہنچی جیسے زمانۂ زیر بحث میں اسکا مفصل بیان طوسی دیدش کے علاوہ اس یادگار کے کتبے میں موجود ہے جو قبیلۂ ایرختائس کے ان ایتھنز یوں کی یادگار میں نصب کی گئی تھی جو قبرس، ہالی ائس اور آئی گینا کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ اس کتبے میں کل ۱۲۰ نام کندہ ہیں اور گمان غالب ہے کہ اس قبیلے کا کوئی فرد کیکری فالیا کی لڑائی میں نہیں مارا گیا ہوگا ورنہ کتبے میں اسکا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ ایتھنز ان قربانیوں پر جو اسکے شہریوں نے کی اور اسکے سرگروہوں کی قابلیت پر جس سے کیمون کی غیرموجودگی میں انھوں نے انتظام مملکت کیا جسقدر فخر کرے بجا اور درست ہے[۱]

جب بیرونی ممالک کے ساتھ جنگ وجدل کا سلسلہ بڑھ گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگیا کہ شہر کی کما حقہ حفاظت کی جائے۔ غنیم کی فوج آسانی کے ساتھ ایتھنز اور پی رسے اس کے درمیان حائل ہو سکتی تھی اسلیئے یہ لابد تھا کہ ان دونوں کے درمیان تسلسل

---

[۱] "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۴۳۳۔ ڈنبر گر مع اپنی سنوی یادداشتوں کے [۳] ڈنگر، ۲۷۸۔ ڈیوڈورس کو ان واقعات کے سنین کا تعین کرنے میں جسکا اس کتبے میں ذکر ہے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مصری مہم اولمپیاد ۸۰، ۱ میں (۱۱، ۷۱)، ہالی ائس اور ای گینا کے واقعات ۸۰، ۲ میں (۱۱، ۷۰) اور میگارا کی جنگ ۸۰، ۳ میں (۱۱، ۷۹) واقع ہوئی گو حقیقی سنین کا تیقن نہایت مشکل ہے مگر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تفصیل کیلئے محض طوسی دیدش پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے، دیوڈورس کی کوئی وقعت نہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک مصری مہم (باب ۱۰۹ و ۱۱۰) میرونڈیس کی میگاری مہم (باب ۱۰۵) کے بعد پیش آئی۔ مگر دیوڈورس کے خیال میں میرونڈیس کی مہم کا میرونڈیس کی مہم سے دو سال پیشتر ہی خاتمہ ہوچکا تھا دیوڈورس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصری مہم کی تاریخ اولمپیاد ۸۰، ۱ نہیں بلکہ اولمپیاد ۸۰، ۲ یا ۸۰، ۳ ہے اور بیوسولٹ تو (۲، ۱۸۲ میں) اولمپیاد ۸۰، ۲ کو ترجیح دیتا ہے؀

بلامزاحمت قائم رہے۔ ایتھنز نے میگارا لنسیئہ کے درمیان فصیلیں تعمیر کردی تھیں مگر اسوقت تک ایتھنز اور پی رے اُس تک کوئی فصیل موجود نہ تھی۔ کیمون نے اس فصیل بنے کیلئے تجویز کی تھی اور اسی کے زمانے میں ہمہ قسم کی طیاریاں بھی ہوگئی تھیں مگر طوسی دیدیش اسکی تکمیل کا حال آئی گینا ایی دورس اور گورنتھ کی لڑائیوں کے بیان تک نہیں کرتا۔ ان فصیلوں میں سے ایک تو فالیرم کی جنوبی حد تک اور شمالی اس جگہ تک جاتی تھی جہاں جزیرہ نما پی رے اس کا شمالی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ گویا فالیرم کی حفاظت ہوگئی اب پی رے اس کی حفاظت کیلئے یہ رہ گیا کہ اسکے شمالی ساحل تک ایک اور فصیل تعمیر کی جائے۔ اسکی تعمیر کا کام ہو ہی رہا تھا کہ پیلوپونیز کی چند ریاستوں نے جھگڑے کے بجائے ایتھنز اور اسپارٹا میں عظیم الشان جنگ وجدل شروع ہوگئی ؛

فوکس کے باشندوں اور دریائے کیفی سس کے بالائی وادی کے زرعی جمہوریہ دورس سے جھگڑا ہو گیا تھا اور اسپارٹیوں کے اس نام نہاد مرکز کے تین گاؤں میں سے ایک پر فوکیوں نے قبضہ بھی کرلیا تھا۔ اس واقعے پر اسپارٹا نے مداخلت کی اور کلیومبروٹس کا بیٹا نکومیڈیس ... ۵ الکڈمونیوں اور .... اہوپلیتون کو لیکر پلیستوناکس ولد پوسانیاس کا قائم مقام بنکر شمال کی طرف گیا اور فوکس والوں کو دورس سے نکال دیا ایتھنزی اسوقت سلسلۂ زنجیرہ گیرانیا کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب انکو اسپارٹیوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو وہ فوراً پلٹ کر اسپارٹا راہ میں حائل ہوگئے۔ اسپارٹیوں کے بیوتیہ میں رہ جانے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ انکا راستہ رکا ہوا تھا اور دوسرا سبب (جو دراصل اس مہم کا اصلی سبب تھا) یہ تھا کہ خود ایتھنز میں ایک فریق عمومیت سے بہت متنفر تھا۔ اور اسے اسمیں کچھ عار نہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپارٹا کی امداد سے جو اسپارٹی فوج کے قیام بیوتیہ میں بآسانی میسر آسکتی تھی انقلاب پیدا کردے۔ لیکن ایتھنزی حکومت اس قسم کی ترکیبوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی۔ ایتھنز کے ہر ایک متنفس نے مدافعت کا تہیہ کرلیا اور حکومت نے تمام حلیفوں کو امداد کیلئے طلب کیا۔ ایتھنزی فوج میں جو اسپارٹیوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے آگے بڑھی ... ہم انفوس تھے جنمیں ایک ہزار آرگوسی بھی تھے۔ بدقسمتی دیکھو عین لڑائی کے دوران میں جو میدان تناگرا میں ہوئی تھسالوی سوار اسپارٹیوں سے جاکر مل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کو شکست ہوئی۔ انہیں اسپارٹی فوج کیلئے راستہ چھوڑ دینا پڑا اور اسپارٹیوں نے زنجیرۂ گیرانیا کو عبور کرکے وطن کی راہ لی۔ اسپارٹی سپاہیوں نے اس مال غنیمت کی قیمت سے

جو جنگ تناگرا میں انکے ہاتھ آیا تھا ایک طلائی ڈھال طیار کرائی اور اسے زیئس دیوتا کے بت خانے کی چھت کی زیبائش کیلئے چڑھایا[1] مگر باوجود اس خوشی کے اسپارٹیوں کی فتح کوئی دوٹوک فتح نہ تھی ورنہ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی ایتھنز کی فصیل تک بڑھ آتے یہ ایک ایسے لشکر کی فتح تھی جو اپنے ملک کو واپس جانا چاہتا تھا مگر جسکا راستہ روک دیا گیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں تو ایتھنزیوں نے اس تناگرا کی لڑائی کو اپنی فتوحات میں ہی شمار کیا[2] اور حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے صرف ۶۲ روز

---

[1] بیوسولٹ ۲ تا ۹۱ ۴۔ اس کتبے کا ایک قصہ "نوشتہائے یونان قدیم" ۲۶ الف میں ہے۔ نکومدیس کی مہم فوکس کیلئے دیکھو بیوسولٹ ۴، ۸۸ ۴۔ گرتیس (۲۲، ۱۸۹) اور کرشہوف کا خیال ہے کہ جنگ اوئنوفیتہ سے پیشتر ایتھنز میں عمومیت کا دور دورہ تھا۔ گو یہ خیال تیقن کے حد کو نہیں پہنچا مگر اسکے خلاف بھی کوئی خاص ثبوت نہیں ہے اسلئے کہ عام خیال یہ ہے کہ یونانی ریاستوں میں عمومیت ہر جگہ ایتھنز کی طرفدار اور اشرافیت اسپارٹا کی جانب دار تھی مگر اس خیال میں مبالغے کی بہت کچھ آمیزش معلوم ہوتی ہے۔

[2] گوطوسی دیدش (۱، ۸، ۱۰) اسپارٹی فتح کو تسلیم کرتا ہے گر الفورس کا بیان تاریک ہے اور دیودورس (۱۱، ۸۰۔ ۳ ۸) قطعی ناقابل یقین ہے۔ ۱۱، ۸۰ میں دیو دورس لکھتا ہے کہ آرخن بیون کے عہد میں یعنی اولمپیاد ۸۰، ۳ (۵۷۔۵۸ ۴ ق م) میں لکدمونیوں نے بیوتیہ تک پیش قدمی کی اور دو روز متواتر جنگ ہوتی رہی مگر آخر کار کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان یہ طے پایا کہ چار ماہ کیلئے جنگ ملتوی رہے ۱۱، ۸۱۔ ۳ ۸ میں دیو دورس بیان کرتا ہے کہ آئندہ سال سینے سی تھائیدلیس کے آرخنی میں (یعنی اولمپیا ۸۰، ۴ ۵۶۔۵۷ ۴ ق م میں) اسپارٹی مع ایک زبردست لشکر کے تناگرا آئے۔ ایتھنز زیر سرکردگی مرونیدیس گئے اور حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوئے اور آخر کار انہی کو فتح ہوئی۔ مورخ نے مرونیدیس کی فتح کا حال نہایت مقفیٰ و مسجع عبارت میں بیان کیا ہے۔ اس فتح کے بعد وہ تمام بیوتیہ کو تاراج کر دیتا ہے اور (باب ۳ ۸) کچھ عرصے کے بعد اوئنوفیتہ کی لڑائی میں کامیاب ہوتا ہے۔ باستثنائے ایتھنز کے تمام بیوتیہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑتے ہیں دیودورس کے بیان مندرجہ ۱۱، ۸ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جنگ کتنی دیر رہی۔ اسکے بعد اسپارٹی فوج بالکل بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے (۱۱، ۸۱) اور یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ بیوتیہ کی تاراجی سے قبل آخر وہ جنگ کہاں ہوئی تھی جسمیں مرونیدیس کو فتح ہوئی۔ اور جسوقت تک دیو دورس ۱۱، ۸۳ تک نہیں پہنچا اسوقت تک اوئنوفیتہ کی لڑائی کا ذکر ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دو جنگوں کی تین بنادی گئی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے بنیاد بیان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔

بعد ہی ایتھنزی فوج مرونیدیس کی سرکردگی میں دوبارہ بیوتیہ پہنچ گیا اور وہاں کے باشندوں نے پھر لڑنے کیلئے طیار ہوگیا۔ اس لشکر نے بیوتیوں کو بمقام او نوفیتہ شکست دی اور انھیں اپنے ساتھ محالفہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوکس میں بھی جو حال ہی میں اسپارٹا کا جانب دار ہوگیا تھا ایتھنز نے یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور وہیں ایتھنزی اپنے ساتھ لوکرس اوپنتیہ کے ایک سو شہری بطور یرغمال کے لیگئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس دور کے ایتھنزیوں کے کارنامے ضرور قابل تعریف ہیں اسلیئے کہ بہادر بیوتیوں کو نیچا دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور ان فوائد سے جو ایتھنزی حکومت کو اپنے شہریوں کی بہادری کے صلے میں حاصل ہوئے تھے جسطرح کام نکالا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے ایتھنزی مدبر نہایت قابل و باتدبیر تھے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس دور میں تمام وسطی ایتھنز کے زیر اثر آگیا تھا +

ایتھنز نے اب اپنی طویل فصیلوں کی تعمیر اختتام کو پہنچادی اور رائی گینا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اس سے بھی زیادہ جنوبی سرحد میں انھوں نے کارہائے نمایاں کر دکھائے۔ چند ایتھنزی جہازیوں نے بسرکردگی تولمیدیس پیلوپونیز کے گرد چکر لگا کر گیتھیم کا سلاح خانہ جلادیا، کورنتھی نوآبادی ایتولوی خالکس پر قبضہ کرکے خلیج کورنتھہ میں اپنے حلقۂ اثر کو مزید وسعت دیدی۔ اسکے بعد ایتھنزی سکیون کے ساحل پر اترے اور جو باشندے انکی مدافعت کیلئے آئے تھے انکو شکست دی۔ غرض یہ ہے کہ اسپارٹی حکمت عملی کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ ایتھنز دنیائے یونان میں پیشتر سے بھی زیادہ ذی اقتدار ہوگیا +

مگر ایک اور خطے میں اسنے اپنی قوت بالکل بے نتیجہ صرف کی جس سے نہ تو ایتھنز کو فائدہ ہوا نہ اسکی شہرت میں کسی قسم کا ترقی ہوئی + مصری معاملات کی روش ابتدا میں تو بالکل حسب دلخواہ رہی اور شہنشاہ ایران کو اپنے جبروت پر اسقدر کم بھروسہ رہگیا کہ اسنے یہ مناسب سمجھا کہ ایتھنز کے خلاف ایک اور ریاست کو کمربستہ کرے۔ اور اسپارٹیوں کو اٹیکا پر حملہ کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے اسنے میگابازو کو مع کچھ روپے کے اسپارٹہ روانہ کیا۔ اسپارٹا کے باشندوں نے روپیہ تو لے لیا مگر چپکے گھر بیٹھ رہے اور میگابازو کو ایشیا باقیماندہ روپیہ ساتھ لیکر واپس جانا پڑا + اب شہنشاہ نے اس سے بہتر طریقہ ایتھنز کو زک دینے کا اختیار کیا اور ایک شخص مسمی میگا بیزو ولد زوپیرس کو ایک کثیر لشکر لیکر مصر روانہ کیا + میگابیزو نے تمام ملک فتح کرلیا، ایتھنزیوں کو میمفس سے نکال کر

جزیرۂ پروسوپیتس میں جو دریائے نیل میں واقع تھا انکو گھیر لیا۔ اور بہت کم محصورین کو لیبیا (طرابلس) اور کیرینے (برکہ) بھاگنے کا موقع دیا۔ گو ایک شخص امیر تائیس مصر زیریں کے دلدلوں میں برابر مدافعت کرتا رہا مگر اسکے بیٹے پتوسیرس نے ایران کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسکے بعد ایرانیوں نے اِنارس کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھایا اور گو اسکے بیٹے ثانمطیق اور اسکے بھائی تھنیراس نے اپنا اقتدار لیبیا میں قائم رکھا مگر آخرکار انکو بھی ایرانی سیادت قبول کرنی پڑی[۹] اور جب پروسوپیتس کی تسخیر کے بعد ایتھنزیوں کا ایک امدادی بیڑہ جسمیں پچاس جہاز تھے دریائے نیل میں آیا تو اسے بھی ایرانیوں نے گرفتار کر لیا۔ یہ تھا نتیجہ اس عظیم الشان مصری مہم کا جسکا سلسلہ چھ سال متواتر جاری رہا تھا۔ افسوس ہے کہ جیسے طوسی دیدیس نے سیراکیوز کے محاصرے کی تفصیل ہمارے واسطے چھوڑی ہے۔ ایسا کوئی مفصل بیان اس مصری مہم کا ہم تک نہیں پہنچا۔ ایسے بیان کیلئے ہیروڈوٹس کی سی نکتہ رس طبیعت اور طوسی دیدیس کی سی صداقت کی ضرورت تھی۔ ایتھنز کی تاریخ کے اسی دور میں ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس "خمسینی" کے واقعات کے متعلق ہمیں کسقدر کم معلومات ہے۔ ایک طرف تو جتنی عظمت یونان کو سنین متذکرۂ بالا میں حاصل ہوئی اس سے زیادہ اور کسی عہد میں نہیں حاصل ہوئی ہوگی۔ دوسری جانب ہمارے ذرائع معلومات ٹھیک اسی دور کے متعلق نہایت درجہ کم ہیں[۱۰]

---

[۹] ویڈیمان "تاریخ مصر" ۲۹۰۔ بیوسولٹ ۲، ۵۱۰۔ ہمیں ان ایتھنزی سپہ سالاروں کے نام تک نہیں معلوم جنھیں مصر میں فتح یا شکست ہوئی۔ ہم طوسی دیدیس کے نہایت ممنون ہوتے اگر بجائے لڑائیوں کی تفصیلیں بیان کرنے کے جنسے بہت سے باب مثلاً ۶، ۱۰ بھرے ہوئے ہیں وہ مصری مہم کے متعلق ہمارے لئے کچھ زیادہ واقعات چھوڑ جاتا۔

[۱۰] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے:۔

۱ امداد کے لئے اپیل ۴۵۹ ق م (بیوسولٹ ۲، ۴۸۰) ۲ ہالی ایس ۴۵۹ ق م۔ ۳ مکیکری نائیا ابتدائے سرما ۴۵۹-۴۵۸ ق م۔ ۴ آئی گینا کی لڑائی ۴۵۸ ق م۔ ۵ میگارا کی جنگ ۴۵۸ ق م۔ ۶ تسخیر آئی گینا ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۴۸۲) ۷ جنگ تناگرا ستمبر ۴۵۷ ق م۔ ۸ جنگ اونوفیتہ نومبر ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۴۸۸)۔

فریکیش ("ایتھنز" صفحہ ۱۲) کا خیال ہے کہ جنگہائے تناگرا و اونوفیتہ ۴۵۷ ق م میں ہوئی تھیں۔

گیارھواں باب

ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک

ایک طرف بیرونی ممالک میں ایتھنز اپنا حلقۂ اثر وسیع کر رہے تھے، دوسری جانب اندرونی معاملات میں انکا قدم عمومیت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ہمیں ان تبدیلیوں کا جو اس زمانے میں دستور ایتھنز میں ہوئی انہیں قطعی علم نہیں۔ طوسی دیدیس تو انکا ذکر بھی نہیں کرتا اور مصنفین مابعد محض مغالطی ہی لفاظی پر بس کرتے ہیں۔

ارسطیدیس نے اپنی زندگی ہی میں عہدہ آرخنی پر کرنے کیلئے تمام ایتھنزیوں کو اجازت دیدی تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ارسطیدیس کا دوست فارقلیس پسر زانتھی پس رہنمائے عموم ہوا اور اسکے عہد میں سیاسیات ایتھنز میں عمومیت نے بہت ترقی کی۔ اس کام میں اسے ایفیالتیس سے بہت مدد ملی جو گو مرتبے میں اس سے کم تھا مگر عمر میں اس سے بڑا تھا[1] انکی سیاسی اصلاحات کی بابت

[1] بیوسولٹ (۲، ۴۰۵م) پلوٹارک کی "حیات کیمون" (۱۵) کا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ ایتھنز میں عمومی اصلاحات کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی تھی جب کیمون مسینیا گیا ہوا تھا۔ بیوسولٹ اور ریول دونوں کا خیال ہے کہ پلوٹارک کا ماخذ تھیوپومپس ہے۔ ایفیالتیس کے اصلاحات کیلئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:

توشخ ہامر کی کتاب متعلق اصلاحات اریوپاگس مطبوعہ کیل ۱۸۶۱ء۔ شیومان، سولن کی ہیلی آیا اور ایفیالتیس کی حکمت عملی" رسالہ انجمن فلسفہ ۹۳، ۵۰۵ وغیرہ۔ گلبرٹ "قدیمیات" ۱، ۱۴۸۔ بیوسولٹ کا مضمون "قدیمیات" امیولر کے ذخیرے (۴، ۱، ۱۲۲) میں۔

اسکے متعلق مفصلہ ذیل فقرے خاص طور پر قابل غور ہیں:۔

ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۲، ۹، ۳۔ دیودورس ۱۱، ۷۷۔ پلوٹارک: "کیمون" ۱۵۔ پلوٹارک: "فارقلیس" ۹۔ (پلوٹارک کی ان دونوں تصنیفوں میں اکثر مقدمات کے اریوپاگس کی حد اختیار سے باہر نکال لیے جانے کا بیان ہے۔)

یہاں یہ ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ گو کیمبرج کے لغت میں لفظ "نوموفیولاکیس" کے تحت میں اسکے برعکس تحریر ہے

سوائے اس واقعہ کے کہ اریوپاگس کے اختیارات پہلے سے محدود کر دیئے گئے دیگر اصلاحات کا ہمکو مفصل علم نہیں۔ مگر دستور کی صرف اسی ایک ترمیم سے انکے مجوزہ قوانین کی ماہیت سے بہت کچھ آگاہی ہوجاتی ہے۔ اریوپاگس دستور اینھنز میں ایک شرفائی عنصر تھا اور اسکے اراکین عمر بھر کیلئے منتخب کیئے جاتے تھے۔ اسلیئے اگر اسکے اہم عدالتی اختیارات سلب کر لیئے جاتے تو یقیناً یہ اشرافی عنصر بہت کمزور ہوجاتا۔ اگر اسکی ہم تک کوئی تفصیل نہیں پہنچی کہ اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں۔ مورخین مابعد تو ضرور ایفیالتیس کی اصلاحوں کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اسنے اریوپاگس کے عدالتی اختیارات نہایت محدود کر دیئے تھے۔ مگر قدما میں صرف اریسطاطالیس نے اسکے متعلق کچھ لکھا ہے اور وہ صرف یہ کہ اریوپاگس کے اختیارات فارقلیس اور ایفیالتیس نے کم کر دیئے۔ زمانۂ موجودہ کے بہت سے مورخ اسپر متفق ہیں کہ اریوپاگس کے محض عدالتی اختیارات دیگر مجالس کو منتقل کر دینے سے دستور کی نوعیت عمومی نہیں ہوجاتی۔ اور یہ فرض کرنا پڑیگا کہ اریوپاگس سے وہ عام اختیار نگرانی دستور جو زمانۂ قدیم سے برابر چلا آتا تھا لے لیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں اصلاحات مذکورہ کا میلان ضرور عمومیت کے جانب ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ان اختیارات کا جو اریوپاگس کو بطور ایک عام سیاسی نگران کے حاصل ہوں کوئی قطعی ثبوت ہی نہیں ہے اسلیئے یہ رائے ماننے کے قابل نہیں کہی جاسکتی۔

یہ ممکن ہے کہ اس اقتدار کو کام میں لاکر جو اریوپاگس کو بحیثیت ایک عدالتی مجلس کے حاصل تھا وہ اپنے آئینی فرائض پورا کرتی ہو۔ وہ ایک ایسی مجلس تھی جسکے ارکان سال بسال تبدیل نہیں ہوتے تھے اور ساتھ ہی اسے شہریوں کی موت اور زیست کا کلی اختیار تھا۔ ایسی عدالتیں اکثر اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر ہر تجویز کے ساتھ اپنی رائیں عام معاملات کی بابت جنکا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑے، دیا کرتی ہیں اور اریوپاگس بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہ تھی۔ بعض ممالک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) مگر در اصل یہ "محافظان قوانین" دیمیتریس ساکن فالیرم کی ہی ایجاد و اختراع معلوم ہوتے ہیں (گلبرٹ ۱۵۱؍۱ - ۱۵۳)۔ اسی طرح "نوموتھتے تائے" یا مقننین بھی غلطی سے ایفیالتیس کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں (گلبرٹ ۲۸۶؍۱)۔ اسی طرح "قانون تجاویز خلاف آئین" (گرافے پارانوموں) ۴۱۱ ق م میں بھی موجود تھا اسلیئے ممکن ہے کہ یہ فارقلیس کے عہد میں ہی نافذ کر دیا گیا ہو (طوسی دیدیش ۸؍۶۷)۔

(مثلاً انگلستان میں) جہاں ججوں کی حیثیت بلند اور خود جج نہایت باعزت ہوتے ہیں وہ اپنے ہی اختیار سے ملک کے عام حالات کے گویا محتسب بن جاتے ہیں۔ مگر ایتھنز کے ہلی آیا کی صورت بالکل مختلف تھی۔ اسلیئے کہ اسکے اراکین کا قانونی اختیار صرف اس خاص مقدمے تک ہی محدود ہوتا تھا جو انکے سامنے بروقت پیش ہو۔ اسکی یہ حیثیت اریوپاگس کی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ ایک طرف تو یہ سابق آرخنوں کی مجلس تھی اور دوسرے مذہبی نظام میں اسکا پایہ بلند تھا۔ اور جب اسکے سامنے فوجداری کے اہم مقدمات پیش ہوتے تھے تو اسکی تجاویز میں نصیحت آمیز الفاظ بھی ہوتے تھے جسکا مقصد قوم کی مجموعی حالت پر گویا نظر ثانی کرنا تھا[2]۔ بدیں وجوہ اس میں شبہہ کی کوئی وجہ نہیں کہ اریوپاگس کا ایتھنز میں وہی اثر تھا جو اسکی طرف بطور ایک عدالت کے منسوب کیا جاتا ہے اور اسے اس قسم کے موقعے حاصل تھے کہ شہر کی روایتوں اور شہر کے رسوم و رواج کی پشت پناہ اور محافظ بن سکے۔ جب اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے تو ایتھنز کے ذی اقتدار شہریوں کو مملکت کی بہتری کیواسطے نیک صلاح دینے کی صورتیں بہت کم باقی رہ گئیں اور اگر ایفیالتیس اور فارِقلیش کے اصلاحات سے اریوپاگس کے اختیارات میں کچھ کمی ہوگئی تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے وہ روحانی بندش جو ایتھنز یوں کو آپس میں متحد کیئے ہوئے تھی اور انکے جوش و خروش پر گویا ایک روک تھی اب ڈھیلی پڑھ گئی ہوگی۔

ان اختراعات سے ایتھنز میں بہت جوش پھیل گیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے جو پرانے دستور کی نہایت قدر کرتا تھا اس نقصان کو جو اریوپاگس کی اصلاح سے قدیم دستور کو پہنچا سب سے زیادہ محسوس کیا۔ آئسخیلس نے اپنے ناٹک مسمی یومنڈیس میں جو سب سے پہلے ۴۵۹ قم میں دکھایا گیا تھا اسی جذبے کی ترجمانی کی ہے اور ایتھینے دیوی کی زبانی اس امید کا نہایت پر زور

---

[2] جو عدالتی حیثیت یہاں آریوپاگس کی طرف منسوب کی گئی ہے اسکے ثبوت میں یہاں پریٹر کی مثال پیش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک کے ججوں کا ذکر کچھ نامناسب نہ ہوگا۔ آریوپاگس کے اراکین کے الفاظ بالکل مذہبی عمائدین کے سے ہوتے تھے۔ اسکے برعکس ہیلیاستائی کے جیوری کے فیصلوں کی کوئی اخلاقی اہمیت نہ تھی۔ ایتھنز میں پجاریوں کا ایسا تو کوئی طبقہ نہ تھا جسے شہریوں کے اخلاق درست کرنے کا اختیار حاصل ہو اسلیئے یہ فرض اریوپاگس جیسی با اقتدار مجلس کو تفویض کر دیئے گئے تھے۔ گرٹس (۶۲، ۱۰۶، ۱۵۷) نے فرض کر لیا ہے کہ اریوپاگس کو کونسل اور جمعیت کی کارروائی پر حق مانعت حاصل تھا۔ مگر مجھے اس حق کی کوئی مثال نہیں ملی۔

الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ ایتھنز ی اس عدالت کا احترام کرینگے جو اوریتپس کے کھارے کے وقت اسلیے قائم کی گئی تھی کہ اسکے ذریعے سے ایتھنز کی بہتری ہو، بری عادتیں رک سکیں اور ایتھنزیوں کو اعتدال اور نرمی کی تعلیم دی جائے۔ بہرنوع اس قسم کی تنبیہ سے کسی قسم کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور آرئس خیلس یا کیمون عمومیت کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

جس بلند مرتبے پر ایفیالتیس اپنی ذاتی قابلیت اور اپنے سیاسی گروہ کی مدد کیوجہ سے پہنچ گیا تھا وہاں زیادہ عرصے تک وہ نہ رہ سکا۔ اور بقول ارسطاطالیس اسے چند لوگوں نے جن پہ اسنے تغلب کا الزام لگایا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کے متعلق چند مورخین کا خیال ہے کہ اس قتل کی سازش میں اشراف ایتھنز کا گروہ کا گروہ شریک تھا مگر ہمارے نزدیک یہ نظریہ اس لیئے بے بنیاد ہے کہ اُس دور کے ایتھنزیوں میں اسقدر جوش ہرگز موجود نہ تھا کہ محض سیاسی مخالفت کی بنا پر کسی شخص کو قتل کیا جاتا جب اس سے کسی کو ذاتی خصومت نہ ہو۔[۳]

اس باب کے باقیماندہ حصے میں ایتھنز کے سیاسی طرز عمل میں جو تبدیلیاں جگہ پا رہی

[۳] ایفیالتیس کا ذکر پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۷ و ۱۰) میں ہے۔ اسکے قتل کے متعلق دو متضاد روایات ہیں۔ پلوٹارک (۱۰) تو یہ کہتا ہے کہ اِدومے نیُس کے خیال میں ایفیالتیس کو فارقلیس نے قتل کرا دیا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اسے ارسطادیکس ساکن تناگرا نے ان لوگوں کے کہنے سے جنھیں اسنے عدالت کے سامنے ملزم گردانا تھا قتل کر دیا۔ اگر ہم اس کریہہ الزام کو جو اِدومے نیُس نے فارقلیس پہ لگایا ہے نظرانداز کر بھی دیں تو بھی دونوں مورخوں یعنے اِدومے نیُس اور ارسطاطالیس کے درمیان موازنہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بیُوسولٹ کے نزدیک ایفیالتیس کیمون کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد قتل ہوا۔ میولر سٹر یونگ اس سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ ایفیالتیس نے کیمون کے اخراج میں حصہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفیالتیس کی اہمیت محض داخلی معاملات میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ اسے صرف یک مرتبہ سپہ سالاری کا عہدہ تفویض ہوا تھا (پلوٹارک: "کیمون" ۱۳)۔ مگر صرف ایک مرتبہ سپہ سالار منتخب ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ فوجی معاملات میں یکتا ہی ہو۔ ڈنکر نے "تاریخ قدیم" جلد ۸ میں اسناد کے ان قلیل اجزا کی مدد سے جو ہم تک پہنچے ہیں ایک مسلسل و مکمل فہرست ایفیالتیس کے کارناموں کی طیار کی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ مگر گرتیس (۶۲، ۱۴۹ اور ۸۲۷ وغیرہ) محض واقعات کے اعادے پر ہی قناعت کرتا ہے۔

سے کے بعد ہوئیں انکا مختصر لب لباب بیان کیا جائیگا۔ جنگ تناگرا کے بعد کیمون جلاوطنی سے واپس بلا لیا گیا، جب تک ایران کی جانب سے خطرہ رہا ایتھنز کے تمام سیاسی گروہ متفق رہے۔ اور اس زمانے میں بھی جب اشطاکلیس جلاوطن کیا گیا ہے استبدادی اور ترقی پسندوں کے گروہوں میں اتفاق جاری تھا، کیمون استبدادیوں میں سے تھا اور ارسطیدش ترقی پسندوں کا سرگروہ تھا۔ اور اس اتفاق و اتحاد کی عملی صورت یہ پیدا کیگئی کہ کیمون تو سپہ سالار بنایا گیا اور ارسطیدش اکلیسیہ کا قائد اور شہر کا عامل اعظم مقرر کیا گیا، ارسطیدش کے انتقال کے بعد عمومی گروہ میں کوئی اور شخص اسقدر تجربہ کار یا جہاں دیدہ نہ تھا اسلیئے ایتھنز کے مکمل طرز عمل کو تنہا کیمون کے سپرد کر دینا پڑا جو میدان جنگ میں تو ضرور قابل تھا مگر بحیثیت مدبر اسقدر ہوشیار نہ تھا۔ اسی زمانے میں عمومی گروہ میں ایک نہایت قابل شخص پیدا ہوا جسنے ایفیالتیس کی مدد سے جو نیچ قوم کے طبقے کا ایک نہایت محنتی اور تندہ شخص تھا شہر کے اندرونی معاملات کا انتظام کرنا شروع کیا۔ یہ شخص فارقلیس ولد زانتھی پُس تھا، اب اس گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عمومی اصولوں کو اپنے پیش نامے کے ابتدا ہی میں رکھ دیا جائے، اریوپاگس کے چند نہایت اہم اختیارات ضبط کر لیئے گئے، چند لوگوں کو جنکی بابت تقلب کا شبہ تھا ایفیالتیس نے سزا دلوائی، اور کیمون جسنے یہ عمومی تحریک روکنے کی کوشش کی اسکے پاداش میں جلاوطن کر دیا گیا، یہ تمام واقعات اسپارٹا کی مہم دورس سے بیشتر کے ہیں جسکا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کی اشرافیت پسند اسپارٹا کی فوج کی مدد سے جو قریب ہی موجود تھی ایتھنز کے عمومی دستور کو پامال کر دیں، اس چال کو ایتھنز کے عمومی سمجھ گئے اور خود کیمون اس شبہہ کا شکار ہوا کہ وہ اور دیگر شرفا پسند اسپارٹائی مہم کے درپردہ جانبدار ہیں، تناگرا کی جنگ سے پیشتر کیمون ایتھنزی لشکرگاہ میں گیا اور سپہ سالاروں سے التجا کی کہ اسے اسپارٹا کے خلاف لڑنے کی اجازت دیجائے۔ گو یہ امر مشتبہ تھا کہ محض اخراج کیوجہ سے کسی ایتھنزی کو اپنے شہر کے خلاف لڑنے اور اپنی جان قربان کرنے کا اختیار تھا یا نہیں، مگر کسی ایتھنزی سپہ سالار کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کیمون کو جنگ آزمائی کی اجازت دیتا۔ اور جب انھوں نے ایتھنز سے اسکے لیئے اجازت طلب کی تو وہاں بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو اکلیسیہ کے سامنے کیمون کی عرضداشت کی منظوری کی تحریک پیش کرتا، اس سے مایوس ہو کر کیمون کے پاس اسکے سوائے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل بڑھائے تاکہ وہ دکھا دیں کہ انکے لیئے زندگی کا سب سے

اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ وہ عمدہ ایتھنزی بن جائیں + اور میدان جنگ میں کیمون کے بہت سے دوستوں نے وطن کی خاطر اپنی جانیں دیدیں + بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر ایتھنزی کیمون کی تجویز کو مان لیتے اور اسے جنگ میں حصہ لینے دیتے تو ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوتی۔ مگر یہ قرین قیاس اسلیئے نہیں کہ اسکے پاس فوج کی کمان نہ تھی۔ اور گو وہ ایتھنزی سپہ سالاروں میں سب سے زیادہ قابل تھا مگر تناگرا اور اوئنو فیتہ کی لڑائیوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ اسکے سوا بھی ایسے ایتھنزی موجود تھے جو فن سپہ سالاری میں کمال رکھتے تھے + تناگرا کے بعد ہی اسے ایتھنزیوں نے یہ سمجھ کر کہ اتنے قابل شہری کا شہر ہی میں رہنا مناسب ہے اسے واپس بلالیا اور واپسی پر کیمون نے شہر کی نئی فضا اور نئے حالات بخوشی قبول کر لیئے + وہ محض یونانی سیاسیات سے متنفر ہوگیا تھا اور اسنے یہ منظور کر لیا کہ ایتھنز کے اندرونی طرز عمل کا دارمدار فارقلیس اور دیگر مدبروں پر رہے اور اسے جنگ ایران کا منتظم بنا دیا جائے + اس انتظام سے شرفا پسند گروہ کی گویا کمر ٹوٹ گئی۔ اسلیئے کہ جبتک کیمون زندہ تھا اسوقت تک کوئی شرفا پسند ایسی تحریکات کو کبھی شکست نہیں دیسکتا تھا جکی کیمون نے مخالفت نہ کی ہو +[لے]

بارھواں باب

ادبیات، علوم وفنون کیمون کے زمانے میں

ایتھنز کے مختلف سیاسی فریقوں کے درمیان جو تنازعات اور جھگڑے تھے انکی

[لے] کیمون کے دائرۂ اثر کا رفتہ رفتہ محدود ہونا خالی از دلچسپی نہیں + ہمیں اسکا مفصل علم نہیں کہ اسنے ایتھنزی دستور کے عمومی سطح پر لانے کی کسطرح مخالفت کی۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ایفیالتیس کی کامیابی کیلیئے کچھ عرصہ ضرور لگا ہوگا + ابتدا میں تو کیمون ایتھنزی سیاسیات پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ اسپارٹا کی امداد کیلیئے ایتھنزی فوج تک بیجانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ فارقلیس یونان میں اپنا زبردست اثر قائم کر لیتا ہے اور بیچارا کیمون محض یونان کے موروثی دشمن کے خلاف جنگ آزمائی کرنے پر قناعت کرتا ہے +

ایک قسم کا سکون پیدا ہو چلا ہے، اسلیئے بہتر ہے کہ سیاسی تاریخ کو آئندہ کیلیئے ملتوی کر کے عموماً یونان کی تہذیب اور شائستگی کا ذکر کیا جائے اور اسی سلسلے میں ایتھنز کی علمی ترقی کا بیان ہو۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں ان مدارج کا مجمل ذکر کر چکے ہیں جو علوم و فنون نے اصول جنگ ایران سے (جب ہر شخص کے سامنے سوائے جنگ کے کچھ نہ تھا) صدی کے آخری ایام تک طے کیئے۔ اب اسوقت ہم ان میں سے پہلے درجے کا بیان کرینگے +

یوں تو ایتھنز اس ذہنی ارتقا کے تینوں دوروں میں ممتاز ہے مگر پہلے دور میں اسکی ترقی اتنی نمایاں نہیں جتنی دوسرے اور تیسرے دور میں۔ اور پانچویں صدی ق م میں آخر کار ایتھنز علمی دور میں دیگر یونانی ریاستوں سے آگے نکل گیا + سسلی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی حیثیت بھی بلاد یونان میں بہت ممتاز تھی۔ مگر خود سسلی بھی ایتھنز کی برابری کا دم نہیں بھر سکتی۔ کسی زمانے میں **الیونیا** نے ضرور دیگر یونانی ملکوں کی دماغی قابلیتوں کے میدان میں رہبری کی تھی مگر اب **الیونیا** کی وہ حالت نہیں رہی۔ اور عظیم الشان لڑائیوں سے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر یہ عیاں ہو گیا تھا کہ انکو اپنی حفاظت کیلیئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ کسی زبردست یونانی ریاست کے دست نگر ہو جائیں۔ ایسی یونانی ریاست جو انھیں انکے دشمنوں سے بچانیکی قدرت رکھتی تھی ایتھنز ہی تھی۔ کسی ایسے باشندۂ ایشیائے کوچک کیلیئے جسکے کارنامے اور آرزوئیں وسیع تھیں (خواہ اسکے حوصلے محض شاعریت کے دائرے تک ہی محدود ہوں) کسی بیرونی ملک کی طرف ہی لو لگانی پڑتی، اور تمام یونانی ممالک سے زیادہ ایتھنز ہی میں علمی باتوں کی قدر و منزلت کی جاتی تھی + غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بہت سے ایونیائی جنھوں نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا تھا اپنی زندگی کا ایک حصہ ایشیائے کوچک میں بسر کر کے ایتھنز چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی + اور اسیطرح بہت سے باشندگان سسلی بھی (جو اپنے حال کے ورثہ کی طرح اپنے جزیرے کو دیگر ممالک سے بہتر و افضل سمجھتے تھے) اپنے اپنے شہر چھوڑ کر ایتھنز یا کسی اور یونانی شہر میں آکر آباد ہو گئے + اسکے سوائے گو سسلی کی شائستگی نہ صرف نہایت وسیع ہے بلکہ اسکا پایہ بہت بلند ہے، لیکن اسمیں وہ آزادی یا تعمق نہیں جو مشرقی یونان کی تہذیب میں پائی جاتی ہے + یہ تحریک گیلون اور ہیئرون کے زمانے میں ایک حد تک شاہی دربار ہی سے پیدا ہوئی تھی اور دو رجمہوریہ میں سسلی سے بہت سے ایسے ثمر پیدا ہوئے جنسے یونانیوں کو سراسر نقصان ہی پہنچا +

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو بعض علمی شعبہ جات میں ابھی ایتھنز پیچھے تھا مگر عام طور پر دیکھا جائے تو وہ بلاد یونان کا رہبر بن گیا تھا۔ اسوقت تک ایتھنز میں مزاری نظم کو فروغ نہیں پہنچا تھا اور پنڈار کی نظموں کو ایتھنز سے اتنا ہی کم تعلق ہے جتنا دیگر حصص یونان سے[1] اسمیں بہ نسبت ایونیائی تمدن کے دوریائی عنصر کہیں زیادہ غالب ہے اور وہ دراصل یونان قدیم کا یعنی اس تمدن کا جو جنگ ایران سے پیشتر ملک میں رائج تھا قائم مقام ہے۔ یہ وہ تمدن تھا جو مختلف اقسام مذہبی اور عمرانی تخیلات سے پر تھا اور پنڈار ان تخیلات کا گویا ایک زندہ مجسمہ ہے۔ اس دور میں یونانی زندگی کے دو ذہنی مرکز تھے ایک ڈلفی میں اور دوسرا ان زبردست کھیلوں میں جو مختلف حصص یونان میں ہوتے تھے اور جنسے یونانیوں کی جسمانی اور عقلی تادیب ہوتی رہتی تھی۔ پنڈار نے ان جذبات کا جو ان کھیلوں میلوں کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے۔ یوں تو فلسفیانہ اور مذہبی نظریے عوام الناس کے کانوں تک پہنچ نہیں سکتے تھے پنڈار نے ان نظریوں سے اپنی تصانیف کو مزین کر کے لوگوں کے خیالات کو بالا کرنیکی کوشش کی ہے اور اپنی نظموں کو جو ان مقابلوں کے فتوحات کی شان میں یادگار کے طور پر لکھی گئی تھیں ایک مثالی جامہ پہنا دیا ہے۔ پنڈار بازیوں میں جیتنے والوں کے کارنامے محض سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے کہ اسکے قول کے مطابق بازی لیجانے والوں کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو یہی کہ وہ اپنے گھوڑدوڑ کو نہایت عمدہ طرز پر سدھائیں۔ اسکی بجائے وہ فاتح کا نسب نامہ اور اسکے شہر کی اہمیت یا تفصیل بیان کرنا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ان روایات اور افسانوں کا بھی ذکر کیئے بغیر نہیں رہتا جنکا تعلق فاتح کے آباؤ اجداد یا اسکے وطن سے ہو۔ اور ان قصوں سے وہ عمدہ عمدہ سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فن شاعری کو انتہائے کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اسکے نزدیک نیکی ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر چیز ہے مگر اسپر جس چیز کا نیکی سے بھی زیادہ اثر ہے وہ خدا کا خوف ہے۔ اسی لیئے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طاعت محض ظاہری طرز پر کی جائے۔ اور چونکہ انسان کا دیوتاؤں سے تعلق بلاواسطہ ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ انکی طرف کسی قسم کی برائی نہ منسوب کرے اور ہومر کیطرح یہ خیال نکرے کہ دیوتاؤں میں بدی کرنے کی قابلیت بھی ہے۔

[1] ان مصنفین کے لیئے جنکا اس باب میں ذکر ہے ان تاریخہائے ادبیات کے سوائے جو ابتدا میں لکھی گئیں حال کے مورخوں کی تاریخیں مثلاً برگک، مُلر اور کرسٹ کی تصانیف قابل ذکر ہیں (مُلر کے مجموعہ آثار قدیمہ جلد ہفتم دیکھو)

پنڈار سیاسیات کے ان مسائل سے جنھیں یونانی نہایت اہم خیال کرتے تھے قطعاً بے پرواہ ہے اور اسکے نزدیک تمام وسائیر اور آئین قریباً ایک سے ہی ہیں۔ یہانتک کہ اگر حاکم قطعی خود مختار ہو تو دوسری حکومت سے بھی چنداں حرج نہیں اور کریسیس کا اسکی نظر میں وہی رتبہ ہے جو ازمنۂ وسطیٰ کے جرمن شاعروں (یعنی مینے زنگروں) کے نزدیک اس زمانے کے شرفا کا تھا۔ اسکی زندگی بالکل ویسی ہی تھی جو تروبادور یعنی فرانسیسی فروسی شعرا کی تھی۔ وہ ایک امیر کے گھر سے دوسرے امیر کے گھر اور ایک محل سے دوسرے محل جاتا تھا اور جہاں کبھی کوئی تہوار منایا جاتا وہاں اس تہوار کو وہ اپنی غزلوں سے آراستہ کرتا اور انعام اکرام لیکر گھر واپس آتا۔ گو پنڈار کو جنگ ایران کا زیادہ جوش نہ تھا مگر وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جسنے یونان میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہر تھیبز کا باشندہ تھا جسکا طرز جنگ ایران کے زمانے میں غدارانہ نہیں تو نیم گرم تو ضرور تھا اور خود پنڈار نے بھی حب وطن کی کوئی اعلیٰ مثال قائم نہیں کی تھی۔

پنڈار کے خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں، اسکی زبان خواہ کتنی ہی سلیس ہو، اسکی نظموں کا نفس مضمون ایسا ہے کہ اس سے صرف چند ہی لوگ کما حقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ آجکل کے زمانے میں پنڈار کی نظمیں پڑھتے ہیں وہ صرف اسکے علمی مفہوم سے ہی حظ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر جو اثر اسکی غزلوں سے اسکے ہمعصروں پر ہوتا تھا وہ در اصل اس لئے پر مبنی تھا کہ یہ غزلیں سنائی جاتی تھیں اور یہ آجکل ممکن نہیں۔ اگر یہ آواز بلند پڑھی جائیں اور پڑھنے والا اس اتار چڑھاؤ کا خیال نہ رکھے جو سٹروفے اور انٹی سٹروفے* میں بار بار آتا ہے اور آخر ایپوڈوس* پر پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو غزلوں کا آدھا لطف جاتا رہتا ہے۔ اسکے سوائے ہم پنڈار کی غزلوں سے پوری طور پر اسلئے بھی محظوظ نہیں ہو سکتے کہ ہم اس موسیقی عنصر سے بالکل ناواقف ہیں جو اسمیں موجود تھا اور جسکا غزلوں کے اوزان سے نہایت گہرا تعلق تھا۔ بوجوہ متذکرۂ بالا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے بہترین ماہران یونانی بھی

*گیت کے اس حصے کو جو کورس کے اور کیسترا کے دائیں طرف ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا سٹروفے اور اس حصے کو جو بائیں جانب ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا انٹی سٹروفے کہتے تھے۔

*ایپوڈوس۔ بند۔ [مترجم]

اس اثر کے عشر عشیر کا اندازہ نہیں کر سکتے جو پنڈار کے ہمعصروں پر ہوتا ہوگا اس شاعر کے صرف ترانہہائے فتح اور چند غزلیات کے بعض اجزا ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ انکے سوائے اسکے ڈیتھرامب (یا بیکیس دیوتا کی حمد میں اشعار) بھی کہے تھے اور یہ فن شعر گوئی کی وہی شق ہے جسے زمانہ مابعد میں پیوطیون اور سکیونیوں نے ترقی دی اور جسمیں ایتھنز ہی کے نئے سپاس نے (جس کو ارسطوفانیس نے اپنی ہجو ملیح کا نشانہ بنایا ہے) اسقدر کمال پیدا کیا۔

پنڈار سنہ ٥٢٢ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ٤٤٣ ق م میں مرگیا۔[1]

سیمونیڈیس کے ظاہری حالات قریبا ویسے ہی تھے جیسے پنڈار کے اور وہ بھی یونان کے درباروں اور شہروں میں گشت لگاتا پھرتا تھا سیمونیڈیس سنہ ٥٥٦ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ٤٦٨ ق م میں مرگیا۔ اور گو وہ پنڈار سے عمر میں بڑا تھا مگر اسکی طرز تحریر موجودہ طرز سے کہیں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پنڈار کیطرح ایولی نہیں تھا بلکہ ایونی تھا اور کیوس کا باشندہ تھا جو ایتھنز کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ پنڈار کی طرح اسنے بھی مزماری نظمیں لکھی ہیں اور بھجن، ڈیتھرامب اور قصائد فتح کہے ہیں اسی کی طرح وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ شہزادوں اور حکمرانوں کے درباروں کی پشت پناہی سے علوم وفنون کی ترویج میں بہت مدد ملتی ہے، اسی لیئے اپنی خدمات ایتھنز کے حاکم ہپارخوس تھسلی کے خاندان الیؤادے اور سسلی کے حاکم ہیئرون کے سامنے پیش کر دیں، گو جنگ ماراتھون کے وقت سیمونیڈیس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اسنے ان جذبات کی جو یونان کی تاریخ کے اس دور میں ہمہ گیر تھے نہایت جوش وخروش کے ساتھ ترجمانی کی اور ان احساسات کا اپنی نظموں میں نہایت نفیس اور واضح طور سے اظہار کیا، اسوقت تک بعض پتھر جو جنگ ایران کے بعد بطور اظہار شکریہ بعض مندروں میں یونانیوں نے نصب کیئے موجود ہیں اور انپر سیمونیڈیس کے جو چٹکلے مندرج ہیں وہ اپنی طرز کے بالکل لاثانی نمونے ہیں، سیمونیڈیس کی شیریں کلامی اور اسکی فراست نے اسکا رتبہ ہفت عقلائے یونان

[1] حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے چند شعرا نے قدیم طرز پر طبع آزمائی کی ہے مگر پنڈار کے اشعار کی کوئی اسوقت تک کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اتار سکا۔ ڈیتھرامبوں وغیرہ کے لیئے دیکھو ہسٹل کی "تاریخ ادبیات یونان" ۔ ۲، ۱۱۱ وغیرہ۔ ڈیتھرامب اور سکیون کے لیئے "تاریخ یونان جلد ۱ باب ۳۲ دیکھنا چاہیئے"۔

کے برابر کردیا تھا٭ اسے اخلاقی اور دردانگیز مرثیہ مرتب کرنے میں جو اس زمانے میں نہایت ہر دلعزیز تھا کمال حاصل تھا، اور خود ہوریس اسکی نظم کیانئی نیا کی تعریف کرتا ہے + سمونڈیس اپنی عمر کے آخری ایام میں ہیئرون کے دربار میں، جسنے حال ہی میں یونانی حملہ آوروں کو نیچا دکھایا تھا گیا اور اپنے بھتیجے باکی لڈیس کا سیراکیوزہ کے حاکم سے تعارف کرایا + اسمیں ایک بات قابل ذکر تھی وہ یہ کہ گو وہ جنگ ایران کے شجاعانہ کارناموں کا نہایت جوش سے ذکر کیا کرتا تھا مگر لوگوں کے عمومی خیالات سے اسے بہت ہی کم دلچسپی تھی - وہ پنڈار سے کہیں زیادہ دنیا پرست تھا، وہ پنڈار سے زیادہ اپنی غرض پوری کرنا چاہتا تھا اور جہانتک ہمکو علم ہے وہ لطف زندگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا یہانتک کہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ زر پرست بھی ہے + سمونڈیس نے اپنی عمر کے آخری ایام سسلی ہی میں گذارے ہُو

پنڈار اور سمونڈیس کے بعد ہم ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسنے اپنے ماحول کی علوی کیفیت سے متاثر ہو کر فنون لطیفہ کی ایک شاخ (یعنی درد یہ) کو ترقی دی جس کا نشو نما خاص سرزمین اٹیکا ہی میں ہوا تھا اور اسمیں وہ کمال پیدا کیا جو کسی اور خطۂ یونان کو حاصل نہ ہو سکا +

درد یہ اور ہجوی ناٹک دونوں کا ماخذ دراصل ڈیتھر امب کا ضمیمہ تھا جو ڈایونیسس دیوتا کے واسطے گایا جاتا تھا اسلیئے دونو قسم کے ناٹک گویا مزامیر سے کے ہی توسیع سے نکلے ہیں + ہجوی ناٹک کا صرف ایک نمونہ یعنی یوریپڈیس کا ناٹک مسمی کیکلوپس ہم تک پہنچا ہے نیم افسانہ تھیس پس کے بعد دردیہ کا سب سے پہلا استاد خوئے ریلس ہے جسنے جنگ ہائے آزادی خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں - مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حقیقی ناٹک کا ایجاد کرنے والا قری نکوس

٭ ہفت عقلاء یونان :-

۱ - سولن ساکن ایتھنز -

۲ - طالیس ساکن ملطیہ -

۳ - پٹاکوس ساکن متی لنہ -

۴ - بیاس ساکن پری اینے -

۵ - کلیوبولس خود سر حاکم لندس (رودس) -

۶ - خیلون ساکن اسپارٹا -

۷ - پیری اندر خود سر حاکم کورنتھ + [مترجم]

ہی کو کہنا چاہیئے جسنے ماسوائے سنگت گروہ کے ایک اور ایکٹر کو رواج دیا جو عورت مرد دونوں کا روپ بھر سکے اور اسطرح یہ ممکن ہوگیا کہ تماشہ گاہ پر ایکٹر آپسمیں گفتگو کریں + زمانہ مابعد کے دردیہ نویسوں کی بہ نسبت فری نکوس ہمعصر واقعات کا ذکر زیادہ کرتا ہے + اسکا ناٹک "تسخیر ملطیہ" جسکی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑا نہایت مشہور ہوگیا۔ اور اتنی ہی سننی اسکے ایک اور دردیہ "زنان فنیقیہ" نے پیدا کی جسمیں اسنے وہ اثر دکھایا تھا جو جنگ سلامس کی خبر سے دربار ایران پر پڑا ہوگا + یہ موخر الذکر ناٹک ایک اور وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ناٹک ہو جسکی بابت پلوٹارک کا بیان ہے کہ تمسطاکلیس ہی کی زندگی میں اسکی خواہش سے دکھایا گیا تھا اور جسپر انعام بھی تجویز ہوا تھا۔ نوشتے میں ذکر ہے کہ یہ نقل آدوئی مانتس کی آرخنی میں کیگئی تھی اور اسمیں تمسطاکلیس ساکن فریاری سنگت گرو تھا اور فری نکوس نے سنگتیوں کو تعلیم دی تھی + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۶ء ق م میں پیش آیا +

دردیہ کو اَئس خیلوس نے حقیقی معنوں میں ایک فن بنا دیا + اَئس خیلوس اتھنز کے ایک شریف خاندان کے رکن یوفوریون کا بیٹا تھا اور ۵۲۵ء ق م میں پیدا ہوا تھا[1] وہ لڑکا ہی تھا کہ ایتھنز نے اپنے کندھوں پر سے خود سری حکومت کا جوا اتار کر پھینک دیا اور اسنے ماراتھون، ارتی میزیم، سلامس اور پلاٹیہ کی لڑائیوں میں شریک ہوکر اپنی نوجوانی کے ہی عالم میں یونان کو آزاد کرنے کیلئے اپنے ہم قوموں کا ساتھ دیا۔ اور ایک آزمودہ وطن دوست اور پختہ کار ماہر فن کی حیثیت سے فنون لطیفہ کی اس شاخ کو ترقی دینے میں منہمک ہوگیا جس سے اتھنزیوں اور زمانہ مابعد میں دنیائے یونان کو گہری دلچسپی پیدا ہوگئی + اس نے اندرونی اور خارجی اصلاحات کے ذریعے سے دردیہ کو ایک نمایاں خصوصیت دی + پہلے تو صرف ایک ہی ایکٹر کافی سمجھا جاتا تھا، اَئس خیلوس ایک اور ایکٹر کو تماشہ گاہ پر لے آیا اور اسطرح مکالمے میں گویا جان ڈالدی۔ زمانہ مابعد میں سوفوکلیس بلکہ خود اَئس خیلوس بھی تین ایکٹر

[1] اَئس خیلوس کے ناٹک کیلئے فون ولاموو ٹز میولینڈورف کا مضمون جو ۱۸۸۶ء کے رسالہ ہرمیس میں چھپا ہے دیکھنا چاہیئے۔ پانچویں صدی ق م کی تماشا گاہ کی ساخت کا مسئلہ معرض بحث میں آگیا ہے۔ اسکے لیئے کاوے راؤ کا مضمون۔ میو مینسٹر کی تصنیف موسومہ "آثار" صفحہ ۱۷۳۰ وغیرہ قابل دید ہے اور شہر راکاریا کے موقع کیلیئے (جو وراتا سے قریب ہی ہے) میربام کے مرتب کردہ "روئداد مدرسہ امریکن در ایتھنز" ملاحظہ کیجئے

روا رکھا ہے۔ تین سے زیادہ ایکٹر (سوائے چھوٹے چھوٹے غیر اہم رولوں کے) اٹیکائی ناٹک میں
نہیں پائے جاتے۔ گو اس ناٹک کا وہ مقصد نہیں ہے جو آجکل حقیقی ناٹک کا سمجھا جاتا ہے یعنی زندگی
کا عکس اتار دینا، اور اس ناٹک کیلئے ایسے مقصد کی تکمیل ناممکن العمل تھی (جیسا باب ۲۰ کے
مطالعے سے معلوم ہوگا) مگر ناٹک کی شخصیتوں سے لکھنے والے کا یہ مطلب ضرور تھا کہ ایک قسم
کی نقل اتاری جائے۔ اور آئس خیلوس نے اپنی تمام کوشش اسی میں صرف کردی۔ اس کیلئے
آئس خیلوس نے متعدد تدابیر اختیار کیں۔ مصنوعی چہروں کا رواج تو پہلے ہی سے تھا۔ اپنے
ایکٹروں کیلئے نفیس پوشاکیں تیار کرائیں، پس منظر اور پہلو منظر کو رائج کیا، بھوت پریت
یا تو آسمان سے اترنے یا فرش میں سے نکلنے لگے۔ اور گو سنگیت کی اب بھی ناٹک میں ایک خاص
اہمیت تھی اور زمانہ آئندہ سے اسکا حصہ دخل ناٹک کے واقعات دکھانے میں کہیں زیادہ تھا
مگر آئس خیلوس نے اسکے ساتھ ہی مکالمے کو پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ بنادیا۔ وہ یہ چاہتا تھا
کہ سنگیت کی تقاریر اور باتعلق مکالمات کو ایسا یکجا جمع کیا جائے کہ ان سے کسی عظیم الشان
واقعے کی تصویر نظر کے سامنے آجائے جس سے ناظرین کو جذبات انسانی اور خداوند عالم کی
توت نگرانی کے باہمی تعلق کا عکس ظاہر ہوجائے۔ اسطرح اسنے تھیٹر کو گویا ایک تعلیم گاہ کی حیثیت
دیدی۔ اسکے ناٹک کا ڈھانچہ تو ایسے خاندانی قصص ہیں جنکی ممتاز خصوصیات سے عوام
آشنا تھے (مثلاً تھیبز اور آرگوس کے افسانے)۔ اور اسکے ذریعے سے آئس خیلوس
نے الوہی تنظیم عالم سمجھائی اور بتایا کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے اور کن کن امور سے احتراز کرنا چاہیئے۔
آئس خیلوس کے چوکے قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں تین دردیئے تھے اور ایک
ہجویہ اور چاروں ایک ہی دن میں کھیلے جاتے تھے گو انکا ایک دوسرے سے تعلق تھا مگر یہ ظاہر ہے
کہ ہجویہ کا تعلق دردیوں سے کم ہی ہوگا۔ یہ بھی ضروری نہ تھا کہ تینوں دردیئے بھی ایک ہی قصے کے
مختلف حصے ہوں اسلیئے کہ بعض مرتبہ مختلف قصوں سے ایک ہی قسم کے حالات پائے جاتے تھے
اور انھیں تین دردیوں کے پیرائے میں بیان کردیا جاتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک ہی خاندان کے
حالات تینوں دردیوں میں بیان کیے جائیں مثلاً "ہفت خلاف شہر تھیبز" دراصل "لائیوس"
"اودیپوس" اور "ہفت" کے تہ ناٹکا کا آخری دردیہ ہے جسکے بعد ہجویہ "ابوالہول" آتا ہے۔
آگے میمنون خوئے فورائے اور یومنیدیس کا تہ ناٹکا بھی ہم تک پہونچا ہے جسمیں اس بددعا کا
ذکر ہے جسکی وجہ سے خاندان اتریوس برباد ہوگیا اور جسمیں اکثیمنے کی دست اندازی اور ایفیگیس کے

اتفاق سے آخرکار ایک عمدہ نتیجہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ناٹک موسومہ "ملتجیاں" کے ساتھ کے دردیئے ہم تک نہیں پہنچے جسمیں وانائیدلیس کا ذکر ہے جو انی گپتوس کے بیٹے تھے اور جسکا آرگوس میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ ائس خیلوس نے اپنے ناٹک وانائیدس میں قتل کا واقعہ دکھایا ہوگا پرومی تھیوس میں کسی شجاعانہ کارنامے کی تکمیل میں جو تکلیف ہوتی ہے اسکا دردی عنصر نہایت خوبصورتی کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ اسی طرح "زنان ایران" میں ائس خیلس نے اس اثر کی تصویر کھینچی ہے جو اس کے خیال میں جنگ سلامس کی خبر سننے کے بعد دربار ایران پر ہوا ہوگا اور اسطرح ناٹک نویس اس عظیم الشان فتح کو اور بھی زیادہ نمودار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس تہ ناٹکے کے اجزاء "فینئس" اور سمندر کا دیوتا گلاؤکوس کا تعلق "مردمان ایران" سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم اس رشتے کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں جو پرومی تھیوس کو دیگر اجزاء کے ساتھ ہے۔

ائس خیلوس کی زبان میں غیر معمولی تنوّع پایا جاتا ہے۔ اسکے ناٹک موسومہ "زنان ایران" "ہفت اشخاص" اور پرومے تھیوس کی سادہ بیانی کا مقابلہ اس جرأت آگیں دلیرانہ اور قریباً ناقابل فہم ترتیب الفاظ اور تخیلہ سے کیا جاسکتا ہے جو "اگامیمنون" میں پائی جاتی ہے۔

سالہاسال اپنے وطن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کے بعد ائس خیلس نے پیرانہ سالی میں اپنے وطن کو خیرباد کہکر سسلی کی راہ لی۔ سوائے اسکے کہ وہ چند واقعات کو جو ایتھنز میں پیش آئے ناپسند کرتا تھا ہمیں اسکے ترک وطن کے اسباب کا علم نہیں۔ اغلب ہے کہ وہ ایتھنز کی نئی جمہوریت سے خوش نہ تھا یا اسے کسی مذہبی راز کے فاش کرنے کے جرم میں دیس نکالا دیا گیا ہو۔ بہرحال اس واقعے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایتھنز دوست اور دشمن کی تمیز نہ کرسکتا تھا اور اپنے سچے بہی خواہ کی قدر کرنا نہ جانتا تھا۔ ائس خیلوس نے ۴۵۶ ق م میں بمقام گیلا وفات پائی۔

ایک طرف تو ایتھنز میں ایک نئی قسم کی نظم ظہور میں آرہی تھی جو انسان کے دلی جذبات میں اسکا ہمنوا بنکر گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے، دوسری جانب ایونی عظمت کے ساتھ ایونی تمدن بھی مفقود ہو رہا تھا۔ ایونی قوم نے حقیقی کائنات کے مطالعے میں کمال حاصل کرلیا تھا ایک زمانے میں ایتھنز ہی جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ طبیعی اور تاریخ موالید کا مبدا اور منبع تھا اور ایشیائی ساحل پر بھی یہی علمی میلان پایا جاتا تھا۔ مگر جس درخت میں ایک عہد میں اس درجہ جوش نمو تھا وہاں اب صرف جہاں تہاں ایک آدھ کلی نظر آجاتی تھی۔ بڑے بڑے مشہور و معروف ایونیوں نے ایشیائے کوچک کی بودوباش چھوڑ دی تھی اور اس درخت علم کی ایک شاخ یعنی فلسفہ طبیعی تو

بہت ہی جلد مرجا گئی۔

ایونی تمدن کا آخری قائم مقام ہیراقلیطس تھا۔ ہیراقلیطس کے اکثر پیشرو تو ملطہ کے باشندے تھے اور یہ شہر حقیقی علم کے تفحص اور تجسس میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ مگر وہ خود الیفی سس کا رہنے والا تھا۔ الیفی سس کا تعلق سمندر پار کے ممالک کے بجائے اس مذہبی رواداری عام تہذیب سے تھا جو اندرون ایشیائے کوچک رائج تھی۔ وہ ۵۳۵ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۷۵ ق م میں مرگیا اور اپنی زندگی میں وہ ہمیشہ سیاسیات سے الگ تھلگ رہا۔ قدمانے اسے فیلسوف گریاں یا "قنوطیوں کے سرتاج" کا لقب دیا تھا۔ جہانتک ابتدائی عنصر کے نظریے کا تعلق ہے اس نے ان فلسفیوں کی جو اس سے پہلے ہو گذرے تھے پیروی کی مگر اسکے نزدیک یہ ابتدائی عنصر آگ تھی اور اس امر میں اسکے اور اسکے پیشرؤں کے نقطۂ نظر میں گو فرق تھا۔ اسکا خیال تھا کہ آخرکار ہر چیز آگ میں حلول کر جاتی ہے مگر اس نظریے سے وہ دراصل اس تبدیلی کا اظہار کرتا تھا جو کائنات میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور وہ اس لفظ کو اسی مخفیانہ طرز سے استعمال کرتا تھا جیسے فیثاغورث لفظ "عدد" کو۔ ہیراقلیطس کا عقیدہ ایلیاتیوں کے عقیدے سے مختلف تھا اسلئے کہ ان کے لئے "ہستی" اور اسکے لئے "حدوث" فلسفے کا حقیقی مرکز تھا۔ اسکا اور اسکے بعد ایمپی ڈوکلیس دونوں کا قول تھا کہ دنیا میں ہر ایک چیز کی اصل تنازع ہی ہے۔ اسے بعض مصنفین "تشخص پرست" کا بھی لقب دیتے ہیں۔ اسکے مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محض تبحر علمی ہی عقلمندی کی نشانی نہیں ورنہ ہسیود، فیثاغورث، زینوفانیس اور ہیکاٹائیس ضرور عقلمند ہوتے۔ اس سخت کلامی کی اصل وجہ اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ یاد رکھا جائے کہ ایک طرف تو ہیراقلیطس محض تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور ان لوگوں کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا جنھوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور دوسری طرف جن لوگوں سے وہ اسقدر متنفر تھا وہ ایسے تیز طبیعت اور رازجو یونانی تھے جنھوں نے عالم حقیقت کا مطالعہ کیا تھا اور اپنے معصروں پر اثر ڈالنے کی

ہیراقلیطس کیلئے بہتر ہوگا کہ مورخین زمانۂ حال کے مصنفۂ ذیل کا مقابلہ کیا جائے :۔

۱۔ شوشتتر؛ "ہیراقلیطس ساکن الیفی سس" (روئداد انجمن فلسفہ - لائپزگ جلد ۱۳ - ۱۸۷۳ء)۔

۲۔ بائی واٹر؛ آثار ہیراقلیطس ساکن الیفی سس" لندن ۱۸۷۷ء۔

۳۔ ایفلاشیڈرز؛ "فلسفہ ہیراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۸۶ء۔

گوشہ نشینی میں عمر بسر کی تھی۔ جو اہمیت اس نے آگ کو دی ہے اس سے ایرانی مذہب کا خیال آتا ہے ہیراقلیطس نے اپنی تمام تحریریں آرتےمِس کے مندر میں اسلیئے رکھ دیں کہ وہ اس دیبی کو کائنات کی قوتوں کا قائم مقام سمجھے ہوئے تھا۔

ایونیا کا آخری فلسفی توائیقی مس کے کوہستان میں راہبانہ زندگی بسر کر رہا تھا اور ایتھنز میں اسوقت تک فلسفہ اور حکمت کے دور کی ابتدا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ پرانی طرز کے ایتھنز یوں کے لیئے تو سیاسیات اور فنون لطیفہ ہی گویا تمدن کی جان تھے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے ہر ایک شعبۂ زندگی پر مذہب کا اثر تھا۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ مذہب محض اسی حد تک فنون لطیفہ اور تعلیم کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہے جسوقت تک وہ ان ہی جذبوں کا اظہار کرتے رہیں جنہیں وہ رواج دینا چاہتا ہے۔ مگر خالص حکمت ایسی مملکت میں جسکے ہر ایک رگ و ریشے میں مذہب نے حلول کر لیا ہو بالکل ناممکن ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ شعرگوئی اور فنون لطیفہ تو انسانی جوش کو موجزن کرتے ہیں اور ان سے نہایت آسانی سے مذہبی خدمت لی جا سکتی ہے۔ لیکن حقیقی حکمت نقاد ہے اور اس سے ان جذبات میں جو مذہب کی اصل جڑ ہیں سخت ٹھیس لگتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حکمت کسی آقا کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔ سقراط کے انجام سے یہ عیاں ہے کہ عرصۂ دراز تک مذہب ایتھنز کی رگ و پے میں سرایت کیئے رہا اور ہمارے دور کی ایک صدی بعد تک اسنے کسی آزاد حکمی منتظیم کی قطعی رواداری نہ کی۔

اس دور سے پچاس سال بعد تو فنون لطیفہ کے میدان میں ایتھنز نمبر لے گیا تھا مگر جس زمانے کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز کے سوائے دیگر ملکتیں سنگتراشی اور مصوری میں یونان کی رہبر تھیں۔ پیلوپونیز نے فن سنگتراشی میں جو ترقی کی اسکے دو سبب تھے۔ ایک تو کریٹ سے اسکا ایک خاص قسم کا تعلق تھا اور دوسرے خود اولمپیا میں جو رغبت انسانی جسم کے نشو و نما اور پختگی کی طرف دلائی جاتی تھی اس سے پیلوپونیز کے فنون لطیفہ میں بہت ترقی ہوئی۔ سنگتراشی دراصل ایک دوریانی فن تھا اور مدت دراز تک یہ دوریانی ہی رہا۔ سکیون میں اس فن کا استاد کناخوس تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی کی وجہ سے اس شہر میں سنگتراشی نے ترقی کی تو کچھ بیجا نہ ہوگا یہ وہی کناخوس تھا جسنے ملطیوں کیلیئے دیمائیائی اپولو کا بت تراشا تھا۔ پیلوپونیز کی سنگتراشی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ وہ بتوں کا مجموعہ ہے جو آئی گینا والی اتھینا کے مندر کے دو سر مثلثوں پر تھا اور جو اسوقت تک میونخ میں موجود ہے[۵] دونوں سر مثلثوں میں

[۵] آئی گینا کے یادگاروں کے لیئے جن کا ذکر جلد اول باب ۲۸ میں کیا گیا ہے مفصلۂ ذیل کتابیں

نبت کاری کے ذریعہ سے اصل قد انسانی سے ذرا چھوٹے مجسموں کے مجموعوں میں آ گئی ہیں سورماؤں
اور ٹروائے کے باشندوں کے درمیان لڑائی دکھائی گئی ہے۔ مشرقی میں تو تیلاموں اور ہرقل
ایشیائیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی میں ایاکس ولد تیلاموں اور تیوکر
دشمنوں سے ایک نعش کی حفاظت کر رہے ہیں جو یا تو اکیلیس کی ہے یا پیتروکلس کی۔ اور دونوں
مجموعوں کے وسط میں اتھینا دیبی کھڑی ہوئی یونانی سورماؤں کی حفاظت کر رہی ہے + ان مجموعوں کی
ترتیب میں تساویِ اعضا کا خیال ضرور رکھا گیا ہے مگر افراد کے چہروں پر بجائے سختی کے حسب دستور
مسکراہٹ نمایاں ہے سورتیں حقیقت کے مماثل ہیں اور انکی حرکات میں (جنکی ماہیت نوعی ہے نہ کہ
فردی) موزونیت اور مناسبت پائی جاتی ہے + عام طور پر مغربی سہ شلث مشرقی سے بعد کا خیال کیا
جاتا ہے۔ اور کیکولے کا قیاس ہے کہ مشرقی سہ شلث تو کچھ عرصے قبل اور مغربی کچھ عرصے بعد
تیار کیا گیا ہوگا۔ اسمیں شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان سہ شلثوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے سامنے ائی گینا
کے باشندوں کے قومی جوش کی تصویر پیش کی جائے جو گو ایتھنز سے ہمیشہ متنفر رہے مگر گزشتہ قوم
کی جنگ میں تمام یونانیوں سے زیادہ بہادر شمار کئے جاتے تھے + یہ ظاہر ہے کہ اس جنگ میں
ٹروائے کے مشرق اور مغرب کی لڑائی نے یونانیوں کے تخیل میں ایک خاص جگہ حاصل کر لی تھی
اور ائی گینا کی بہادری کی تصویر اس جنگ کے ہی آئینہ میں دکھائی گئی + اس جزیرے میں بعض
نہایت قابل سنگتراش موجود تھے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشہور اوناتاس تھا
جسنے نہ صرف اولمپیا اور دلفی کیلئے مجسمے تیار کئے بلکہ جسکی کاریگری کے نمونے تھاسوس، تارنتم
اور فگالیا کی ریاستوں میں جہاں فنون لطیفہ کی قدر ہوتی تھی اور دنیائے یونان کے خود سر والیوں
مثلاً دی نومینیس اور ہیئیرون کے درباروں میں پہنچتے تھے جنمیں سب سے نمایاں انسانوں
اور گھوڑوں کے مکمل مجموعے تھے۔ اس سنگتراش کو پیتل ڈھالنے میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا اور
کچھ بعید از قیاس نہیں کہ ائی گینا کے بت خانہ اتھینے میں جو مجسمہ ہے وہ اسی کی ساخت ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیکھنی چاہئیں +
برن "شاہ لڈوگ کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات"
ک، لانگے: "ائی گینا کے مجسموں کی ترتیب" ۱۸۶۸ء۔ فریڈرش وولٹیرز "قدیم سنگتراشی میں
پلاسٹر کا کام"، برلن ۱۸۸۵ء ص ۳۲ +

اولمپیا میں مگاریوں کے خزانے کے سرمثلثوں پر جو منبت کاری ہے؎ اور سیلی نوس کے
مندر "ف" (F) سقفی حاشیے کے بت غالباً اسی دور کے یادگار ہیں + سوائے ایک سر کے باقی
جتنے بت سیلی نوس کے مذکورۂ بالا بت خانے میں ہیں انکے صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے ہیں یہ سر ایک
نیم مردہ مفتوح دیو کا ہے اور اسکی وضع بالکل وہی ہے جو ائی گینا کی مورتوں کی عام طور پر ہوتی ہے
مندر "ئی" (E) کی مورتیں غالباً زمانہ مابعد کی ہیں مگر انمیں وہ تکمیل ساخت نہیں ہے جو فدیاس
کے بتوں میں خصوصیت کی پائی جاتی ہے + ہمیں یہ معلوم ہے کہ سسلی کی نوآبادیوں کے تعلقات
اپنے اصلی شہروں سے بہت اچھے تھے سیلی نوس مگارہ کی نوآبادی تھی اور اسمیں شبہ نہیں کہ
پیلوپونیز کی فنون لطیفہ کا سسلی پر اور خاصکر مگارا کا سیلی نوس پر ضرور اثر پڑا ہوگا +

زمانۂ حال کی کھدائیوں میں چند مجسمے دستیاب ہوئے ہیں جنسے اولمپیا کے مندر کی
آرائش منظور تھی - مگر افسوس وہ امیدیں پوری نہیں ہوئیں جو پوسانیاس کے بیانات کے مطالعے سے
ہوئی تھیں پوسانیاس کا بیان ہے کہ مشرقی سرمثلث کے مجسمے سنگتراش پائونیس ساکن مندے
کے اور مغربی سرمثلث کے مجسمے الکامینس کے تراشے ہوئے ہیں جو فدیاس کے ایک مشہور اور ممتاز
شاگردوں میں تھا + پائونیس کا ایک نہایت خوبصورت مجسمہ "فتح" حال ہی میں اولمپیا میں
دستیاب ہوا ہے مشرقی سرمثلث میں اتنا حسین بت کوئی نہیں ہے اور جو مورتیں اوئنو مائس
اور پیلوپس کے ساتھ دوڑتیں ہیں انکی سختی اور کرختگی صاف طور پر یہ کہے دیتی ہے کہ یہ شبیہیں اور

؎ اولمپیا کیلئے جلد ۱ باب ۱۹ دیکھنا چاہیئے + اسکے ساتھ مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔
خزانہ اولمپیا" برلن ۱۸۸۳ء مضمون "اولمپیا" تعلیم افلاش جو بئومیسٹر کے مجموعے میں ہے +
فلاش کی عام خیال کے خلاف یہ رائے ہے کہ اولمپیا کے سرمثلث پائونیس اور الکامینیس کی تعمیر کردہ ہیں +
لیوشکے کی کتاب "اولمپیا کے مندر کا غربی مجموعہ سرمثلث" (دورپت ۱۸۸۷ء) بھی دیکھنا چاہیئے اس میں
مصنف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مغربی سرمثلث ایک اور الکامینیس کا تعمیر کردہ ہے جو فدیاس کے شاگرد
کا ہمنام تھا۔ مگر اس نظریے کی تردید فلاش نے برلن کے ہفتہ وار رسالہ فلسفہ ۴۲ ۱۸۸۸ء میں کی ہے +
سیلی نس کے لئے دیکھو بین ڈورف کی کتاب "سیلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے" -
برلن ۱۸۷۳ء

"فتح" کا بت ہرگز ایک ہی سنگتراش کی کاریگری نہیں ہے اسلیئے کہ "فتح" کی صفائی یا تناسب اعضا مجموعہ مثلث میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح مغربی سر مثلث میں پی رتھوس کی شادی کے موقع پر جو لڑائی لاپیتھوں اور قنطوروں کے درمیان ہوئی تھی وہ دکھائی گئی ہے۔ مگر اسکی شبیہوں میں اس درجہ عدم آسائش عیاں ہے اور حرکات سے اسقدر تیزی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کسی صورت سے اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ ان مجموعوں کا صناع پارستھنون کے سر مثلثوں کے تراشنے والے کا شاگرد ہوگا۔ اب روایت اور حقیقت کا اختلاف رفع کیا جا سکے لیئے مختلف مصنفوں نے بہت سے حیلے پیش کیئے ہیں مگر سب سے قرین قیاس یہ ہے کہ پوسانیاس کو غلطی ہوئی اور درحقیقت پایونیس اور الکامنیس کو ان سر مثلثوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ العقدہ مجموعے کسی مقامی صناع کی صنکاری کا نمونہ تھے جسکے ذہین ہونے میں تو کلام نہیں مگر جو عام تناسب اعضا اور تفصیل کی بجاآوری میں اسقدر باشعور نہ تھا جو ہم اس دور کے بہترین صناعوں میں پانے کے عادی ہیں۔ ان سر مثلثوں کے سوائے بعض مجسمے جو سنگی حاشیوں پر تھے اسوقت تک موجود ہیں جنمیں سے چند ان سر مثلثوں سے عمدہ صناعی کے نمونے ہیں۔

یونانی فن پیکر پذیری کی تاریخ میں سنگتراش فیثاغورث کا ایک خاص رتبہ ہے۔ یہ ساموس یا ریگیم کا باشندہ تھا اور گو وطن کے لحاظ سے ایونی تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ریگیم میں سیسنہ کا اثر پایا جاتا تھا اور اسکے فن میں دور یائی عنصر صاف طور پر نظر آتا ہے۔ اسکی طرف متعدد اولمپی فاتحوں کے مجسمے منسوب کیئے جاتے ہیں۔ اور اسنے ایک مجسمہ ترتیب دیا تھا جس میں اسنے دو بھائیوں یعنی ایتیوکلیس اور پولی نیکیس کو ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا دکھایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسکا ایک مجسمہ جو ایک لنگڑے آدمی کا ہے اور جو اسکے دیگر مجسموں سے زیادہ مشہور ہے دراصل فلوکیتیس کی شبیہ ہے۔ اسکے سوائے سیلی نوس کے آخری سنگی حاشیہ کے مجسمے اور کروتونا کے سکے جنپر اپولو اور اژدہے کی لڑائی کی تصویر بنی ہے اسی فیثاغورث کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں اور ان سے اس سنگتراش اور صناع کی کاریگری کا نہایت اچھی طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

فنون لطیفہ کے فریبا ارتقائی تاریخ میں آرگوس کے گروہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔

۱۔ اس فیثاغورث کے متعلق والڈشٹائن نے اپنے مضمون میں جو رسالہ مطالعات یونان سنہ ۱۸۸۰ع و سنہ ۱۸۸۱ع میں نکلا تھا بحث کی ہے۔ اسکے لیئے اوور بیک کی کتاب تحلیل تاریخ جلد اول سنہ ۱۸۸۵ع بھی دیکھنی چاہیئے۔

اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن آگے لاداس تھا۔ اس زمانے میں مختلف دیوتاؤں کے چڑھاووں کیلیئے بت بنانے کا عام دستور تھا اور خود آگے لاداس بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ تھا۔ منجملہ دیگر کاریگریوں کے اسکا ایک مجموعہ گھوڑوں اور دیلفی کی گرفتار شدہ عورتوں کا تھا جو اسنے باشندگان تارنتم کی درخواست پر تراشا تھا۔ آگے لاداس اتنا مشہور اپنی صناعیوں کی بدولت نہیں ہوا بلکہ اسکا نام شہرۂ آفاق اسلیئے ہوا کہ جن سنگتراشوں کو قدما اپنے فن میں کامل کہتے تھے (یعنی میرون، پولیکلیتُس اور فدیاس) وہ سب اسی کے شاگرد تھے۔ ان تینوں میں سے آرگوس پولیکلیتُس نے اپنے فن کی روایات کو پیلوپونیز میں جاری رکھا اور میرون اور فدیاس کیوجہ سے اٹیکا سنگتراشی کے میدان میں انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔[ف]

ان صناعوں کے بیان سے پہلے اٹیکائی صناعوں کے سلسلے میں کلامس کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کلامس کی جائے پیدائش کا ہمیں علم نہیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے نہ صرف اٹیکا کے لیئے اپنی صناعی کے نمونے تکمیل کو پہنچائے بلکہ دیگر یونانی ممالک اور یونانی حکام کیلیئے بھی کام کیا مثلاً ہئیرون کے حکم سے اسنے ایک اولمپی چڑھاوا طیار کیا جسمیں ایک رتھ اور چار گھوڑے تراشے گئے تھے۔ اسکی سنگتراشی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صناعی کے قدیم حدود سے باہر نہیں نکلا اور اسپر بھی انسانوں اور حیوانوں کے

ف اٹیکا کے ارتقاء فنون لطیفہ کیلیئے گرٹیس کی "تاریخ یونان" ٦٢، ١٣١ دیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب میں گرٹیس کا بیان ہے کہ اٹیکا میں مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور ان پر تصویریں کھینچی جاتی تھیں، سنہ ۵۰۰ ق م سے سرخ تصاویر بنانے کا رواج ہو گیا تھا اور فنون لطیفہ کی اس شاخ میں خاک ریلیوں، یوفرونیُس، دورِس اور دیگر صناعوں نے گونہ کامیابی حاصل کی اور پولیگ نوتُس اپنے وطن تھاسوس کو خیرباد کہکر اٹیکا آکر آباد ہوا اور وہاں عظیم الشان تاریخی طرز کو رواج دیا۔ اسی مصنف کے نزدیک مرمری منبت کاری اٹیکا ہی کی ایجاد تھی اور پیلوپونیز میں سکیون، اگی گینا اور آرگوس نے سکوں پر عورتوں کی تصاویر بنانے میں کمال حاصل کیا تھا اور یہ ہی اگی گینا کی سنگتراشی کی اصل بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد گرٹیس، کلامس، میرون، پولیکلیتُس کے زمانے میں جو فنون لطیفہ کو انتہائے کمال حاصل ہوا تھا اسکا ذکر کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ اٹیکا میں خیموس اور حلقہ دار جزائر کے طرز کا رواج ہو چلا تھا اور فدیاس کا فن تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۴۵ کا حاشیہ بھی دیکھنا چاہیئے جہاں بہت سا تاریخی مواد خلاصے کے طور پر دیا ہوا ہے۔

سہو ولی حرکات کی نہایت خوش اسلوبی سے نقل کرنے کی کوشش کی۔ خود لوسیئن نے اس کے سوسانڈرا کے بت کی مسکراہٹ کی تعریف کی ہے[۹] جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی صنعت میں فطرت کا تتبع کرنا چاہتا تھا۔ میرون ساکن ایلیوتھیرائے جو عمر میں فدیاس سے چند سال بڑا تھا کلامس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات کا مجسموں کی ہیئت میں ظاہر کرے اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اسکی مثال کیلئے لیکوسے کے الفاظ بجنسہ نقل کر دینے مناسب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "اُسکا کارنمایاں یہ تھا کہ برہنہ دوڑتے ہوئے انسانوں کے تخیل کو مجسموں کی صورت میں ظاہر کرے۔ مثلاً تمیدہ وسکوبوس بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر کمان سے نکل کر جارہا ہو۔ جب اتھینے یکایک ظاہر ہوکر مارسیاس کی بانسری میں زور سے ہاتھ مارتی ہے تو مارسیاس فرطِ خوشی میں ناچتے ناچتے چکر کھاکر ایک دم پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے۔ جب لاداس دوڑ کے اختتام پر پہنچتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا اسکا دم واپسیں اسکے لب پر آچکا ہے اور پرسیس میدوسا کو زغند لگاکر پکڑ لیتا ہے"۔ میرون نے گائے کا ایک مجسمہ طیار کیا تھا جو قدما میں بہت مشہور تھا اور جسپر طباعوں نے بلیغ آزمائیاں کی تھیں۔ الغرض میرون ہی صناع عصر تھا اور اسکے دسکوبوس اور مارسیاس کے مجسموں کے قدیم نقول ہم تک پہنچی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرون نے تو اپنے فن کو حد و تکمیل تک پہنچایا، فدیاس اسے اس حرم کے اندر ہی لے آیا۔

جو روایات ہمارے پاس آئی ہیں انکا ماحصل یہ ہے کہ دور کیمون میں فن تصویر کشی کا قائم مقام پولیگ نوٹس ہے مگر سوءِ اتفاق سے ہمیں اسکی بابت صرف یہ علم ہے کہ وہ اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھا اور تھاسوس کا باشندہ تھا۔ پانچویں صدی ق م کے تھرسی یونانی صنعت و علوم اور عام تمدن اور شایستگی میں ایونیائی اور دوریانیوں کا مقابلہ کرتے

[۹] اس مجسمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں قدیم یونانی صنعت کا وہ کمال نظر آتا ہے جو اس زمانے میں مسکراہٹ کی نقل اتارنے میں سنگتراشوں نے حاصل کیا تھا۔ اس سے ہمیں یونان کے عام اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہوجاتا ہے کہ یونانی شرفا کے چہرے کی ساخت مجسموں میں دکھانے کی کس درجہ کوشش ہورہی تھی۔ حال ہی میں اس ڈھیر میں سے جس سے کیمونی عہد کے تعمیر کاروں نے قلعہ کی عمارات کا بھراؤ کیا تھا چند مجسمے نکلے جو تمام سے پیشتر یعنی اکروپولس کی تباہی سے پہلے کے نکلے ہیں۔ ان مجسموں کی تصاویر بیلوی تشرکی کتاب "اکروپولس" میں موجود ہیں۔

تھے۔ آور دمقریطس اور پروتاغورث ساکن ابدیرا کی تحریرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تھریس یونانیوں نے افتتاحِ وجود نگ کے مسئلے کیطرف اپنی توجہ مائل کی تھی۔ مگر اسکے متعلق بعد میں بحث کیجائیگی۔ مورخ ستسیمبروتس ساکن تھاسوس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریسیوں میں بہت سے ایسے بھی لوگ موجود تھے جنکو دنیا کے عام معاملات میں گہری دلچسپی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ان ممالک میں تمدن کی سطح کافی بلند نہ ہوتی تو بقراط اور اسکی طرح بہت سے اور غیرملکی آ آکر آباد نہ ہوجاتے۔ اسکے سوائے تھریسی باشندوں کے تعلقات ایتھنز کے ممتاز کنبوں مثلاً ملتیادیس اور طوسی دیدش کے خاندانوں سے پائے جاتے ہیں جس سے ہم انکی شائستگی کا اندازہ کرسکتے ہیں جو غالباً ساحلی شہروں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ تھاسوس کے باشندے نہ صرف مجسموں کے شوقین تھے بلکہ فنون لطیفہ میں خود بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ انھوں نے اوناتاس سے کئی مجسمے بنوائے تھے اور ہمارے پاس متعدد ثبوت فنون لطیفہ میں انکی مہارت کے موجود ہیں، پایونیس ساکن مینڈے کے متعلق اس سے پیشتر کہا جاچکا ہے، اسکے سوا شمالی یونان کی منبت کاری[?] اور مینڈے، اولنتھوس، ائی نس، ابدیرا، تھاسوس اور مقدونیہ کے سکوں سے انکے شوق کا پتہ لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممالک تہذیب و تمدن میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور جس شخص نے یونان خاص پر اسکا اثر ڈالا وہ پولیگنوتس تھا جس نے اپنی قابلیت کے جوہر یونان کے مذہبی مرکز ڈیلفی میں دکھائے۔ اسنے ڈیلفی کے ایک وسیع کمرے کی دیوار و ہیر[?] دو تصویریں کھینچیں۔ ایک ٹروائے کی بربادی کا نقشہ اور دوسری عالم زیریں کی تصویر۔ پہلی تصویر تو دراصل بڑے بڑے شعراء کی نظموں کے بہترین مناظر کا مجموعہ تھا اور دوسری تصویر میں گنہگاروں کی سزایابی دکھائی گئی تھی۔ ان تصاویر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہومر ہی سے لی گئی ہیں یا انکی کتاب کے منظروں کی تصویریں ہیں درست نہ ہوگا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ انکا تعلق اسکی کتاب "اوڈیسی" سے ہے اور دنیائے زیریں کی تصویر میں تو خود اوڈیسی اُس بھوت پریت کو برآمد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یا ایک اعتبار سے یہ تصاویر ہومر سے ضرور متعلق ہیں

(۱) اس اثر کیلئے جو یونانی فنون لطیفہ پر شمالی یونان کا پڑا ایُرن کا مضمون "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ ابلا مہاٹے میوزیم ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۱۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ایشیائے کوچک کی صناعی کا شمالی یونان پر بہت زبردست اثر ہے۔ اسکے لیئے فورٹ رودن کے مضمون کا بھی جو ویسٹر کے مجموعے میں شامل ہے مطالعہ بہتر ہے

اسلیئے کہ انہیں اسکی نظموں کا اخلاقی پہلو عیاں ہو جاتا ہے۔ پہلی تصویر میں تو الیاد کی شدید جنگوں کا اختتام دکھایا گیا ہے، دوسری میں انسانی زندگی کے آخری لمحے معہ تمام مسرتوں، رنجوں اور آرزوؤں کے پیش کیئے گئے ہیں جنکا اودیسی میں ذکر ہے۔ پولیگ نوٹس نے خود ایتھنز میں ٹروائے کے فتوحات کی تصاویر ہی سیانا کتی کر رہے ہیں جو چوک میں واقع تھا بنائی تھیں جنگی زمانہ مابعد میں کیمون نے تجدید کی اور اسکا نام پوئکیلے "ایوان بوقلموں" رکھا تھا۔ اسکے سوائے اس نے دیو سکوری خاندان کے بت خانے کو بھی اپنی تصاویر سے آراستہ کیا اور اسکے دو دوستوں مکون اور پانائنس نے جنگ مارا تھون کی ایک تصویر پوئکیلے میں کھینچی جسمیں ملتیادیس، کالی ماخوس اور تھیمنے کیدس پہچانے جاسکتے تھے۔ پولیگ نوٹس کے ہی زمانے میں انس خیلس اپنا ناٹک مسمی "مردمان ایران" تماشہ گاہ پر لایا۔

غرض یہ ہے کہ دور مذکورہ بالا میں فنون لطیفہ نے نہایت دلیری سے معصر واقعات پر بحث کرنا شروع کی۔ حقیقت یہ تھی کہ عظیم الشان کارنامے وقوع پذیر ہو چکے تھے اور لوگونکو انکی تمثیلات دیکھ کر مسرت ہوتی تھی۔ اسکے برعکس جو لڑائیاں فارقلیس کے زمانے میں ہوئیں انکی اسقدر اہمیت نہ تھی اسلیئے کہ محض خانہ جنگی کو کبھی باعث فخر نہیں سمجھا جاتا اور بجائے اسکے کہ فدیاس کے تاریخی واقعات پیش کرنے کا موقع ملے فنون لطیفہ میں ایک دوسرے معنی میں تقلید پیدا ہو گئی۔

پولیگ نوٹس کی تصاویر کا ایک دھندلا سا عکس اس عہد کے برتنوں کی تصاویر میں پایا جاتا ہے اور اسی میں وہ سرخ مورتوں والے برتن بنائے گئے تھے جنکا تعلق اسی مصور سے اکثر دکھایا گیا ہے[1]۔

پولیگ نوٹس کی کیمون سے ذاتی واقفیت تھی وہ اس کا مصلاح کا ارادہ

[1] اسکے لیئے فرق بارو ڈن کا مضمون "برتن بنانے کا فن" بومیسٹر کے مجموعے میں دیکھنا چاہیئے۔ پتھوسایناس کا خیال ہے کہ پولیگ نوٹس نے امیدواروں کے اس قتل عام کی تصویر کھینچی ہے جسکا اودیسی اس اتھینے آریا کے مندر میں مرتکب ہوا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسمیں جو قبیت کاری گیول باشی کے مقبرے میں ظاہر ہوتی تھی اور جواب وائنا میں موجود ہے اس سے پولیگ نوٹس کے طریقے کا پتہ چلتا ہے اور یہی اثر اس برتن کی ساخت سے ظاہر ہوتا ہے جسکی تصویر ۲۱۳۹ بومیسٹر کے صفحہ ۱۹۹۳ پر درج ہے۔ پولیگ نوٹس کیلیئے کلائن "اطلاع متعلق آثار قدیمہ و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

اپنے زمانے کا گویا فدیاس تھا۔ اور پولیگنوٹس کی تصاویر میں اسنے ٹروجن عورت لاؤڈیکے کا بجنسہ وہی قیافہ بنایا جو کیمون کی بہن ایلپی نیکے کا تھا +

غرض یہ ہے کہ ۵۰۰ ق م اور ۴۵۰ ق م کا درمیانی زمانہ زور، علویت، عظمت اور شان کا زمانہ ہے۔ ملیتادیس اور کیمون، اسُ خیلوس اور پولیگ نوتس یہاں تک کہ میرون سب کا ایک ہی مطمح نظر ہے۔ سیاسی، ذہنی اور فنی حیثیت میں یکجہتی پائی جاتی ہے اور اس دور کے عام خصوصیات کا پیرایہ نہایت قابل اطمینان ہے +

تیرھواں باب

ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک

کیمون کی واپسی پر وہ اور فارقلیس ملکت ایتھنز کی دوش بدوش رہبری کرنے لگے۔ کیمون نے تو آئندہ کیلیئے یہ تہیہ کرلیا کہ وہ دستور ایتھنز کو عمومی شاہ راہ پر چلنے میں مانع ہوگا اور فارقلیس نے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنز کی تمام قوت ایران ہی کے خلاف استعمال کیجائیگی + اسمیں شبہ نہیں کہ آئندہ بھی ایتھنز نے اسبات کو گوارا نہ کیا کہ ارض یونان میں اسپارٹا کی سیادت قائم ہوجائے اور وقتاً فوقتاً اسکی راہ میں روڑے اٹکائے۔ مگر اس قسم کی مزاحمت میں کیمون کو کسی قسم کا دخل نہ تھا +

غالباً یہ کیمون کی واپسی کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مسمیٰ اوریستیس تھسلی سے ایتھنز آیا۔ اس شخص کے باپ نے شاہی خطاب اختیار کرلیا تھا اور وہ خود کم از کم فارسالس کا حکمراں ضرور تھا۔ اسے فارسالس کے باشندوں نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا اور اب اسنے ایتھنزیوں سے التجا کی کہ وہ اسے بحال ہونے میں مدد دیں۔ اسکے جواب میں غالباً ۴۵۴ ق م میں ایتھنزی چند بیوطی اور فوکسی سپاہی لیکر فارسالس گئے[1] مگر وہاں ان کو

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۱۱ + دیودورس ۱۱، ۸۳ +

حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اوریستیس کو واپس آنا پڑا۔ اسی دوران میں (غالباً سنہ ۴۵۳ ق م میں) ایک ہزار ایتھنزی خود فارقلیس کی سرکردگی میں مگارا کے بندرگاہ پیگا سے چلے سکیونی علاقے میں لنگر انداز ہوکر سکیونیوں کو شکست دی اور چند اکائیوں کو ساتھ لیکر اکارنانیا کے شہر اودنیادے پر حملہ کردیا۔ مگر جب اس مہم میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور فارقلیس کو بلا حصول مقصد ایتھنز واپس جانا پڑا تو ایتھنزیوں سے سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ اپنے دلوں کو یہ کہکر سمجھالیں کہ اس مہم سے کم سے کم خلیج کورنتھ میں ایتھنزی قوت اور جبروت کا مظاہرہ تو ہو ہی گیا ہے[2]۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس واقعے کے تین سال بعد یعنی سنہ ۴۵۱ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان پانچ سال کیلئے عارضی صلح ہوگئی[3]۔ طوسی دیدش یہ بیان نہیں کرتا کہ فارقلیس کی مہم اور صلح کے درمیان کیا کیا واقعات پیش آئے اور غالباً کوئی ایسا اہم واقعہ پیش بھی نہ آیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے یونانی ریاستوں کے ساتھ تو جھگڑے طے کرلیے مگر ایران کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔ نوشتوں سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایتھنز نے سنہ ۴۵۰ ق م میں خراج کی رقم ۵۰۰ تالنت کم کرکے ۴۰۰ تالنت رہنے دی[4] جس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکا مقصد خود یونانیوں سے جنگ آزمائی کا نہ تھا۔ کیمون کی حکمت عملی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ اسپارٹا سے صلح و آشتی رہے، اب پچھلی مہم کے بعد جب ایتھنز پیلوپونیزیوں کے خلاف کوئی کارنمایاں نہ کرسکا خود فارقلیس نے بھی یہ محسوس کرلیا کہ ایسی دشمنی کو پالنا جس سے وقتاً فوقتاً ایتھنز کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو بیکار محض ہے۔

اسکے برعکس ایران کے خلاف جنگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری رہی اور سنہ ۴۴۹ ق م میں کیمون دو سو جہاز لیکر قبرص چلا[5]۔ افسوس ہے پلوٹارک اس مہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا، دیودورس حسب معمول خلط مبحث کردیتا ہے۔ اور طوسی دیدش اسکا بیان صرف چند فقروں ہی میں

---

[2] طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ اس مہم کا دیودورس میں بھی دو جگہہ یعنی ۱۱، ۸۵ اور ۸۸ میں ذکر ہے اور پلوٹارک کے "واقعات فارقلیس" میں بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے۔

[3] طوسی دیدش (۱، ۱۱۲) تیس سال کے امن کی طرح اسے بھی مذہبی جامہ پہناتا ہے۔ اسکے لئے بیوسولٹ ۲، ۴۰۵ دیکھنا چاہیئے۔

[4] بیوسولٹ ۲، ۵۰۹ کا مقابلہ کیا جائے۔

[5] طوسی دیدش ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک: کیمون ۱۸، ۱۹۔ دیودورس ۱۲، ۳، ۴۔

ختم کر دیتا ہے۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ اس بیڑے کے ساٹھ جہاز تو امیرتاس کی دعوت پر (جو مصر کے ولایوں کا بادشاہ تھا) مصر چلے اور بس ماندہ جہازوں نے کیتیم واقع قبرس کا محاصرہ کر لیا۔ کیمون کے انتقال کے بعد سامان رسد میں کچھ کمی پڑ گئی تھی اسلیئے انھیں کیتیم کا محاصرہ اٹھا دینا پڑا اور جب وہ سلامس واقع جزیرۂ قبرس کے قریب ہو کر گزر رہے تھے تو انھیں فنیقیوں اور سلیسیوں کے ساتھ لڑنا پڑا جسمیں ایتھنز یوں نے اپنے حریفوں کو شکست دی اور ایتھنز واپس چلے آئے۔ جو جہاز مصر گئے تھے انھوں نے بھی اسی قسم کے کارہائے نمایاں انجام دیئے"۔

بس یہی طوسی دیدیش کا مکمل بیان ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں نہ تو کیمون کی موت کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے نہ ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جو ایتھنز یوں کو کیتیم میں پیش آئیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جب بیڑا واپس ایتھنز جانا چاہتا تھا تو پھر اسنے مغربی راستے کے بجائے مشرقی راہ کیوں اختیار کی اور جب لڑائی میں ایتھنز یوں کو فتح ہو چکی تھی تو پھر قبرس تسخیر کیوں نہیں کیا گیا۔ خود سلامس کی فتح کی اہمیت سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں۔ اور ان مسئلوں کو حل کرنے کیلیئے ہمیں اپنے قیاس دوڑانے پڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ساحل ایجئن پر کاشت کی حالت اچھی نہ تھی اور غالباً اسی وجہ سے محاصرین کی فرودگاہ میں قحط کے آثار نمایاں ہیں اور ایتھنزی مشرق کی جانب دشمن سے جنگ آزما ہوئے اور معاملات کا ایک بار تصفیہ کرنے کی غرض سے گئے ہونگے۔ قبرس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنز یوں کا ایران کے خلاف جوش اب کم ہو چلا تھا۔ زمانہ بدل رہا تھا اور پچھلے چند سال جنگ محض کیمون کی خاطرداری ہی سے جاری تھی ورنہ جو لوگ ماراتھون سلامس اور یوریمدون پر لڑے تھے وہ یا تو اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تھے یا اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ معاملات حالیہ پر اثر نہ ڈال سکتے تھے اور نئی نسل کے خیالات انکے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ اس جوش کے کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پچھلی لڑائیوں کا نتیجہ ایتھنز کے حق میں کچھ ایسا مفید بھی نہ نکلا تھا[۱]۔

[۱] اسکے لیئے بیوسولٹ ۲ ۱۹۰۵ دیکھنا چاہیئے۔ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ابدے مون نے جو کیتیم یا ہمور کا باشندہ تھا یونان خاندان تیموکریمی کو جبر سے نکال کر اسے پھر ایک مرتبہ ایران کے زیر اثر کر دیا۔ اسوکراتیس ۱۹۔ ۲۱ لیسیم ۹۰، ۶۶۔ دیدورس ۱۳، ۹۸۔

اسکی ضرورت ہے کہ اب ایک نہایت اہم مسئلے پر غور کریں جو اس تاریک دور کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ چوتھی صدی ق م میں سننے میں آتا ہے کہ اس سے ایک صدی پیشتر (یعنی پانچویں صدی میں) ایک صلحنامہ ایرانیوں اور یونانیوں (بالخصوص ایتھنزیوں) کے درمیان ہوا تھا جس کا نام صلحنامہ کیمون تھا اور جسکا ذکر صلح انتالکیداس کے مقابلے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ

ا؎ دیودورس اس صلحنامہ کا ذکر ۱۲، ۴ میں کرتا ہے مگر اس ضمن میں کیمون کا نام نہیں لیتا۔ اسکا بیان ہے کہ ارتابازو اور میگابیزو نے بھی (جنھوں نے مصر کے ساتھ بھی صلح کروائی تھی ۱۱، ۷۷) کالیاس کے ساتھ اس صلح کی تکمیل میں شرکت کی تھی۔ دیودورس دونوں صلحنامے کیلئے ایک سے ہی الفاظ استعمال کرتا ہے اور دونوں صلحنامے خلاف قیاس ہیں۔ کالیاس کا بیان پلوٹارک کے "واقعات کیمون" (۱۳) میں ہے اور ہیرودوتس میں اسکے سفر کا حوالہ دیا ہوا ہے (۷، ۱۵۱)۔ صلحنامے کے لیئے ڈنکر ۹، ۱۴ دیکھنا چاہیئے جسکی پیروی بلیوسولٹ (۲، ۵۱۲) نے کی ہے۔ "صلحنامہ کیمون" ڈالمان کی "تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" (التونا سنہ ۱۸۲۲ء جلد ا وغیرہ) اور کے، و، کریلیگر کے "مطالعات فلسفہ تاریخ" (جلد ۱) کی اشاعت سے متواتر زیر بحث رہا ہے۔ اور ڈنکر کی کتاب میں اسکے متعلق حال کی تمام کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ اس فہرست میں اُموت کی کتاب "صلحنامہ کیمون" (گینٹ سنہ ۱۸۸۰ء) کا بھی اضافہ کرنا چاہیئے جسکے مصنف کو یقین ہے کہ صلحنامہ کیمون فریقین کے درمیان واقعۃً ہوا تھا۔ چوتھی صدی والوں کیلئے صلحنامہ انتالکیداس کے مقابلے کیلئے ایک ایسے صلحنامہ کی ضرورت تھی جسکی وساطت سے ایتھنزی حب وطن کا مقابلہ اسپارٹی غداری کے ساتھ کیا جاسکے۔ یہ روایات ایسوکراتیس ۱۲۰ میں درج ہیں۔ ڈنکر کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ اس نوشتے میں جو کراتیرس نے پڑھا تھا اور جو پلوٹارک کے "حیات کیمون" (۱۳) میں مذکور ہے وہ شرائط ہوں جنپر ایتھنز صلح کرنے کیلیئے تیار تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں۔ تھیوپومپس کے اجزا میں جو ہم تک پہنچے ہیں (۱۶۷، ۱۶۸) اور جسکے پڑھنے میں بوجہ ایونی حروف تہجی کے دقت پیش آئی ہے اس نام نہاد صلحنامہ کا بیان نہایت تاریک ہے۔ خاص صلحنامے کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ شہنشاہ کو اس قسم کی باضابطہ صلح سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچتا تھا مگر طوسی دیدس ۸، ۵، ۶ و ۵۶ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں ملکتوں کے درمیان صورت واقعات ایسی ہی تھی جیسی صلحنامے میں درج ہے۔ ۸، ۵۶ میں مذکور ہے کہ تسافرنس نے درخواست کی کہ اسے بحیرۂ ایجین میں جہاز رانی کی اجازت دیدی جائے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس سمندر سے دست بردار ہوچکا تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدس ۸، ۵ میں یہ صاف تحریر ہے کہ ایرانی کبھی ایونیا کے خراج سے دست بردار نہیں ہوئے اور ساموسی جنگ کے

یہ صلحنامہ یونان کیلیئے اتنا ہی باعث فخر تھا جتنا صلحنامہ انتالکداس اسکے لیئے باعث ذلت تھا۔ اسلیئے کہ اس صلحنامے نے تو ان یونانی بستیوں کو جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر واقع تھیں ایران کے حوالے کر دیا اسکے برخلاف صلحنامہ کیمون کے متعلق یہ امر طے شدہ تھا کہ اسکی رو سے قرار پایا تھا کہ ایرانی فوج ساحل ایجیئن سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہیگی - اور اسکا بیڑا سوائے فاسیلس اور رخنی لدونی جزائر سے جنوب و مشرق، اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرۂ ایجئین میں نہ آنے پائیگا + اس قسم کے صلحنامے کا طوسی دیدش کے مختصر بیان میں تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دیو دورس ضرور اسکا ذکر کیمون کی موت سے پہلے کرتا ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ اس صلحنامے کا اصل بانی کیمون ہی تھا۔ مگر طوسی دیدش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون کی وفات کے بعد بھی جنگ برابر جاری رہی اور ایک اور مرتبہ دیو دورس کا بیان ہمیں یقین کے قابل نہیں نظر آتا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) واقعات سے (جسمیں ایک فنیقی بیڑے کا انتظار کیا جاتا ہے) میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایتھنز اور ایران کے درمیان ایسا کوئی عہدنامہ نہ تھا جسپر وہ اعتماد کر سکتا + اسمیں بھی شبہ نہیں کہ محض ساحلی جھگڑے بھی صلحنامے کا عدم ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ خود ایرانی صوبہ دار بھی چھوٹے چھوٹے تنازعات کا باعث ہو سکتے تھے + مگر جنگ ساموس کے حالات مختلف تھے، ایرانی بیڑہ براہ راست شہنشاہ کے ماتحت تھا اور اگر یہ خیال تھا کہ بیڑا ساموس آجائیگا تو اس سے یہ نتیجہ لابدی ہے کہ ایتھنز کے پاس کوئی دستخطی عہدنامہ موجود نہ تھا + اس مسئلے پر ل، ہولتسا یفیل نے اپنے مضمون "ایتھنز اور ایران کے تعلقات سنہ ۴۶۵ تا سنہ ۴۱۲ ق م" ("اضافہ جات بتاریخ یونان" برلن کالواری، سنہ ۱۸۷۹ء) میں بسیط بحث کی ہے + صفحہ ۴۴ پر وہ طوسی دیدش کے فقرے مندرجۂ ۸، ۵۶ پر تنقید کرتا ہے اور یہی فقرہ نیولدکے کے "مضامین متعلق تاریخ ایران" (لائپزگ سنہ ۱۸۸۷ء) میں عہدنامے کے ثبوت میں جائکس نے استعمال کیا ہے + ہولتسا یفیل (صفحہ ۳۰ وغیرہ) میں یہ فرض کر لیتا ہے کہ کالیاس ایران سنہ ۴۴۹ ق م میں بھیجا گیا تھا اور کراتیرس نے دراصل اس عارضی صلح کے الفاظ محفوظ کیئے ہیں۔ جسپر اردشیر کی تخت نشینی کے وقت فریقین کے دستخط ثبت ہوئے تھے + اندوکلیس کی کتاب "حالات متعلق صلح" وغیرہ کا تتبع کر کے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دارا (داریوش) دوم کی تخت نشینی کے بعد سنہ ۴۲۴ ق م کے اختتام پر ایپی لکوس نے ایک صلحنامے پر دستخط کیئے تھے جو اسوقت تک برابر قائم رہے جب ایتھنز نے اموزگیس کو مدد دی (طوسی دیدش ۸، ۲۸) میں اپنی تاریخ مرتب کرتے وقت ان صنعت آمیز قیاسات کا لحاظ نہیں کر سکا +

اسکے بعد پلوٹارک اس تاریخی ابتری کو اور بھی زیادہ ابتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو اس صلحنامہ کا حقیقی باعث جنگ یوریمیدون تھی ورنہ کم از کم اسپر اس لڑائی کے بعد دستخط ہوئے ہوں گے + پلوٹارک کے یہ دونوں نظریئے خلاف قیاس ہیں - وہ خود ایک اور جنگ کا ذکر کرتا ہے جو کیمون نے ایران سے لڑی مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس عجیب وغریب صلحنامے کو کس فریق نے توڑا + اس سے یہ عیاں ہے کہ اس صلحنامے پر سنہ ۴۴۶ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں دستخط نہ ہوئے ہونگے سوال یہ ہے کہ آیا اسپر کسی زمانے میں بھی دستخط ہوئے ؟ کیا یہ قرارداد جنگ سلامس (قبرص) کے بعد ہوئی اور اسے کیمون کی طرف محض اسکے کارہائے نمایاں کے اقبال کے طور پر منسوب کیا گیا ؟ بلاشبہ ہمارے پاس اسبات کی شہادت موجود ہے کہ صلح کیلیئے ایتھنز بہت کوشاں تھا - پلوٹارک دیودورس کا ہمزباں ہوکر کہتا ہے کہ کالیاس اس صلحنامے کا بانی مبانی تھا اور ہیرودوتس کالیاس کی سوسا میں موجودگی تو بتاتا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کالیاس وہاں کس مقصد کیلیئے گیا تھا اور آیا وہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں بیشک پلوٹارک کا دعویٰ ہے اسکے علم میں صلحنامۂ مذکور کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام میں موجود تھا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ پلوٹارک کے اسناد غلطی پر ہوں یا جس دستاویز کو وہ صلحنامہ بتاتا ہے دراصل وہ کوئی ایتھنزی تجویز عوام ہو جسکی رو سے مملکت چند خاص شرائط پر شہنشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہوگئی ہو - بدیں وجوہ محض کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام سے کوئی ثبوت صلحنامۂ مذکور کے وجود کا نہیں ملتا + فی نفسہ خود اس صلحنامے کا وجود بھی دراصل خلاف قیاس ہے - اس سے قبل کوئی اور مثال اس طرز کے صلحنامے کی ہمکو نہیں ملتی اسلیئے کہ صلحنامہ انتالکداس ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان صلح نہ تھی بلکہ خود یونانیوں ہی کے درمیان ایک عہدنامہ، اور اسوقت ایران نے ایک برابر والی مملکت کی حیثیت سے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تھی بلکہ اسکے احکام کی نوعیت وہ ہی تھی جو ایک شہنشاہانہ مملکت کے احکام کی ہونی چاہیئے - یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۴۴۹ ق م میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ چند خاص خاص مواقع میں اپنی فوج نہ لے جائیگا مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کے وعدے وعید سے سوائے اسکے کہ ایران کی عزت میں بٹا آئے اور اسے کیا حاصل تھا ؟ ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کراتیرس کے قبضے میں کوئی نوشتہ صلحنامے کی صورت میں تھا تو یقیناً وہ جعلی تھا اور "صلحنامہ کیمون" یا "صلحنامہ کالیاس" کا سرے سے وجود ہی نہ تھا + بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ یقینی طور پہ کہا جاسکتا ہے کہ ان الفاظ سے جو صلحنامے کی طرف

منسوب کیئے جاتے ہیں سنہ ۴۷۹ ق م سے سنہ ۴۴۹ ق م تک کے ایران اور یونان کے حقیقی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس چالیس سال میں ایران نے ایشیائے کوچک کے ساحلی شہروں میں کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ بحیرۂ ایجئن میں اپنے جہاز روانہ کیئے اور دوسری جانب یونانی بھی ایران کے خلاف کسی قسم کے جھگڑے میں شریک نہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اس چہل سالہ دور کے واقعات اس سے قبل کی نصف صدی کے واقعات سے بالکل مختلف قسم کے ہیں + بدیں وجوہ اگر نام نہاد "صلحنامہ کیمون" سے یہ معنوی مفہوم سمجھا جائے کہ وہ ان کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے جو کیمون کے ذریعے سے ایتھنز کو ایران پر ہوئیں تو اسمیں چنداں ابہام نہیں۔ اور ممکن ہے کہ کالیاس ہی نے حکومت ایران سے یہ طے کیا ہو کہ دونوں مملکتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں اور اپنا دائرۂ اثر چند معین حدود کے اندر رکھنے پر قناعت کریں +

کیمون کی موت سے ایتھنز کا ایک عظیم الشان سپوت ضائع ہو گیا جو جبری ملکآرا دوست خوش خلق اور حقیقی معنے میں شریفانہ پسند تھا اور جو ضرورت کے وقت نہایت تندہی سے کام کرنے کا عادی تھا اور جب ضرورت رفع ہو جاتی تو اپنے لیئے تفریح کے سامان مہیا کرنے میں کوئی گریز نہ کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی عوام کی خوشنودی کے اسباب بھی اپنی جیب سے مہیا کرنے کیلیئے طیار رہتا تھا۔ اسکے باغات، اسکا دسترخوان، اسکی فصیل، یہ سب ہمیشہ غربا کیلیئے وقف تھے + یہ درست ہے کہ سیاسیات کے متعلق اسکی ذاتی رایوں سے ایتھنز کو شاید زیادہ نفع نہ پہنچتا۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فارقلیس کے عمیق تر دماغ نے ایتھنز کو کچھ زیادہ ترقی کے شاہراہ پر نہ ڈالا بلکہ شاید پہلے سے زیادہ ہی ابتری پیدا کر دی + ایتھنز کبھی اسقدر قوی نہ ہوا جتنا دورِ کیمون میں۔ یہ سچ ہے کہ ایتھنز کے اقتدار کا باعث صرف کیمون ہی نہ تھا اسلیئے کہ می لدوتیس بھی اسکا دور کا ایک فرد تھا + کیمون کی مثال سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے + اسکے عہد اور دورِ فارقلیس میں یہ فرق ہے کہ اسکے زمانے میں تو مملکت میں دیگر قابل افراد کیلیئے بھی جگہہ تھی درانحالیکہ فارقلیس نے اپنے تمام معصروں کو ماند کر دیا تھا + دونوں ایسے زمانے میں مرے جب ایتھنز معرض خطر میں تھا۔ فرق یہ تھا کہ کیمون کی موت کے وقت صرف فوج کو خطرہ تھا فارقلیس کی موت کے وقت خود شہر ایتھنز میں زوال آ رہا تھا + غرض تمام باتوں پر نظر کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کیمون خوش قسمت تھا، فارقلیس بدقسمت +

چودھواں باب

فارقلیس کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک

گو کیمون کی موت کے بعد ایتھنز تنہا فارقلیس کا دست نگر ہو گیا تھا مگر زمانۂ دراز تک اسے کیمون کے ایک ساتھی طوسی دیدش ولد ملے سیاس سے جنگ زرگری کرنی پڑی۔ ان دونوں میں اچھے تعلقات اسلئے ناممکن تھے کہ طوسی دیدش بھی فارقلیس کی طرح جمعیت عوام کی رہبری کرنا چاہتا تھا اور کیمون کیطرح اسکا میلان جنگ کی طرف نہ تھا[1]

ابتدا میں فارقلیس کو اپنی تمام تر توجہ خارجی معاملات کے طرف مبذول کرنی پڑی۔ اسی نے یہ تحریک کی تھی کہ کالیاس سوس بھیجا جاوے اور اس سفارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے تمام مطالبات حاصل ہو گئے اور شہر ایتھنز نہ صرف دور فارقلیس میں بلکہ کلیون اور نکیاس کے عہد میں بھی امن چین سے رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مدبر جسکا اصول یہ ہو کہ جنگ ایران کا خاتمہ ہو جائے اس سے زیادہ اپنے شہر کیلئے کچھ نہ کر سکتا تھا، اور یہ کہنا کہ "صلحنامۂ کیمون" فارقلیس کی ناکامیوں میں سے ایک تھا بالکل خلاف واقعہ ہے[2]۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کاشت فارقلیس درو کر رہا تھا

---

[1] پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۹۔ ۱۵) میں جن سیاسی اوصاف کا ذکر ہے وہ غالباً تھیوپومپس کے اختراع ہیں اور یہاں توجہ کے قابل نہیں۔ فارقلیس کی وہی تصویر وہاں پیش کی گئی ہے جو عام طور پر کھینچی جاتی ہے۔ یعنی ایک فارقلیس جو گویا فطرتاً اشراف پسند ہے (کرتیش ۲ ۶ تا ۲۰۴) جو سرا بنو ہی زینے کے ذریعے سے مقبول عوام ہو جاتا ہے اور جب اپنے مخالفوں کا خاتمہ کر دیتا ہے تو خود مصنوعی چہرہ اتار کر پھینک دیتا ہے اور شاہی طرز اختیار کر لیتا ہے۔ مگر یہ فارقلیس تاریخی فارقلیس نہیں ہے۔ وہ دراصل گویا عمومیت پسند ہی پیدا ہوا تھا اسنے اپنے گروہ کے اصولوں کی بلا غل وغش تکمیل کی اور کبھی اس ذمہ داری سے گریز نہیں کیا جو اس پر بحیثیت سرگروہ عوام عائد تھی۔ ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ان اصلاحات کو جنھیں عام طور پر سرکاری کہا جاتا ہے (مثلاً خدمت ملکی کا معاوضہ) دل سے منصفانہ نہ سمجھتا تھا اور اسکے اعمال کی بنا پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ حکومت عوام کا یکساں موید رہا ہے۔

[2] ڈنکر نے بالکل غلط فرض کر لیا ہے کہ فارقلیس کو یہاں ناکامی ہوئی (تاریخ قدیم جلد ۹ باب ۲)۔

اسکی تخم ریزی کیمون نے کی تھی یکیتیم پر ایتھنزیوں کو شکست مل چکی تھی، اور سلامس کی فتح ان کے لیئے
ویسی ہی کار آمد تھی جیسے تناگرا کی فتح اسپارٹیوں کے لیئے۔ اگر کیمون چند روز اور زندہ رہتا تو یقیناً
جنگ جاری رہتی، اگر یہ طرز عمل فارقلیش کے فطری میلان کے خلاف تھا اور وہ جنگ کو ایک
نیک مقصد کی تکمیل کیلیئے ایک بالکل غلط راستہ سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک خاص تدبیر سے ایتھنز کو
۱۸ ایک باسطوت مملکت بنادے، اور اسکے نزدیک ایران کے ساتھ مسلسل مناقشے اسکے قطعی منافی تھے
یہ بادی النظر میں عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت یونان حقیقی مشکلات میں
مبتلا ہوگیا۔ صورت حال ماقبل سے جسکو عام طور پر "صلحنامہ کیمون" کا لقب دیا گیا ہے ایتھنز کا روپیہ
اور اسکے بہت سے شہریوں کی جانیں بچ گئیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ یونان میں ایک
نہایت طاقتور مملکت بن جاتا۔ مگر حالات اسکے بالکل برعکس نظر آتے ہیں اسلیئے کہ اول پیلوپونیزیوں
نے ایتھنز پر حملہ کردیا اور سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ انھیں اس حملے میں گو نہ کامیابی بھی ہوئی۔
ان امور کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کیمون اب موجود نہیں تھا۔ اسکی شخصیت کا تعلقات
ایتھنز و پیلوپونیز پر دہرا اثر تھا، ایک تو وہ اسپارٹا سے دوستی رکھنا چاہتا تھا اور دوسرے
پیلوپونیزی اس بات سے واقف تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہایت قابل سپہ سالار ہے اور نہ صرف
وہ اسے اچھا آدمی سمجھتے تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اگر ایتھنز سے جنگ ہوئی تو کیمون ان کے لیئے
ایک تازیانے کا کام دیگا۔ اسکی موت کے بعد ایک طرف تو ایتھنز کے تعلقات اسپارٹا سے ویسے نہ رہے
جیسے پیشتر تھے اور اسپارٹی بھی اب اتنے خوفزدہ نہ رہے اسلیئے کہ نہ تو انھیں فارقلیس سے کسی قسم کی
امید تھی اور نہ وہ اسکی مہارت حربی سے ڈرتے تھے۔ اسپارٹا اور ایتھنز میں یوں تو آئے دن
جھگڑے پیدا ہونے کے موقعے رہتے ہی تھے، اسپارٹا کو علم تھا کہ کیمون کی موت کے بعد دونوں مملکتوں میں کبھی نہ کبھی
لڑائی ہونی ہے، وہ یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز کی عظیم الشان قوت کو توڑ دے اور اس عزم میں
وہ کامیاب ہوا۔

تنازعات کی ابتدا غالباً ۴۴۸ ق م میں ایک نہایت معمولی واقعے سے ہوئی۔ اسپارٹیوں
نے مذہبی حیثیت کی ایک مہم سر کی اور دیلفی کا بت خانہ فوکس کے باشندوں کے قبضے سے نکال کر
خود دیلفی کے باشندوں کے حوالے کیا۔ مگر انکی واپسی پر ایتھنزی آگئے اور پرانا انتظام عود کر آیا۔[۳۲]

[۳۲] طوسی دیدش۔ ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک: "فارقلیس۔ ۲۱۔ مجموعہ نوشتہائے قدیمہ۔ ۴، ۲۲ (ب)۔

مگر روز بروز معاملات الجھتے ہی گئے یہانتک کہ بالآخر صدائے جنگ بیوطیہ سے اٹھ گئی۔ بیوطیہ میں ایتھنزی فوج کی تعداد اسکے معاملات کی صحیح طور پر حفاظت کرنے کیلئے بالکل ناکافی تھی اور مختلف شہروں سے اتنے ایتھنزی نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اورخومینس اور خیرونیہ جیسے اہم مقامات پر بیوطیوں نے قبضہ کر لیا۔[1] آخر کار ایتھنزیوں نے تولمدیس کو مع ایکہزار ہوپلیتوں کے خیرونیہ بھیجا اور انھوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر واپسی میں انکی مڈبھیڑ خیرونیہ کے قریب اسی فوج کے ساتھ ہوئی جو مذکورہ بالا شہروں پر قابض ہو گئی تھی اور اپنے حریفوں کے مقابلے میں جنکے ساتھ لوکرس اور یوبیہ کے جلاوطن باشندے بھی تھے ایتھنزیوں کو شکست ہوئی۔ یوں بھی یہ شکست ایتھنز کیلئے ایک سخت زک تھی مگر چونکہ گرفتار شدہ شہریوں میں ایتھنز کے چند نہایت سربرآوردہ لوگ تھے اسلئے اسکا اثر اور بھی دلخراش ہوا۔ اور ان قیدیوں کی واپسی کے عوض ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بیوطیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ اسکے ساتھ ہی بیوطیہ کے ان باشندوں کو بیوطیہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی گئی جو ایتھنز کا دم بھرتے تھے۔

بیوطیوں کی اس حکمت عملی کی اس درخشاں کامیابی کے بعد اب ناٹک کا دوسرا منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یوبیہ اور بیوطیہ کے چند باشندوں نے ایتھنزی مملکت کیخلاف اسقدر کامیابی حاصل کر لی تھی کہ اب اسپر ایک عظیم الشان حملے کی طیاریاں ہونے لگیں اور سب سے پہلے تو یوبیہ نے بغاوت کر دی۔ یوبیہ کی بغاوت نے ایتھنز کے پہلو میں نشتر کا کام دیا اور ایک لشکر کو لیکر خود فارقلیس بغاوت فرو کرنے کیلئے اٹھا۔ مگر وہ یوبیہ پہنچا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ میگارہ بھی آمادۂ بغاوت ہو گیا ہے اور سوائے نسائیہ کے باقی تمام میگاری شہروں نے ایتھنزی نکال دئے گئے ہیں اور کارنتھی، سکیونی اور اپی ڈوری باغیوں کے مددومعاون ہیں۔ ان تمام خبروں کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیلوپونیزی بڑے زور و شور سے اٹیکا کے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان واقعات کا علم ہوتے ہی فارقلیس ایتھنز واپس آیا مگر پیلوپونیزی اسپارٹا کے بادشاہ پلستوناکس ولد پوسانیاس میدان تھریاسی پر جو ایلیوسس کے قریب ہے قابض

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۱۳۔ طوسی دیدش ۴، ۷، سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۴۴۷ ق م میں اتنی شہروں نے ایتھنز سے الحاق کی خواہش ظاہر کی۔ شاید دونوں فریقوں میں توازن ہوگا اور دونوں میں آسانی سے حکومت میں انقلاب پیدا کر دینے کی قابلیت ہوگی۔

ہو چکا تھا اور گو بالفعل فارقلیس نے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اسکے واپس آتے ہی پیلو پونیزی فوج اسپارٹا واپس چلی گئی + یہ خطرہ رفع ہوتے ہی فارقلیس یوبیہ جانے کیلئے تیار ہو گیا اور وہاں پہنچتے ہی اسنے بغاوت فرو کر دی فارقلیس نے سوائے ہستائیہ کے یوبیہ کے شہروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مگر ہستائیہ کے باشندے جلاوطن کر دیئے گئے اونکی اراضی اتھنز کی ہجرت کرنے والوں میں تقسیم کر دی گئی اور شہر کا نام بدل کر اوریوس رکھ دیا گیا[۵] + طوسی دیدیش لکھتا ہے کہ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد سنہ ۴۴۵ ق م میں اتھنزیوں، لاکے دیمونیوں اور انکے حلفا کے درمیان تیس سال کیلئے صلح ہو گئی اور اتھنز نسائیہ، پیگاسے، ترو زین اور اکائیہ سے دست بردار ہو گیا +

۱۸۱ طوسی دیدیش کی کتاب میں جس سے مذکورہ بالا بیان اخذ کیا گیا ہے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو قابل غور ہیں + یوبیہ اور میگارہ کی بغاوتوں، بیوطیہ کے ہاتھوں شکست اور پیلو پونیزی حملہ اٹیکا کے باعث اتھنزی نہایت سخت شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بیوطیہ اور میگارہ کے ملک ایک حصہ ارگوسی آکتے اور اکائیہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں + گو عام حالات میں واقعات مذکورہ بالا کیوجہ سے بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی مگر سوائے بیوطیوں اور میگاریوں کے باقی کوئی مملکت اس تبدیلی سے کلیتہً خوش نہ تھی۔ اور اسپارٹا میں تو اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ شاہ پلیئیس توانا کس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسنے فارقلیس سے رشوت لے لی ہے اور وہ بالآخر اسپارٹا چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا + اسکے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پلیئیس توانا کس ضرور اپنی ہی ذمہ داری پر اسپارٹا سے واپس آیا ہوگا ورنہ اگر ایفوروں کی ہدایت سے واپس آیا ہوتا تو اسپر یکہ یہ الزام عائد نہ کیا جاتا۔ بہر نوع کم از کم رشوت ستانی کا قطعی ثبوت نہیں ہے + باوجود اظہار ناراضی کہ اسپارٹی فوج ایک بادشاہ کی سرکردگی میں اٹیکا گئی اور یوبیہ کو مدد دینے کے بغیر جیسے خود اسپارٹا نے

---

[۵] خالکس کے ساتھ جو عہد نامہ ہوا اسکے اجزا اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے لئے "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۴، ۲۷ (الف) اور ڈٹن برگر - ۱۰ دیکھنا چاہیئے + جو برتاؤ ہستائیہ کے ساتھ کیا گیا وہ خالکس سے سخت تھا (پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۳) + بیوسولٹ (۲، ۵۵۵) کے نزدیک صلحنامے پر جو طوسی دیدیش ۱، ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے، موسم سرما سنہ ۴۴۶ ق م میں دستخط ہوئے تھے +

بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلہ ذیل ہے۔

لاکے دیمونی مہم فوکس سنہ ۴۴۷ ق م (۲، ۵۴۵) جنگ کورونیہ - سنہ ۴۴۶ ق م - (۲، ۵۴۶) +

بغاوت پر آمادہ کیا تھا واپس چلی آئی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی اپنی کامیابی پر کلیتہً غیر مطمئن نہ تھے ورنہ وہ شرائط صلح ماننے کیلئے طیار نہ ہو جاتے۔ اصل میں انکا کفارہ بیچارے یوبیہ نے ادا کر دیا تھا۔ اور گو پلیسٹوانا کس کی تیزی اور مستعدی سے ممکن ہے کہ اسپارٹی فوج کو زیادہ کامیابی ہوتی مگر اسوقت بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے ناکامی ہوئی ہو۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے خلاف بغاوتیں عمدگی سے طیار کی گئی تھیں اور انھیں نہایت خوبصورتی سے انجام کو پہنچایا گیا تھا +

فارقلیس کو اپنے فوجی جوہر دکھانے کا تو موقع ہی نہیں ملا مگر اسنے اپنی مدبری کی ایک عمدہ مثال قائم کر دی اور ایتھنز کا یوبیہ پر قبضہ اسکی ہی گفت وشنود کیوجہ سے باقی رہا + یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اس بغاوت سے پیشتر اپنا فرض بحیثیت حاکم ایتھنز پورا کیا یا نہیں۔ کم از کم ایتھنز کو ایسا انتظام کرنا چاہیئے تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے اس پر زور نہ پڑے۔ دوسرے قرین قیاس صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اب ایتھنز کو اپنی قوت برقرار رکھنا اپنی اختیار سے باہر ہو گیا تھا اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ بالفعل تو ایتھنز کو فارقلیس نے ایک شدید مصیبت سے اپنے تدبر کو کام میں لاکر نجات دی، اگر یہ آئندہ کیلئے کوئی ضمانت نہ تھی اسلئے کہ اسپارٹا کو نیچا دکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ایتھنز اپنے فوجی جاہ وحشمت کے بالاعلان نمائش کرے +

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر بجائے پلیس توانا کس کے ایتھنزی کمان ایک پراسی ڈاس کے پاس ہوتی جو ضرورت کے وقت الیفوروں کو اپنا ہم خیال بنائے رکھتا تو ایتھنز کو ان پیچیدگیوں سے اتنی آسانی کیساتھ نجات نہ مل جاتی ۱ +

۱ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صلحنامے نے ایتھنز کو پیشتر سے زیادہ طاقتور کر دیا + اب اسکے پاس اندرون ملک میں کوئی مقبوضہ باقی نہ رہا تھا اور اسطرح اسے اس قسم کے مشکلات سے نجات مل گئی جنکا اس باب میں ذکر ہے یہ بجائے اسکے اب وہ ایک محض بحری مملکت رہ گیا تھا اور اب اگر اسپر کوئی دیگر مملکت حملہ آور ہوتی تو اسے صرف دارالصدر کو محفوظ رکھنا کافی تھا اسلیئے کہ سمندر پر اسکا بیڑا ناممکن التسخیر تھا اور ہار کر غنیم کو ایتھنز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑتا + افسوس ہے کہ گو فارقلیس نے جنگ پیلوپونیز کے ابتدا ہی میں اسکا اظہار کر دیا تھا مگر اسے اکثر لوگ بالکل بھول جاتے ہیں + یہ بھی باافسوس کا مقام ہے کہ خود شکست کی وجہ سے ایتھنز کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ اب اس کا کسی کو خوف نہ رہا تھا اور وہ زمانہ جلد آنیوالا تھا کہ ایتھنز کی بحری سیادت پر بھی اعتراض کیا جائیگا + زمانہ مابعد میں وینس نے بھی اپنے بری مقبوضات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اسلیئے کہ صرف ان ہی مقبوضات کی وجہ سے

نوٹ

حال میں فارقلیس اور اسکے دور کا مفصلۂ ذیل کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے:-

(۱) اونکن: "ایتھنز و یونان"۔ دو جلد۔ لائپزگ ۱۸۶۵-۶۶ء۔ (جلد ۲)+

(۲) فلیول: "تاریخ دور فارقلیس"۔ ۲ جلد پیرس ۱۸۶۳ء، جرمن ترجمہ دیوہلر۔ لائپزگ ۱۸۶۴ء

(۳) کوکس: "تاریخ یونان"۔ ۲ جلد۔ لندن۔ ۱۸۷۴ء+

(۴) ڈالوئڈ: "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ لندن۔ ۱۸۷۵ء+

(۵) اشمڈٹ: "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ ییلنا۔ ۱۸۷۷-۷۹ء+

(۶) فون ولاموو تز میولینڈورف: "شہنشاہی اٹیکا" اسکی "فلسفیانہ تحقیقات" جلد ۱ میں+

(۷) ڈنکر: "تاریخ قدیم" جلد ۹+

(۸) ایگل ہاف: "تجزیۂ تاریخ"۔ شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء+

(۹) اکرتیس: "تاریخ یونان"۔ جلد ۲+

ان کتابوں کے سوائے شمڈٹ کے "دور فارقلیس" میں فہرست کتب دیکھنی چاہیئے+

ا؎ ایسے معاملات میں دخل اندازی کرنی پڑی جنسے وہ علیحدہ رہ سکتا تھا+

اسکے لیے مفصلہ ذیل کتاب دیکھی جائے:-

ھ؎ ڈیلبرک: "اصول جنگ فارقلیس کا حال اور اسکا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے" پروشیوی کتب سالانہ جلد ۴۷ حصہ ۳ و ۴+

١٨٧

پندرھواں باب

فارقلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک

فارقلیس پر غالباً یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اسمیں جلیت پھرت اور تیزی نہیں ہے۔ اور وہ زمانہ بعید نہ تھا کہ اس کمی کا اثر اسکی زندگی پر پڑے۔ اشرافی گروہ ہمیشہ اسکی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اور اسنے اکروپولس کے تعمیرات کو خاص طور پر ہدف ملامت بنا لیا تھا۔ گو فارقلیس نے طوسی دیدش کا اخراج غالباً ۴۴۵ ق م میں صلحنامے کی قرارداد کے وقت کرایا تھا اور اس اخراج سے اس نے اشرافیوں کی کمر توڑ دی مگر اسے اسپر بھی بہت ہی کم آرام لینا نصیب ہوا[1]۔ ایک تو ان ریاستوں کی فہرست سے جو خراج ادا کرتی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل ۴۴۳ ق م ہی پچیس تیس شہر سلطنت ایتھنز سے علیحدہ ہو گئے تھے اور خراج کی مقدار ۴۳۴ تالنت کے بجائے (جسکا تخمینہ کیا گیا تھا) صرف ۴۰۰ تالنت رہ گئی تھی[2]۔ اسکے سوائے ایونیا کی صورت حال سے گونہ تفکر پیدا ہو گیا تھا اسلیئے کہ طوسی دیدش کے بیان کے مطابق تیس سال کے صلحنامے سے چھٹے برس ساموس اور ملطہ کے مابین پری اینے کی بابت ایک جھگڑا پیدا ہو گیا جس سے خود ایتھنز کو بھی تعلق تھا اور

---

[1] طوسی دیدش کے اخراج کیلیئے پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۱۴ و ۱۶ دیکھنی چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد فارقلیس پندرہ سال تک یعنی غالباً ۴۴۳ ق م سے ۴۲۹ ق م تک استراتیگوس یا سپہ سالار تھا۔ بوسولٹ ڈنکر اور مسٹر بیوٹنگ کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واقعہ "بہار ۴۴۳ ق م" میں پیش آیا ہوگا۔ ڈنکر کے بیان (جلد ۹، باب ۸، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخوں نے تاریخ یونان میں ایسے واقعات کے متعلق اپنے قیاسات چسپاں کر دیئے ہیں جنکے حقیقی حالات سے ہم قطعی آگاہی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے حالات میں وہ کچھ ایسا افسوں پھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اسمیں چند ذاتی تخیلات بھی موجود ہیں جب ہم کرتیس (۲، ۱۸۶) میں یہ پڑھتے ہیں کہ پہلے تو شرفائی گروہ نے اخراج کی کل فارقلیس کے خلاف چلانی چاہی اور پھر اسے طوسی دیدش کیطرف موڑ دیا جو انہی میں سے ایک تھا تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظریئے کی بنیاد گروٹ کی ایک رائے ہے لوریس (۲، ۶۴۲)

[2] بوسولٹ ۲، ۵۵۴۔

جسکی وجہ سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[۱] اس لڑائی سے نہ صرف فارقلیس کے طرزِ عمل کے اچھے اور برے پہلو عیاں ہوگئے بلکہ اس سے وہ بےچینی ظاہر ہوگئی جو اس زمانے میں ایشیائے کوچک کے حلفائے اتیھنز میں پھیلی ہوئی تھی۔ چند نوشتوں کے اجزا اسوقت تک موجود ہیں اور اگر انکی تاویل میں غلطی نہیں ہوئی اور اگر انکا سلسلہ ان روایات سے صحیح طور پر مل جاتا ہے جو قدما سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم لامحالا اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس بےچینی کے آثار اس دور سے قبل ہی موجود تھے۔

جو مضمون مملکت اتیھنز کے متعلق زینوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں یہ دکھانے کیلیئے کہ اتیھنز کی عمومیت نے حلیف ریاستوں کی اشرافی حکومتوں کا ساتھ دینے یا انکے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے میں عقلمندی نہیں کی، ملطہ کے اعیان کے ہاتھوں وہاں کی جمہوریہ کی بربادی کا حال لکھا ہے۔ سنہ ۴۵۰ ق م یا سنہ ۴۴۹ ق م کے ایک کتبے کا ٹکڑا اسوقت تک موجود ہے جسمیں اتیھنز اور ملطہ کے آپس کے تعلقات کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملطہ کے باشندوں نے یہ منظور کرلیا تھا کہ وہاں ایک اتیھنزی لشکر رہے[۲] اس امر سے کہ گو ملطہ اتیھنز کا حلیف تھا موخر الذکر کو اس قسم کے انتظام کی ضرورت پیش آئی یہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوئی ہوگی جس سے امن عامہ میں فرق آگیا ہو، اور کیا عجب ہے کہ اسکے باعث وہی واقعات ہوں جنکا فقرہ مفصلۂ بالا میں ذکر ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ ملطہ میں سنہ ۴۵۰ ق م سے پہلے اشراف اتیھنز کے زیر سایہ حکومت کرتے تھے۔ اور جب انھوں نے ایرانی صوبہ داروں کی مدد سے

---

[۱] جنگ ساموس کے متعلق پفلگ ہارٹنگ کی کتاب "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" (اشٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء) دیکھنی چاہیئے۔
اسکے متعلق اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:—

تھوسی دیدیس ۔ ۱۱۵ ۔ ۱۱۷۔

دیودورس ۱۲، ۲۷، ۲۸ (خاص قسم کے معلومات کیلیئے)۔

پلوٹارک، "حیات فارقلیس" ۲۵ - ۲۸۔

دیودورس غالبًا الیفورس کا تتبع کرتا ہے اور پلوٹارک نے اسکے ساتھ ہی دوریس باشندۂ ساموس سے واقعات اخذ کیے ہیں۔

[۲] "جمہوریہ اتیھنز" ۳، ۱۱۔

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۔ ۴، ۲۲ (الف) (ملطہ)

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۹ - ۱۱۔ (ایریتھرائے)۔

وہاں کے عموم کو شکست دیدی تو اس جذبے کو ایتھنزیوں نے دبادیا اور ملطہ میں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کردی + عہدنامۂ ملطہ سے بھی اچھی حالت میں وہ عہدنامہ ہے جو ایتھنز اور ایریتھرائے کے درمیان ہوا تھا۔ اس عہدنامے میں اس برتاؤ کا ذکر ہے جو ان باشندگان ایریتھرائے کے ساتھ ہونا چاہئے جنھوں نے جاکر ایران میں پناہ لی تھی + ان دونوں مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایونیا میں اسوقت تک ایسے لوگ موجود تھے جنکے ایران کیساتھ گہرے تعلقات تھے +

طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ ملطہ اور ساموس کے آپس کے تنازعے میں ملطہ کو شکست ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے ایتھنز سے آکر ساموسیوں کی شکایت کی۔ اسیطرح چند ساموسیوں نے جو عمومیت پسند تھے اپنے جزیرے کی اشرافی حکومت کے خلاف آواز بلند کی، اسپر ایتھنزیوں نے چالیس جہاز طیار کرا کے اپنی فوج ساموس بھیجدی اور وہاں کی موجودہ حکومت ہٹاکر عمومیت قائم کردی۔ ایتھنزیوں نے اپنا ایک لشکر ساموس چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ پچاس لڑکے اور پچاس مرد بطور یرغمال کے لیکر لیمنوس آگئے + بہرحال یہ تمام کارروائیاں قطعی بے سود ثابت ہوئیں چند ساموسی ارض براعظم بھاگ گئے تھے۔ اور وہاں ایرانی صوبہ دار سارد پسوتھینس ولد ہیسنا سپیس سے مدد لیکر اور سات سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لے راتوں رات ساموس آگئے، اسکے بعد انھوں نے جزیرے کی اشرافیہ پلٹ دی اور ایتھنزی سپاہی گرفتار کرکے پسوتھینس کے حوالے کیا اور لیمنوس کے یرغمال کو کسی ترکیب سے رہا کرا کر اور ملطہ کے خلاف طیاریاں شروع کردیں عین اسی زمانے میں بیزنطہ ایتھنز سے باغی ہوگیا +

بیان مندرجۂ بالا میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں، اول تو لیگ کی کوئی باضابطہ تنظیم نہیں ہے اور دو حلیف ریاستیں ایک تیسری ریاست پر ٹیے فی کے واسطے باہم گرجنگ آزما ہیں۔ ایتھنز محض ایک فریق کی شکایت پر بلا کسی قسم کی پیشگی اطلاع دیئے ہوئے ایک حلیف ریاست پر حملہ کرا دیتے ہیں + اسمیں شبہ نہیں کہ ایسے طرز عمل کے بغیر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتے تھے اسلیئے کہ نہ تو وہ دونوں حریفوں کی جنگ روک سکتے تھے اور نہ انھیں ساموس کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی قسم کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملطہ کی حکومت اشراف ایتھنز کے خلاف تھی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ایتھنزیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۱۳ + (کولوفون) +

کیواسطے یہ ضروری تھا کہ وہ اسقدر تیزی سے اپنی قوت وسطوت کا مظاہرہ کریں کہ ملطیوں کو اس کا علم بھی ہوسکے۔ متقدمین کی رائے تھی کہ ملطی عورت اسپازیہ کی ترغیب سے فارقلیس نے ساموس کیساتھ جنگ چھیڑ دی، خواہ یہ سچ ہو یا نہ ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپازیہ کے کہنے سے وہ اپنے ساموسی طرزعمل پہ پہلے سے زیادہ جم گیا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فوائد اسے اس مداخلت سے حاصل ہوئے تھے اونکو وہ برقرار رکھ سکتا تھا یا نہیں؟ یرغمال اپنے قبضے میں کرنے سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا، مگر انکو غیر محفوظ مقام پر رکھنا صریح حماقت تھی۔ اسی طرح سے ساموس میں لشکر ضرور چھوڑنا چاہیئے تھا، مگر اس لشکر کو ہمیشہ ہوشیار رہنا از بس ضروری تھا۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ خود فارقلیس فوجی معاملات سے قطعی نابلد تھا اور اسکے عہد میں فوجی معاملات کماحقہ تگ و دو کیسات طے نہیں ہو سکتے تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت یا د مخالف سے بچ ہی نہیں سکتی تھی، اور یوبیہ، میگارہ، ساموس اور لیمنوس میں گھبرا جانا محض چند افسوسناک اور ناگزیر واقعات کیطرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اسکے ساتھ ہی یہ ایتھنز کیلیئے باعث فخر ہے کہ ساموس کے سوا منجملہ باقی حلیفوں کے صرف بیزنطہ نے ہی بغاوت کی۔ یہ شہر فی نفسہ ایتھنز کا وفادار تھا اسلیئے وہاں ممکن ہے کہ اندرونی سازشیں متواتر کام کر رہی ہوں۔ اس امر سے کہ سوائے بیزنطہ کے، دیگر شہروں نے بغاوت نہیں کی یہ عیاں ہے کہ ایتھنز اپنے ماتحت حلیفوں پر ظالمانہ طرز بند نہ کرتا تھا اور عام طور پر خود مختار شہروں کی طرف سے آنکھ کھول کر خبردار رہتا تھا۔

ساموس اور بیزنطہ کی بغاوتوں کے بعد ایتھنز کی قوت پھر عود کر آئی اور جہانتک ہم کو علم ہے وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہوگیا۔ خود فارقلیس ایتھنز سے ساٹھ جہاز لیکر ساموس چلا۔ مگر راستے میں اسنے سولہ جہاز علیحدہ کر دیئے تاکہ لیسبوس اور خیوس سے امداد آسکے اور ساتھ ہی فنیقی بیڑے کی اچھی طرح سے مدافعت ہو سکے جسکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا[۵]۔ باقی چوالیس جہازوں کو لیکر اسنے ساموس پر حملہ کر دیا۔ گو ساموسیوں کے پاس پچپن[۵] جنگی اور بیس[۲] بار برداری کے جہاز تھے مگر خلیج لاٹمیا کے دہانے پر جزیرۂ ترا گیا کے قریب ساموسیوں کو ہی شکست ہوئی[۶] اب

[۵] اسوقت تک سنہ ۴۴۱ھ کے سپہ سالاروں کی فہرست موجود ہے جنمیں ایک سوفوکلیس بھی تھا۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۲۹۰ دیکھنا چاہیئے۔

[۶] ترا گیا کے موقع کیلیئے فون پفلگ ہارٹنگ ۱، ۱، صفحہ ۱۲۴ وغیرہ دیکھنا چاہیئے۔ اس لڑائی کے

ایتھنزیوں کے پاس کمک بھی پہنچ گئی جسمیں چالیس جہاز تو خود ایتھنز کے تھے اور خیوس اور لیسبوس سے پچیس[۱۵] جہاز آئے تھے، ایتھنزی ان جہازوں کے ملاحوں کو لیکر جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور شہر ساموس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب فارقلیس نے سنا کہ فنیقی بیڑہ آرہا ہے اور ساموسی استیساغورث پانچ جہاز لیکر انکے استقبال کو گیا ہے تو اسنے محاصرہ اٹھالیا اور ساٹھ جہازوں کو لیکر جنوب کیطرف چلدیا۔ گویا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان چالیس جہازوں میں جو کمک کے طور پر آئے تھے وہ سولہ جہاز بھی شامل تھے جو ابتدا میں فارقلیس نے علیحدہ کر دیئے تھے تو ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کے جہازوں کی تعداد جو جزیرہ ساموس کے مقابل پڑے ہوئے تھے صرف انچاس رہجاتی ہے۔ اب ان باقیماندہ جہازوں نے مورچہ بندی کر کے اپنی جائے قیام لنگرگاہ کو مضبوط کر لیا۔ دوسری جانب ہکو ارسطاطالیس کے اقتباس سے جو پلوٹارک میں دیا ہوا ہے پتہ چلتا ہے کہ ساموسیوں کا رہبر ایک شخص ملیسوس تھا جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ہی فلسفی بھی تھا۔ ساموسیوں نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا پہلے تو انھوں نے ان جہازوں کو تباہ کیا جو باقیماندہ جہازوں کی حفاظت کیلیئے کھڑے کیئے گئے تھے اور پھر ان جہازوں کو جو مورچہ بندی کے حدود سے باہر نکلے شکست دیکر بندر کے گذرگاہ کو بالکل صاف کر دیا۔ مگر اس موقع پر جہاں ایتھنزی جہاز پڑے ہوئے تھے کوئی حملہ نہیں کیا۔ یہ حالت متواتر چودہ روز تک جاری رہی اور اس دوران میں ساموسی برابر اپنے شہر میں سامان رسد بھیجتے رہے۔

فارقلیس جو ایتھنزیوں کو ساموس چھوڑ کر کاونش اور کاریہ چلا گیا تھا اب واپس گیا اسکا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا کہ راستے میں اسے فنیقی بیڑا ملا یا نہیں۔ یا تو اس نواح میں اس بیڑے کا وجود ہی نہ ہوگا ورنہ اسنے اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی جرأت نہ کی ہوگی۔ اسکے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فنیقی بیڑہ موجود تو ہو مگر فارقلیس سے خوفزدہ ہو کر بغیر جنگ آزمائی کیئے ہوئے واپس چلا گیا ہو یا جیسے تھیمستوکلس کے حملے کے زمانے میں فارقلیس نے اپنے تدبر کے جوہر دکھلائے تھے اسی طرح سے ایک بحری مظاہرے کے بعد اسنے غنیم سے گفت وشنود شروع کر دی ہو۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ فنیقی امیر البحر اس خبر کا منتظر ہو کہ ساموسیوں نے ایتھنزی باقیماندہ جہازوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے شکست فاش دیدی ہے تاکہ وہ عین وقت نازک پہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نتیجے کے متعلق طوسی دیدیس اور افوروس کی تو یہ رائے ہے کہ اسمیں ایتھنزیوں کو فتح ہوئی مگر بعض دیگر مورخین جیسے ارسطاطالیس بھی ہے (پلوٹارک فارقلیس ۲۲) کہتے ہیں کہ اسمیں ساموسی سپہ سالار ملیسوس کو ہی فتح ہوئی

آموجود ہوا اور دوسروں کی محنت کا پھل اپنے آقا شہنشاہ ایران کیلیئے حاصل کرلے ۔ یا یہ کہ یہ تمام قصہ دراصل ساموسیوں کی ایک چال تھی تاکہ ایتھنزی بیڑے کا ایک بیشتر حصہ فنیقیوں کے آنے کی غلط خبر سنکر انکے تعاقب میں چلا جائے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہی انکا مطمح نظر تھا تو گو وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگئے مگر ایسی صورت میں انکو ایک زبردست شکست ایتھنزیوں کو دینا لازم تھا اور اسکی ناکامی کی صورت میں یہ تفرّج ساموسیوں کیلیئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوا[ا]۔

فارقلیس نے ایک عظیم الشان بیڑا جسکا ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ثانی ملنا محال ہے مجتمع کیا اور سمندر کی جانب سے شہر کی ناکہ بندی کردی اس بیڑے میں چالیس جہاز طوسی دیدش ہاگنون اور فورمیون کی سرکردگی میں، بیس تلے پولیموس اور انتکلیس کی ماتحتی میں اور تیس جہاز خیوس اور لیسبوس کے تھے اور ان سب جہازوں کی مجموعی تعداد نوّے (۹۰) تھی ۔ ان کے سوا ۱۰۹ جہاز ساموس میں پیشتر سے موجود تھے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان میں سے چند ضائع ہوگئے پھر بھی اسوقت کم از کم ایک سو اسّی ایتھنزی جہاز ساموس کے مقابلے کیلیئے موجود ہونگے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ نہ صرف ساموسی بھی اس عظیم الشان نمائش سے لرز گئے ہونگے بلکہ اس سے تمام بلاد یونان میں حرکت پیدا ہوگئی ہوگی۔ ساموسیوں نے ایک آخری مرتبہ کوشش کی کہ سمندر پر اپنا اقتدار پہلے کیطرح سے قائم رکھیں مگر ایتھنزیوں کی کثرت اور قابلیت کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے اور بالآخر انکو اپنی فصیل کی حفاظت پر ہی قناعت کرنی پڑی۔ اب ساموس کی فصیلیں پولیکراتیس کے زمانے سے نہایت مستحکم کردی گئی تھیں اور گو ایتھنزیوں کو محاصروں میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر ان استحکامات کی تسخیر کوئی آسان کام نہ تھا ۔ بہرحال اس مرتبہ انھوں نے اپنی قابلیت اور کمال کے لاثانی جوہر دکھائے ۔ دیودورس کا بیان ہے کہ کلازومینے کے انجنیر ارتیمون نے مختلف قسم کے آلات حیل جنسے محاصرے میں آسانی پیدا ہو مثلاً منجنیق، سقف نما اور دیگر آلات طیار کیئے تھے۔

ا۔ یہ بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ درحقیقت ایک ایرانی بیڑا روبراہ ہو مگر فارقلیس نے اس کے امیر البحر کو پہلے صلحنامہ کالیاس یاد دلایا مگر اس کا جواب ملا کہ اس صلحنامے پر باضابطہ دستخط ثبت نہ ہوئے تھے ۔ اسکے بعد فارقلیس نے اس سے پہلے کے ایک اقرارنامے کا تذکرہ کیا ہو جو شہنشاہ اور کالیاس کے درمیان ہوا تھا اور اسکے ساتھ ہی اپنے بیڑے کی قوت اور جبروت کی طرف اشارہ کیا ہو جو کسی صورت میں حقیر نہ تھا۔ قصہ مختصر آخرکار فارقلیس نے ایرانی امیر البحر کو واپسی پر آمادہ کردیا۔

اور غالباً انہی سے مرعوب ہو کر شہر والوں نے اپنے ہتھیار ڈال دئیے[8]۔ بغاوت کو اب نو مہینے گذر چکے تھے مگر اب بھی ساموس میں یہ قدرت تھی کہ وہ برابر مقابلہ کئیے جائیں۔ اس موقع پر دو اموبہ ایتھنزیوں کے ممد و معاون ہوئے۔ ساموسیوں کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی بیرونی کمک نہ پہنچی تو وہ کسی نہ کسی روز ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہو جائینگے اور دوسرے جو شرائط فارقلیس نے پیش کئیے وہ نہایت نرم تھے۔ ساموسیوں کو ہدایت کیگئی کہ وہ اپنے استحکامات مسمار کر دیں، یرغمال ایتھنز کے حوالے کریں، ایتھنزیوں کو خرچہ جنگ بالاقساط حوالے کریں اور اپنے تمام جہاز ایتھنز کے حوالے کر دیں[9]۔ یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ ساموس اپنا دستور تبدیل کر دے یا عمومیت قائم کر دے اور ممکن ہے کہ بہت سے ساموسیوں نے اس شرط کو سن کر مزید مداخلت کا خیال ترک کر دیا ہو۔ غرض یہ ہے کہ ان شرائط سے ساموس ایتھنزی لیگ کا ایک ماتحت رکن بن گیا۔

خود ایتھنز کیلئیے بھی یہ بہتر تھا کہ بغاوت جلد فرو کر دیجائے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ بیزنطہ کیطرح دوسرے حلیف شہر بھی باغی ہو جاتے یا پیلوپونیز بھی ایتھنز کے خلاف شریک جنگ ہو جاتا بلکہ پیلوپونیزی سینات میں تو اس امر پر بحث بھی ہوئی کہ ساموس کو امداد دیجائے یا نہیں[10]۔ اور زمانہ مابعد میں کورنتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ در اصل ان ہی نے پیلوپونیزیوں کو ایتھنز کے خلاف

---

[8] فریقین کے تلخ تعلقات کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایتھنزیوں نے ساموسی قیدیوں کے جسم پر ایک الو کی تصویر اور ساموسیوں نے ایتھنزی قیدیوں کے جسم پر ایک ساموسی کشتی کی تصویر داغی۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۷۵۹ دیکھا جائے پلوٹارک (فارقلیس ۲۶) کہتا ہے کہ ایتھنزیوں نے بھی ساموسی کشتی کا نشان لگایا تھا مگر یہ قرین قیاس نہیں۔

[9] شرائط صلح کی تفصیل کیلئیے ڈنکر ۹، ۲۱۱ وغیرہ اور بوسولٹ ۲، ۱۰۰۰ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ میں اس رقم کا بھی تذکرہ ہے جو ایتھنز نے جنگ ساموس میں خرچ کیں۔ انکی تعداد ان ۱۲۰۰ تالنت سے زیادہ ہو گی جو ایتھنز نے دیبی کے خزانے سے لیئے۔ اسمیں بوسولٹ بقایا خراج کے ۲۰۰ تالنت کا اضافہ کرتا ہے۔

[10] طوسی دیدس ۱، ۴۰ و ۴۱۔ اس جنگ سے لیگ کے اندرونی تعلقات پر بہت اثر پڑا اور اسکے بعد کاریہ کے حلیف شہروں کی تعداد میں اسقدر کمی ہو گئی کہ اس ضلع کا ایونیہ کے ساتھ الحاق کر دیا گیا اور ۴۳۹ ق م میں ایتھنز نے ہر شہر کے خراج کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ (بوسولٹ ۲، ۶۰۲)۔ سی سالہ امن کے بعد

ہتھیار اٹھانے سے یہ دلیل پیش کر کے باز رکھا کہ ہر ایک مملکت کو یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ کسی حلیف ماتحت کی بغاوت کو بزور شمشیر فرو کردے۔ بہرحال غالباً یہ سب کچھ محض شیخی ہی شیخی تھی اصل میں پیلوپونیزی بیٹھے دیکھتے رہے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایتھنزی جنگی طیاریاں ایک وسیع پیمانہ پر تھیں، ساموس کی تسخیر میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور پیلوپونیزیوں نے یہ خیال کیا کہ اگر انھوں نے ایسے وقت میں لڑائی چھیڑ دی تو وہ نہ صرف ہدف مضحکہ بنیں گے بلکہ معرض خطر میں پڑ جائینگے اور انھوں نے یہ طے کر لیا کہ ایتھنز پر اسی وقت کامیاب حملہ ہو سکتا ہے جب ساموس عرصۂ دراز تک متواتر مدافعت کرتا رہے۔ پہلے کیطرح اس مرتبہ بھی پیلوپونیزیوں سے علیحدگی ہی بہتر سمجھی اور منصوبے باندھنے شروع کیئے۔ اگر کورنتھیوں نے واقعی امن کی صلاح دی ہو گی تو صرف اسوجہ سے کہ انسے اور ایتھنزیوں سے کسی قسم کی پرخاش نہ تھی اور جب تک ایتھنز نے دیار مغربی میں دست اندازی نہ شروع کر دی اسوقت تک دونوں کے تعلقات اچھے ہی رہے۔

یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز نے اپنی فتح کا بیجا استعمال کیا اسلیئے کہ جو شرائط اس نے ساموس پر عائد کیئے ان سے زیادہ نرم شرائط ناممکن تھے۔ اول تو تدبیر اور پیش بینی کا تقاضا ہی یہ تھا اور پھر اس زمانے میں فارقلیس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے بھی ترقی برتی گئی۔ فارقلیس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی اس قسم کے مظالم کا مرتکب نہیں ہوا جیسے اسکے بعد باشندگان متی لنہ سکیونے اور میلوس کے ساتھ سرزد ہوئے۔

جو ایتھنزی جنگ میں مارے گئے تھے انکے لیئے رواج کے مطابق پبلک جنازے کا انتظام کیا گیا اور اسمیں فارقلیس کو خطبۂ عام پڑھنا پڑا جو نہایت پسند کیا گیا اور چونکہ اسی جنگ میں وہی ایتھنزیوں کا رہبر تھا اسلیئے عورتوں نے اسے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مگر اس موقع پر بھی ایلپی نکی نے جو کیمون کی بہن تھی اسے مطعون کیا کہ اسنے خود یونانیوں ہی کو شکست دی، اسکے بھائی نے تو غیر غیروں کو نیچا دکھایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایتھنز اور کورنتھ کے پرانے تعلقات جو دشمنی پر ہرگز مبنی نہ تھے پھر عود کر آئے تھے۔ اصل میں دونوں کے درمیان بغض و عناد کی آگ اسوقت تک نہیں بھڑکی جبتک ایتھنز نے کورکائرہ کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی۔

سولھواں باب

ایتھنز بماتحتی فارقلیس انتظام بلدہ

واقعات اور حالات کا مزید تسلسل بیان کرنے سے پیشتر شہر اثنیہ کے اندرونی انتظامات کا حال معلوم کرنا زیادہ مناسب ہے۔

فارقلیس کے زمانے کا ایتھنز ایک نہایت عجیب وغریب ہیولی ہے اور جو ندرت اسے تاریخ عالم میں حاصل ہے وہ نہ صرف اسکی شہرۂ آفاق ذہنی اور فنی ترقی کیوجہ سے ہے بلکہ اسکا ایک بہت بڑا سبب اسکی سیاسی ہئیت ترکیبی بھی ہے۔ دراصل جو نسلیں فارقلیس سے پہلے گزر چکی تھیں انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس سیاسی عمارت کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا اور آخر کار مکمل ایوان فارقلیس کے زمانے میں تیار ہوگیا۔ محض سطحی اور بیرونی نقطۂ نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس نے اپنی طرف سے اس ایوان کی تعمیر میں کچھ افزائش نہیں کی، مگر جب اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسنے نہ صرف اسکے مختلف حصوں کو ایک خاص صورت میں ترتیب دیا بلکہ اسمیں ایک بالکل نئی روح پھونک دی۔

اس دور میں مملکت ایتھنز کا نظام ایک مکمل ترقی یافتہ عمومیت پر مبنی تھا اور جہانتک ممکن تھا اسمیں عوام ہی برسر اقتدار تھے اور ان میں وہ تمام افراد شامل تھے جن پر قدما کے نزدیک اس لفظ "عوام" کا اطلاق ہوسکتا تھا اسلیئے کہ ارسطیدیش نے تو ان بندشوں کو جو سیاسی اختیارات کے ضمن میں باقی رہ گئی تھیں خاتمہ کر دیا تھا اور ایفیالتیس نے وہ تمام رکاوٹیں نکالدیں جو میقات عہدہ کے متعلق تھیں اور جب اسنے اریوپاگس کا اثر زائل کردیا تو اسکے بعد کسی اہم عہدے کیلیئے ایک سال سے زیادہ کے واسطے انتخاب نہ ہوتا تھا۔ جس شخص کے والدین اراکین ملت تھے وہ سترہ سال کی عمر میں باشندگان دیمے کی رائے لیکے اپنے باپ کے دیمے میں شامل کر لیا جاتا تھا اور اسکے بعد وہ نہ صرف اپنے دیمے کے

لہ فارقلیس نے کئی ہزار اشخاص کو جنکے ناموں کی فہرست شہریاں میں غلط اندراج ہوگیا تھا نکال کر شہریوں کی تعداد گھٹا

اندرونی معاملات میں بلکہ تمام قوم کے سیاسیات کے متعلق مباحثات میں آزادانہ طور سے شریک ہو سکتا تھا[۱] مگر اس سے قبل کہ وہ ملکی معاملات میں حصہ لے اسے فوجی تعلیم نہ صرف ایتھنز میں بلکہ دور افتادہ قطعات ملک میں حاصل کرنی پڑتی تھی اور اسکے ساتھ ہی اسپر لازم تھا کہ ان سرحدی لشکروں میں جو یونان کے ممالک میں جگہ جگہ پھیلے ہوتے تھے فوجی خدمت انجام دے۔ سیاسی مسائل کے تین شق تھے یعنی معاملات ڈیمے (دیہات)، معاملات فیولے (قبیلہ) اور معاملات پولس (شہری مملکت) ان میں سے ڈیمے کی تو محض مقامی اہمیت تھی۔ کلیس تھنیس کے زمانے سے فیولے یا قبیلے کی محض مذہبی حیثیت باقی رہ گئی تھی اور اسکے ذریعے دیوتاؤں کے تہواروں کیلئے سنگتیں مہیا کیے جاتے تھے۔ اب رہی پولس یا شہری مملکت۔ ظاہر ہے کہ اسکے معاملات نہایت اہم تھے اور سوائے غیر معمولی جلسوں کے جو ضرورۃً منعقد ہوتے رہتے تھے ہر ۳۶ روز کے میقات صدارت (پرتیانی) میں چار معمولی جلسے ہوتے تھے گویا اس شہری کی مصروفیت کا سامان

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ تخفیف کردی۔ اسکے متعلق حال میں نہایت باریک بحث ہوئی ہے۔ فلوخورس ان خارج شدہ شہریوں کی تعداد ۴۷۶۰ بتاتا ہے اور پلوٹارک اپنی "حیات فارِقلیس" میں ۵۰۰۰ پر قناعت کرتا ہے۔ اسکے لیئے ڈنکر "فارِقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ ص۹۳۶ وغیرہ) "تاریخ قدیمہ" (۹، ۱۰۰)، بیلوخ "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" (لائپزگ ۱۸۸۶ء ص۷۵ وغیرہ) اور بوسولٹ (۲، ۴، ۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ ابتداء میں تو فلوخورس کا یہ بیان صحیح تسلیم کیا جاتا تھا کہ فارِقلیس نے ایک قانون کا نفاذ کرایا جسکی رو سے صرف وہی لوگ ایتھنزی حقوق شہریت کے مستحق سمجھے جاتے تھے جنکے باپ اور ماں دونوں ایتھنزی شہری ہوں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ یہ قانون محض ایک قدیم قانون کی تجدید تھی۔ مگر غالبًا یہ اپنی طرز کا تنہا قانون تھا جسکا مقصد محض یہ تھا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان لوگوں کے کیا کیا حقوق ہیں جو غیر معمولی حصۂ غلہ کے خواستگار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اس سے زیادہ فیصلہ کن امر کوئی نہ ہو سکتا تھا کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ایتھنزی شہری ہیں۔

[۱] ڈیمی کی طرز معاشرت کیلئے ہوسولئے کی کتاب موسومہ "اٹیکا میں بلدی زندگی" (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ گو اس میں صرف چوتھی صدی ق م سے ہی بحث کی گئی ہے مگر اس سے پانچویں صدی ق م کے متعلق نتائج بھی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

جو سیاسی امور میں دلچسپی لے ہر ہفتے مہیا ہوا کرتا تھا۔ جمعیت کے سب سے اہم جلسے میں عمّال کی ایپی خیئروتونیہ تحقیقات ہوتی تھی جسمیں یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کسی شہری کو کسی قسم کا اختلاف کسی عامل کی کارروائی سے تو نہیں یا کسی کو کوئی اعتراض انتخاب عمال یا عمّال کی مالی رپورٹ یا مملکت کے طریق حفاظت یا کسی خاص شخص کے خلاف کسی کارروائی یا الزام ائی سانگلیا پر تو نہیں ہے۔ دوسرے معمولی جلسے میں ان محاصل کی تحریکات پر بحث ہوتی تھی جو حکومت عائد کرنا چاہتی تھی۔ تیسرے جلسے میں معاملات خارجی پر مباحثہ ہوتا تھا اور چوتھے میں مذہبی معاملات اور روئداد میں پیش ہوتی تھیں۔ جمعیت عوام میں کسی تحریک کے پیش کرنے کا حق نہ صرف ارکین مجلس (کونسل) کو تھا بلکہ ہر ایک شہری کوئی تحریک جمعیت میں پیش کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک تحریک کو مجلس (کونسل) کے ابتدائی حکم (پرو بولیوما) کے ذریعے سے جمعیت میں رجوع کیا جاتا تھا اور وہ تحریکات جو محض ترمیمیں نہ ہوتی تھیں پہلے مجلس (کونسل) میں پیش ہوتی تھیں، خود مجلس کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک معاملے میں اپنی رائے دے ہی دے بلکہ وہ معاملات پر رائے زنی کیئے بغیر ہی انکا تصفیہ جمعیت عوام کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔ ہمیں پوری طور پر یہ نہیں معلوم کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں قوانین کیونکر بنائے جاتے تھے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ قانون سازی کوئی آسان امر نہ تھا[۲]۔ موجودہ قوانین کے خلاف جمعیت عوام کو کوئی تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ تھا اور قبل اسکے کہ کوئی تحریک پیش کیجا سکے وہ ایک خاص مجلس ماتحت کے سامنے پیش ہوتی تھی۔ اس پر بھی زیادہ دباؤ یہ تھا اگر کوئی رکن جمعیتِ عوام کوئی تحریک پیش کرے اور وہ منظور ہو جائے تو ایک سال تک وہ اس تجویز کا تنہا ذمہ دار ہوتا تھا اور اس دوران میں اسپر خلاف ضابطگی (پارانومون) کا الزام عائد نہ ہو سکتا تھا جسکی تحقیقات معمولی جج یعنی ہیلیپاشتاٹ کرتے تھے۔ اس مدت کے بعد بھی اسپر الزام لگایا جا سکتا تھا مگر ایسی حالت میں اسکا اثر صرف یہ ہوتا تھا کہ تجویز منسوخ ہو جائے۔

علاوہ ان مقدمات کے جو اریوپاگس کے سامنے پیش ہوتے تھے باقی تمام مقدمات ہیلیپاشتاٹ کے حد اختیار میں تھے اور ان کی تحقیقات کے دوران میں وہی

---

[۲] وضع قوانین کیلئے دیکھو بُوسولٹ (میولر ۴، ۱۰۵)۔ گرافے پارانومون (مواخذہ خلاف ضابطگی) کیلئے گلبرٹ: "حکومت قدیمہ" ۱، ۲۸۱ - ۲۸۵ دیکھنا چاہیئے۔ بُوسولٹ (میولر ۔ ۴، ۱۷۴)

صدارت کرتے تھے۔ ہر ایتھنزی شہری جس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر گئی ہو ہیلیائیا کا رکن ہو سکتا تھا۔ اسے آرخنوں کے سامنے جاکر حلف دینا پڑتا تھا اور اسکے نام کے اندراج پر اسے ہیلیائیا کے کسی جزو میں جسکے اراکین کی تعداد پانچسو ہوتی تھی شریک کر لیا جاتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص مقدمات کے فیصلے کیلئے مخصوص جیوریاں مقرر کیجاتی تھیں جنکے اراکین کی تعداد مختلف ہوتی تھی۔ ان جیوریوں میں دوسو ججوں سے لیکر تین ہزار تک سننے میں آئے ہیں۔ ہیلیاستائے کو قانون کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اگر قانون نہ ہو تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی ضمیر کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔ بہر حال انکا تصفیہ قطعی تھا اور اسکی نہ تو نظر ثانی ہو سکتی تھی اور نہ مرافعہ۔ جس مقدمے میں جو چاہتے فیصلہ دیدیتے اور کسی شخص کو انسے جواب طلب کرنے کا حق نہ تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عوام کی مطلق العنانی کی ایک زندہ مثال تھی۔ ایتھنزی فطرۃً مقدمہ باز تھے اور ذاتی مقدمات کے سوا ایتھنزی حلیفوں کے مقدمات اور تنازعات بھی اس عدالت کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ بدیں وجہ عام طور پر اسکے جج نہایت مصروف رہتے تھے[^1]۔

مجلس (کونسل) کے متعلق آخری امر جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی رکنیت کیوجہ سے قوم کا ایک معتد بہ حصہ کام میں لگا رہتا تھا۔ اسکے انتخاب کے لیئے ہر امیدوار کو پہلے اطلاع کرنی ہوتی تھی تاکہ اسے مدعو کیا جا سکے۔ اور ہر ایک قبیلے (فیوٹلے) سے پچاس پُوٹیوتائے یا نمایندے چنے جاتے تھے جنمیں سے ایک کا رتبہ باقی نمایندوں سے ذرا برتر ہوتا تھا۔ چونکہ اس مجلس کا فرض یہ تھا کہ شہر کی حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہو اسلیئے سوا تہوار کے

---

[^1]: بہت سے سیاسی معاملات عموماً اور شخصی مسائل خصوصاً ہیلیاستائے کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اسکے لیئے گروٹ کی تاریخ یونان (۲۱۹ ، ۶۲) دیکھنا چاہیئے۔ گر بلاشبہ گروٹ کا یہ قول کہ انکا فرض یہی تھا کہ عہد ناموں کی جانچ کریں اور انکو منظور کریں اور انھوں نے ہی خالکس کے عہد نامے کو اپنے حلف سے مستحکم کر دیا ہے حقیقت حال سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ ان عہد ناموں کی تصدیق جو آئین کے مطابق طے پائے ہوں مجالس دستوری کا فرض تھا نہ کہ محض استحقاق۔ اور جن شہریوں نے نام نہاد صلحنامۂ نکیاس کی تصدیق کی تھی انسے یہ سوال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ اسے منظور بھی کرتے ہیں یا نہیں۔
ہیلیائیا خاص طور پر معاملات متنازعہ فیہ میں دست اندازی کرتی تھی۔ ڈنکر نے اسے "ایوان بالائی" کا لقب دیکر اسکی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔

باقی ہر روز یہ مجلس نشست کرتی تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مجلس سے حکومت کے معمولی فرائض مثلاً امور عامّہ کی متواتر نگرانی رکھنا عمدگی سے ادا ہونا ناممکن تھا۔ اسی لیئے اسکے ارکین میں سے ایک مستقل ماتحت مجلس منتخب کیجاتی تھی جسکے ممبروں کو پری تانیس کہتے تھے جو ایک ہی فیؤلے یا قبیلے کے نمائندے ہوتے تھے اور جو سال کے دسویں حصے یعنی ۳۶ روز تک ایوان پری تانیم میں مملکت کے خرچ پر رہتے تھے۔ اس ماتحت مجلس کا صدر ہر روز نیا منتخب ہوتا تھا اور وہی جمعیت عوام کی صدارت بھی کرتا تھا۔

گو ابتدا میں جماعت عاملہ کے افسر آرخن ہی تھے جو اقتدارات شاہی کے حقیقی وارث تھے مگر کلیس تھینس کے زمانے سے انکے تمام واقعی اختیارات لے لیئے گئے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ ایسے تھے جنسے عزت تو ضرور تھی مگر اثر عشر عشیر بھی نہ رہا تھا۔ مثلاً وہ ان تمام رسوم میں جو انھیں حکومت کی طرف سے انجام دینی ہوتی تھیں مملکت کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور بڑے بڑے تہوار و نکا انتظام اور حکومت کی طرف سے مذہبی قربانیوں کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ یہ فرائض اس مذہبی اقتدار کا بقیہ تھا جو قدیم بادشاہوں کو کسی زمانے میں حاصل تھا۔ عدالتی اختیارات میں سے اب انکے پاس صرف ہر ایک مقدمے کی ابتدائی تحقیقات اور عدالتوں کی صدارت باقی رہ گئی تھی مگر تجویز کا اختیار صرف جیوریوں کو تھا۔ تیسرے اہم شاہی منصب یعنی سپہ سالاری کے متعلق پہلے ہی ذکر آچکا ہے یہ عرصے سے استراتی گوئے کی مجلس کو تفویض ہوچکا تھا۔ آرخنوں کی بے اختیاری کا اثر مجلس اریو پاگس پر بھی پڑا جو آرخنوں ہی سے بنی تھی اور یہ مجلس بھی محض نمائشی اغراض کیلئے استعمال ہونے لگی۔

مندرجۂ بالا واقعات محض ایک فطری ارتقا کا نتیجہ تھے۔ سولن کے دستور کو نفاذ ہوتے صرف چند ہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ایتھنز کے حکومت کی باگ پیسی ستراتوس کے ہاتھ میں آگئی۔ اسکا اصول یہ تھا کہ جہانتک ہوسکے لوگ اسے مطلق العنان نہ سمجھیں اسی لیئے اسنے آرخنوں کو برقرار رکھا مگر پیسی ستراتوس یہ کرتا کہ اپنے کسی عزیز کو آرخنوں کی مجلس میں شامل کر دیتا اور فی نفسہ یہ مجلس بالکل بے اختیار ہوگئی تھی۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ایساغورث نے جو آرخن اعظم تھا چاہا کہ جو اختیارات اسی مجلس کو قانوناً حاصل تھے وہ دوبارہ عود کر آئیں۔ اسی لیئے اصلاح پسند کلیس تھینس نے

کوشش کی کہ آرخنوں کی قوت قانوناً بھی گھٹ جائے اور انکے مقابلے کیلیئے اسنے دس فیولوں (قبیلوں) کے فوجی قائم مقاموں یا استراتی گوء کا تقرر کیا اور انکی اہمیت کو بڑھانا شروع کیا۔[ف] ابتدا میں اس نئے عہدے کے محرکوں کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ فوجی قائم مقام آرخنوں کے اختیارات پر تسلط کریں۔ خود جنگ مارا تھون کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پولیم آرخ کے ماتحت ہو گئے اسلیئے کہ جب ایسے معاملات میں جنمیں وہ متفق الرائے نہ تھے پولیمارخ نے اپنی رائے دی اور اسی پر عمل درآمد ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی کے زمانے میں اس عہدے والے کا کچھ نہ کچھ واقعی اقتدار باقی تھا۔ مگر یہ اپنی طرز کی آخری مثال ہے اور اسکے بعد نہ تو میدان جنگ میں اور نہ جنگ کی تیاریوں کے ضمن میں پولیمارخ کا نام سننے میں آتا ہے۔ بعینہ یہی صورت حال تاریخ یورپ کے آخری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر ارتقاء حالات ذرا مختلف ہے۔ جب یورپ میں جاگیرات کا دور دورہ تھا تو مختلف ملکتوں میں میر مجلس عدالت، سپہ سالار وغیرہ کے عہدے موروثی عہدے تھے۔ مگر جب حکمرانوں نے اپنے جاگیردار مستاجروں پر کافی اثر پیدا کر لیا تو ایک طرف تو وہ اپنے ہی اختیار سے بلالحاظ حق میراث ان عہدوں کو پر کرنے لگے

ف آرخنوں کی اہمیت میں کمی اور سپہ سالاروں کی اہمیت میں افزائش در اصل پی سِسترا توس کے عہد ہی میں شروع ہوئی۔ مگر ایک جانب تو اس نے مطلق العنان کیطرح حکومت کی اور دوسری طرف آرخنوں کو اپنے اختیارات صرف ضابطے ہی کے طور پر استعمال کرنے دیئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے خود اپنے لیئے ضرور کوئی ایسا دائرۂ عمل مخصوص کر لیا ہوگا جسکے اندر وہ اپنی خواہش کے موافق عمل پیرا ہو سکتا تھا اور دیگر عمّال پر بھی اپنا اثر قائم کر سکتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ممکن تھا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خود پی سِسترا توس کے عہد میں استراتی گوس آرخن پولیمارخ سے آزاد ہو گا۔ فیساغورث نے تو عہدۂ آرخنی کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بعد کلیس تھنیس نے ایک طرف تو پی سِسترا توس کا تتبع کر کے پولیمارخ کو گویا عضو معطل کر دیا اور دوسری جانب استراتی گوء کی مجلس قائم کر کے گویا عمومیت کا رنگ چڑھا دیا۔ اس اصلاح کی ترویج کیلیئے ۵۰۸ ق م یا ۵۰۷ ق م میں اور بھی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی اسلیئے کہ ۵۶۰ ق م سے ۵۱۰ ق م کی پنجاہ سالہ مدت میں عوام الناس پولیمارخ کو لاشئے محض سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے باعتبار اپنے عہدے استراتی گوس کے فاریلیس نہ صرف ظاہری اعتبار سے پی سِسترا توس کی یاد تازہ کرتا تھا (پلوٹارک "حیات فاریقلیس" ۱۱) بلکہ اسکا عہدہ در اصل اس صورت حال کی تجدید تھی جسپر پی سِسترا توس متمکن تھا۔

اور نئے عہدہ دار پرانے بیرنوں کے فرائض انجام دینے لگے اور دوسری جانب قدیم نبلا کے قبضے میں پرانے عہدوں کے خطاب ہی خطاب باقی رہ گئے۔ یہ کلیہ فرانس کی مثال سے واضح ہو جائیگا وہاں جب شاہ فرانس نے اپنے بیڑے کی کمان ان قابل عہدہ داروں کے سپرد کردی جو اپنے فرائض منصبی کو بہ نسبت موروثی امیر البحر کے زیادہ سمجھ سکتے تھے اسوقت بھی وہ امیر البحر بعض انتظامی اور قانونی فرائض برابر انجام دیتا رہا۔ ایتھنز میں متواتر بیرونی مہمات کی وجہ سے نہ صرف فطرةً استراتی گوس کی اہمیت بڑھ گئی بلکہ انہیں سے ایک، باقی سب میں زیادہ با اختیار و با اقتدار ہو گیا اسمیں شبہ نہیں ملتیادیس، تمسطاکلیس اور کیمون کی قابلیت اور شہرت سے یہ جدید نظام پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منضبط ہو گیا مگر اسکی تفصیل کا ہمکو کافی علم نہیں۔ اور بہ یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ سال کے ابتدا میں کسی استراتی گس کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختیار دیا جاتا تھا یا نہیں یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم کیمون اور فارِقلیس کی حیثیت تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے برتر تھی[۱]۔

[۱] مضامین متعلق استراتی گوس کیلیئے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں :۔

عہدے کی از سر نو تنظیم فون ولاموو ٹز میولینڈ ورف کی کتاب "تحقیقات متعلق لسانیات" جلد ا صفحہ ۶۳-۹۶ استراتی گوئے کی حیثیت اور "رہنمایان عوام" یا سر عموموں" کی عام حالت کا اندازہ :۔ گلبرٹ : اضافہ جات وغیرہ، صفحہ ۱-۹۶

عام حالات :۔ اوویت بے نو، "ایتھنزی استراتی گوئے" پیرس ۱۸۸۴ء۔ و بوسولٹ ۲/ ۳۳۳۔

بوسولٹ کا خیال ہے کہ کسی عام یونانی جنگ میں ایتھنزی کامیابی کیلیئے اس بات کی ضرورت تھی کہ سپہ سالاری کے مکمل اختیارات ایک ہی شخص کے سپرد کر دیئے جائیں اور اسی لیئے استراتی گوس کی حیثیت اور اختیارات میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ بیلوخ نے اپنی کتاب "ایکائی سیاسیات بعہد فارِقلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) میں صفحہ ۲۷۴-۲۸۹ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان افسروں میں سے ہر سال ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی با ضابطہ قاعدہ ہوتا تو ضرور تھا کہ ہمارے مورخ اسکا صاف صاف ذکر کرتے۔ یہاں ایک امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے مجلس استراتی گوئے کی صدارت محض ایک ضابطہ پر ہی تھی اور اسکے متعلق قواعد خواہ کچھ بھی ہوتے اصل اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں ہو سکتا تھا۔ بجنسہٖ یہی سوال قدیم زمانے کی دیگر مجالس کے متعلق بھی کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال رفتہ رفتہ اشتراتی گوغ کے ہاتھ میں نہ صرف میدان جنگ میں رہبری کا اختیار آگیا بلکہ وہ مختلف مہموں کی تیاری میں بھی نمایاں حصّہ لینے لگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امور خارجہ بھی قانوناً نہیں تو واقعاً ... حد اختیار میں آگئے۔ ایتھنز یوں کا قاعدہ تھا کہ گو وہ قانون سازی کا اختیار ان لوگوں کو تفویض کر دیتے تھے جن پر انکو اعتماد تھا مگر جہاں تک ہوسکتا وہ مختلف انتظامی امور کی نگہداشت خود ہی کرتے۔ اسی لیئے امور خارجہ کے متعلق بہت ہی ایسی باتیں تھیں جو انھوں نے اپنے لیئے مخصوص کر دی ہوں۔ باقی ہر ایک کام کے متعلق اشتراتی گوغ ہی کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز کے خارجی معاملات کی متواتر نگرانی کی ضرورت تھی اور ایتھنز کی مدبروں کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان ممالک کیساتھ اچھے تعلقات رکھیں جنسے ایتھنز کے مراسم دوستانہ تھے، بلکہ ہر ایک ریاست کے حالات بہم پہنچانا انکا فرض تھا جیسے تعلقات پیدا ہوسکتے ہوں۔ بدیں وجوہ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان مدبروں کو کبھی کبھی ایسے رقوم کی ضرورت لاحق ہوتی تھی جسکا وہ حساب نہ دے سکتے تھے۔ اور یہ اغلب ہے کہ اس قسم کے اخراجات جیسے وہ دس تالنت جو فارِقلیش نے پلیسٹو ناکس کے حملے اٹیکا کے وقت خرچ کیئے تھے بار بار پیش آتے رہتے تھے[†]۔ فارِقلیش گویا جو شخص بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مثلاً اسپارٹی ایفوروں اور رومن عمومی ٹریبیونوں کا کون صدر ہوتا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب کوئی قومی مہم سر کیئے جانے پر بھیجے جاتے تو عموماً ہی یہ فیصلہ کرتے کہ ان میں سے کون کون جائیگا اور ان کے ناموں کی ترتیب ہی سے گویا یہ معلوم ہو جاتا کہ کون صدارت کا مستحق ہوگا۔ ایتھنز کی اشتراتی گوغ کی ایک نقل رومن فوجی ٹریبیونوں کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ مگر رومنوں نے اس تبدیلی کو ناپسند کیا اور پھر قدیم انتظام عود کر آیا۔

[†] ان دس تالنت کا ذکر جو فارِقلیش نے "بوجوہات ضروری" خرچ کیئے سب سے پہلے پلوٹارک (حیات فارِقلیش - ۲۳) پلیسٹو ناکس کے حملے کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ مگر تھیوفراسٹس کے نزدیک جسکا حوالہ اسی فقرے میں دیا گیا ہے فارِقلیش ہر سال اسپارٹا پر دس تالنت خرچ کر دیا کرتا تھا اگر یہ امر واقعہ ہے کہ کئی سال تک فارِقلیش کو خفیہ اخراجات کیلیئے دس تالنت سالانہ دیئے جاتے تھے تو بھی ظاہر ہے کہ تمام رقوم صرف اسپارٹا ہی کو نہ جاتی تھیں۔ بلکہ یہ در اصل تدبرانہ مقاصد کیلیئے گویا ایک سرمایہ کا کام دیتی تھیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ "قائم مقام" (پروکسینوئی) بہت کچھ کرتے تھے۔ انکے لیئے مولسو کی کتاب

اسے کریمیہ سے نیپلز تک کے تمام شہروں کے حالات سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کرنی پڑتی تھی اور وہ ان سازشوں کے حالات دریافت کرنے کیلیے جو ان میں سے کسی شہر میں ایتھنز کے خلاف ہو رہی ہوں محض کسی رازدار سیاح یا کسی ایسے ایتھنزی قائم مقام (پروکسی نوس) کی اطلاع کا انتظار (جسے خود مشکلات میں پڑ جانے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا) نہ کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت کی طرف سے عمال کو مختلف ممالک کے حالات دریافت کرنے کیلیے سفر بھی کرنا پڑتے اور اس سے زیادہ کیا خلاف عقل کارروائی ہو سکتی تھی کہ اگر کوئی ایتھنزی شہری کے اخراجات کے لیے جو حکومت کے کام کو تجارت وغیرہ کے بہانے کارنتھ یا تھیبز جاتا جمعیت عوام کو خاص تجویز منظور کرنی پڑے۔ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر تھا کہ کسی معتبر شخص مثلاً فارقلیس کے پاس خفیہ معاملات کیلیے ایک خاص رقم جمع کر دی جائے۔ ہم آجکل کے زمانے میں اس قسم کے اخراجات اور معاملات کا بہ نسبت قدما کے زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور دس تالنت کی رشوت والے قصے سے محض فارقلیس کے دشمنوں کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور بس۔

یوں تو اشتراتی گوئ ایتھنز کے عام طرز عمل کی رہبری کرتے ہی تھے، قانوناً بھی انکی دستور ایتھنزی میں ایک خاص حیثیت تھی اسلیے کہ انھیں کا یہ کام تھا کہ امور عامہ کے متعلق مختلف تحریکات پیش کریں۔ ایسی کوئی تجویز پر جسکی وجہ سے عموم پر بار پڑتا ہو حکم لگانے کی ذمہ داری خود جمعیت عوام پر تھی اور یہ لازم تھا کہ ایسی تمام تحریکیں اسکے سامنے بہت روشن اور مشرح پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس لیے محرک کیلیے فن خطابت میں مہارت لازمی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ "یونانی قائم مقام" (ہیرس ۱۸۹۶ء) دیکھنی چاہیئے۔ مگر اس امر پر قادر نہ تھے اسلیے کہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ ان ہی کے شہر والے انسے بازپرس نہ کر بیٹھیں۔ بعض مرتبہ خود قائم مقام روپیہ لینے میں تعارض نہ کرتے تھے۔ (مونسو ص ۹۶ و ص ۱۱۳)

یونان میں جس قسم کی خفیہ کارروائیاں پانچویں صدی ق م میں ہوا کرتی تھیں انکی مثالیں ان بغاوتوں سے عیاں ہو جاتی ہیں جو جنگ کورونیہ سے پہلے ہوئی تھیں۔ جب یہ ہکو معلوم ہے کہ نکیاس کے سیراکیوز سے تعلقات تھے تو پھر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ وہ اس ضمن میں کبھی کوئی رقم خرچ نہ کرتا تھا۔

فارقلیس نہ صرف مستقل اشتراتی گوس تھا بلکہ نگران امور عامہ اور اتھو تھیٹیس یا منتظم تقریبات مذہبی بھی تھا اور اسطرح اسکو اپنا اثر ڈالنے کے متعدد موقع تھے۔ دیکھو گروٹس "تاریخ یونان" ۸۲ ۸ ۲۲۸

اور لابدی تھی اور یہ ضروری تھا کہ اِسٹراتی گوئیں سے کم از کم ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مقرر بھی ہو اور چونکہ اسکی مدد کے بغیر اسکے باقی ساتھی کچھ نہیں کر سکتے تھے یہ ہی ان سب کا افسر شمار کیا جاتا تھا + چونکہ عمدہ تقریر ہی مجلس اِسٹراتی گوئی اور حکومت میں امتیاز حاصل کرنے کا معیار ہو گئی تھی اسلیئے گو اِسٹراتی گوس کے نام سے فوجی عہدے کا اظہار ہوتا تھا مگر اسکے فرائض منصبی کا مرکز ثقل رفتہ رفتہ اندرونی سیاسیات کی جانب ہٹ گیا[۱] + یہ صورتِ حال در اصل فارِقلیس کے زمانے ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ گو اسکا اصول ہمیشہ یہ رہا کہ حتی المقدور جنگ میں کمی ہو مگر وہ سال بسال اِسٹراتی گوس منتخب ہوتا اور اسی حیثیت سے ایتھنز پر حکومت کرتا + فارِقلیس، نکیاس اور الکبیادیس تینوں سپہ سالار بھی تھے اور رہنمایان جمعیت عوام بھی تھے اور بعض مرتبہ کلیون کو بھی سپہ سالار کا روپ بھرنا پڑتا تھا + مگر کلیون کے دور میں ہی دونوں عہدوں کے درمیان تفریق شروع ہو گئی اور کلیون حقیقت میں محض سیاسی رہنما اور "رئیس عموم" ہی تھا۔ مدبر اور فوجی سپہ سالار کے عہدے جو نصف صدی سے اِسٹراتی گوس ہی کے اختیارات کے اجزا تھے اب علٰحدہ ہونے لگے اور ہم چوتھی صدی ق م میں "رئیس عموم" اور سپہ سالار کے مناصب ایک ہی شخص میں نہیں پاتے + رہنمائے عموم عام طور پر کوئی خاص افسر نہیں ہوتا مگر یہی جمعیت کے سامنے تحریکات وغیرہ پیش کیا کرتا + یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید جمعیت کے سامنے پیش کرے اور حقیقت میں یہی ایک نکتہ ہے جو ایتھنز کے عمومی اصول کا مرکز ہے، مگر ان تحریکات کو کامیاب ہونے کیلیئے سوائے خطابت اور مستعدی کے مختلف امور کی معلومات بھی ضروری تھی۔ اور صرف وہ ہی شخص جسمیں اوصاف بالا موجود ہوں ایسا مشورہ دے سکتا تھا جو مضحک نہ ہو + اِشٹراتی گوس کیلیئے رہنمائے عوام بن جانا اسلیئے مشکل نہ تھا کہ ایک طرف تو اسکے دفتری تعلقات سے اسے معاملات کا علم ہو جاتا تھا اور دوسری جانب اسکو اختیار تھا کہ جب کبھی وہ چاہے جمعیتِ عوام کو یکجا کرے +

---

[۱] پیُوسانیاس (۱، ۲۹، ۱۵) نے ایفیالتیس کو "مقرر" کے نام سے خطاب کیا ہے جو "مدبر" کا مترادف ہے + ایتھنزی مدبر کا مقرر ہونا ضروری تھا۔ اس کی حال کی مثال خود انگریزی مدبر گلیڈسٹن تھا جو اپنے گروہ کا حقیقی رہبر صرف اس وجہ سے تھا کہ اس کا سب سے زبردست خطیب تھا +

جہانتک مالیات کا تعلق ہے اِشتراتے گوئ کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس روپے کے خرچ کے ذمہ دار تھے جو جنگ کیلئے یا دیگر فوجی ضروریات کے لئے دیا جاتا تھا اور انکی رائے اس محاصل کے عائد کرنے کے وقت جو براہ راست لئے جائیں یا تری آرخیا (جہازی محصول) لگانے کے وقت لی جاتی تھی ایسے مالی انتظام کا پتہ جسکا تعلق خاص ایتھنز سے ہو اور لیگ سے کوئی واسطہ نہ ہو چوتھی صدی ق م میں تو پایا جاتا ہے مگر پانچویں صدی میں اسکا ذکر بھی نہیں۔ خود عموم حکومت کے ہر شعبے کی طرف یہانتک کہ مالیات کی جانب بھی متوجہ ہوتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ کون کون سی رقم اخراجات کی کس کس مد میں صرف کی جائیگی[۹] +

لیگ کی آمدنی کی دو شقیں تھیں - ایک براہ راست دوسرے بالواسطہ - بالواسطہ میں کرور گیری کی آمدنی اور لاؤریون کی کانوں کے محاصل تھے اور براہ راست آمدنی میں صرف وہ محاصل تھے جو میتوئکوئی یا غیر ملکی باشندگان ایتھنز کو ادا کرنے پڑتے تھے + خود ایتھنزی صرف غیر معمولی حالت میں صرف ایک ایک محصول براہ راست ادا کرتے تھے اور اس محصول کو ائس فورا کہتے تھے + دولتمندوں اور امرا پر ایک طرف تو بحیثیت تری آرخوں کے جنگی جہاز

۹؎ چوتھی صدی ق م کی طرح پانچویں صدی ق م میں مالیات کے افسر اعلیٰ کا وجود ادوسے ٹیس یں جو ایپی کیورس کا شاگرد تھا اور جسنے سراغوبوں کے متعلق کتاب لکھی تھی نہیں پایا جاتا۔ اسکے سوائے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور خود اسکا حوالہ پلوٹارک کے خیالات ارِسطیدِسؔ (۲۴) میں دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض چٹکلوں کے جمع کرنے والے کو کسی خاص عہدے کے نام کی صحت کی بابت زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہ تھی + پلوٹارک نے حیات ارِسطیدِسؔ (۲۴) میں ارِسطیدِسؔ کے متعلق وہی لکھا ہے جو اسنے حیات فارِقلیسؔ (۱۱) میں ایفیالتیس کے بارے میں لکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ موخر الذکر اپنی ذاتی حیثیت سے اسکا ہمیشہ کو نشاں رہتا تھا کہ ایتھنز کو مالی نقصان نہ پہنچے + اسکے برعکس ارِسطیدِسؔ کو صاحب عہدہ بتایا گیا ہے گو ممکن ہے کہ یہ عہدہ اِشتراتے گیا ہی ہو + مورخ میولر شترپوہنگ نے اس زمانے کے ایتھنزی طرز عمل کی بنیاد ایک عہدہ دار "ناظم مالیات" کو قرار دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اسکے لئے ہر چار سال کے بعد انتخاب ہوتا تھا۔ مگر اب اسکا کوئی دوسرا مورخ ہمزبان نہیں اور بوسولٹ کی رائے بھی (۳، ۲۴۵) اسکے خلاف ہے +

تعمیر کرنا اور انکی کمان کرنا اور مملکت کو بیڑہ رکھنے میں مدد دینا ضروری تھا اور دوسری جانب ان پر لازم تھا کہ بطور سنگت گروؤں کے مذہبی پوجا پاٹ کو برقرار رکھیں اسکے برعکس عوام اٰتھنز کو حکومت سے وقتاً فوقتاً مختلف النوع منافع ہوتے اور ظاہر ہے انکا فائدہ اکثر غربا ہی کو ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خدمات مملکت کے صلے میں معاوضہ دیا جاتا تھا[1] مثلاً مجلس خاص کے پانچسو اراکین کو ایک درہم (قریب ۱۰ ار) یومیہ مجلس کی نشست کے دوران میں ملتا تھا جو عام طور پر غالباً ۳۰۰ روز رہتی تھی ۔ اس رقم کی مجموعی تعداد قریب ۲۵ تالنت سالانہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ہیلیائستاٹ کو بھی اجرت ملتی تھی اور فارقلیس کے زمانے میں اسکی تعداد کم از کم دو اوبول (قریب ۳ ر) روزانہ تھی۔ اس کے سوائے فارقلیس نے تھیوریکون "یا ناٹک بھتہ" کو بھی رواج دیا جسے دی اوبیلیا کہتے تھے اور جو ہر اٰیتھنز شہری کو اس مالی نقصان کے معاوضے کے طور پر دیا جاتا تھا جو اسے ناٹک دیکھنے کیوجہ سے ہوا ہو۔ اٰیتھنزی اس محصول سے سب سے زیادہ چمٹے رہے ۔ اسلئے کہ ایک طرف تو ناٹک کی حاضری ایک مذہبی رسم تھی اور دوسری جانب امتداد زمانہ سے اٰیتھنزیوں کے دیگر ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے تھے ۔ بدیں وجوہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھیوریکون کی مسلسل ادائی اٰیتھنزیوں کے قومی تنزل کی وجہ سے تھی بلکہ اس سے چارۂ کار ہی نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں ان لوگوں کو جو جمعیت میں نشست کرتے تھے روزانہ ایک اوبول (قریب ۱ ر) ملتا تھا بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود فارقلیس کے دور میں انھیں یہ رقم ملتی تھی مگر اسکے متعلق کوئی امر یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا ۔ ممکن ہے کہ فارقلیس کی عام سیاسی تنظیم میں یہ بھی شامل ہو مگر کم از کم زمانہ مابعد میں یہ بات ظاہر نہیں کی جاتی کہ جمعیت عوام میں حاضری کی اجرت کی ابتداء فارقلیس نے کی ہو۔ ان تمام رقوم کے علاوہ اٰیتھنزی سپاہیوں اور ملاحوں کو

[1] طوسی دیدش (۸، ۶۷) کہتا ہے کہ یہ اجرت کا طریقہ دراصل عموم کیلئے رائج کیا گیا تھا اور جب چارسو کی مجلس مرتب ہوئی تو یہ منسوخ کر دیا گیا اور جس دستور کا طوسی دیدش اسقدر معترف ہے اسمیں اس قاعدے کو برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ خدمات عامہ کے معاوضے کیلئے گلبرٹ "آئین قدیمہ" ۱، ۳۲۵ وغیرہ اور بوسولٹ (ہینڈبک ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے۔ جمعیت عوام (ایکلیزیا) میں حاضری کی اجرت کے لئے ویلوزٹز کی کتاب "اجرت اراکین جمعیت عوام" (سنہ ۱۸۶۹ء) اور گروٹس "تاریخ یونان" (۶ ۲، ۸۳۵) دیکھنی چاہئیں۔

تنخواہوں کے سوا جب کوئی حلیف حکمران ایتھنز کو تحفتہً غلہ بھیجتا یا جب صرف حکومت ہی اناج خرید کر کم قیمت پر فروخت کرتی اس وقت اُنکو غلے کی کثیر مقداریں ملتی رہتیں[11] بڑی مذہبی تقریبات کے مواقع پر بھی شہریوں کی دعوت کی جاتی تھی اور ان اشخاص کے ساتھ جو جنگ یا اپنے کسی خاص کام کیوجہ سے ناتوان ہوگئے ہوں مدد اور بعض حالتوں میں پرورش بھی کی جاتی تھی مثلاً حکومت ہی ان یتیموں کی پرداخت کرتی تھی جنکے پالنے والے جنگ میں کام آئے ہوں۔

ایتھنز نے اپنی سیاسی حیثیت سے بیشتر حصۂ یونان اور ساحل مشرق کی تجارت پر قبضہ کرنے کیلئے خوب فائدہ اٹھایا اور اسطرح بحیرۂ اسود تھریس، الویا، فینیقیہ، مصر، سرنہ، اسلی اور اٹلی کی پیداوار پیریئس اور ایتھنز میں اس قیمت سے کچھ ہی زیادہ پر فروخت ہوتی تھی جو خود ان دور دراز ممالک میں غلے کی تھی۔[12]

غیر ملکیوں کو بھی ایتھنز میں آباد ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور بہت سے غیر ملکی پیریئس اور ایتھنز میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ ایسے آبادکار ایک محصول یعنی "محصول حفاظت" ادا کرتے تھے مگر اگر انمیں سے کوئی ایتھنز کی کوئی نمایاں خدمت کرتا تو اسے ایتھنز والوں کا "مساوی الحقوق" قرار دیا جاتا اور وہ اس محصول سے مستثنیٰ کر دیا جاتا۔[13] اس عمدہ برتاؤ سے جو ایتھنزی ان کے ساتھ کرتے تھے انکے اعلیٰ تمدن اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان تعلقات کے بیان سے جو ایتھنز اپنے حلیفوں کے ساتھ روا رکھتا تھا اور اس طریقے کے اعادے سے جس سے وہ اٹیکا سے باہر اپنے شہریوں کی نگرانی رکھتا تھا ایک ایتھنزی کی عام زندگی کا نقشہ مکمل ہوجاتا ہے جو غالباً ہر وقت فارِکلیس کے

---

[11] اٹیکا کے خرچ کا اکثر اناج باہر ہی سے آتا تھا۔ اسکے لئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" جلد ۱ حصہ ۱۵ دیکھنا چاہئے یہ بھی قاعدہ تھا کہ اس اناج میں سے جو پیریئس میں آتا تھا صرف ایک تہائی کی برآمد ہوسکتی تھی۔ اور اناج کی عام تجارت کیلئے قواعد مقرر تھے اور اسکا انتظام "محتسبان غلہ" کرتے تھے۔

[12] کرٹیس "تاریخ یونان" ۲، ۲۶۸۔

[13] اسکے لئے تھرزر کی کتاب "غیر ملکیان اٹیکا" (مطالعہ جات وائنا) اور کرٹیس کی تاریخ یونان ۲، ۱۸۱ دیکھنا چاہیئے۔ اس سے قبل ملطیوں کی اس بڑی آبادی کا جو ایتھنز میں تھی ذکر کیا جا چکا ہے جس سے ان خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو ایتھنز اور ملطہ کے درمیان ہونگے۔

پیش نظر رہتا ہوگا۔

اسکی ضرورت ہے کہ ایک خاص امر پر جسپر کافی غور نہیں کیا جاتا یہاں زور دیا جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بظاہر تو ایتھنز کی دستور کی شکل ایک مکمل عمومیت کی تھی مگر حقیقت میں فرق یہ تھا کہ عموم اسکے دعویدار نہ تھے کہ انھیں وضع قوانین کا کلیتہ اختیار ہے اور دوسرے وہ صرف ان تحریکات کو منظور کرنا پسند کرتے تھے جنکے متعلق محرک اپنی پوری ذمہ داری کرتا تھا۔ اس قاعدے کے برعکس (جو بلاپس وپیش قانون سازی پر ایک بہت بڑی روک تھی) روما میں قانون سازی کا اصول موجودہ اصول سے بہت ملتا جلتا تھا اور وہاں کثرت رائے کی قرارداد کے بعد محرک کی کوئی ذمہ داری باقی نہ رہتی تھی[۱۴]۔ اسکے ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ رائے کہ جو شہری کسی قرارداد کی منظوری کیلئے تحریک کرتا ہے جسکا مقصد مختلف افراد قوم کی بہتری ہو تو اسے محض اثبات یا نفی میں رائے دینے والے سے زیادہ ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ ایتھنزی سیاسیات کے بیشتر خصوصیات کی گویا کنجی ہے کہ ایسی عمومیت انکے فہم و ادراک سے بالاتر تھی جن میں کسی تجویز کے محرک پر دیگر اراکین جمعیت سے زیادہ ذمہ داری نہ ہو[۱۵]۔

---

[۱۴] اور رومن لیکس "یونانی نوموس" سے مختلف اور یونانی پسیفزما سے مشابہ تھا۔

[۱۵] اس قسم کی ذاتی جوابدہی ایتھنز کی دولت عامہ کے ہر شعبے میں پائی جاتی ہے اور اس اصول کو مد نظر رکھ کر بہت سے ایسے واقعات ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں جو اسکے بغیر سمجھنے مشکل ہیں۔ مثلاً ملتیادیس پر الزام، بہت سے رہبروں کا زوال، جلاوطنی، وغیرہ۔ اور اس ذاتی جوابدہی کے طریقے پر کاربند ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس محض ناتراشیدہ اور سیدھے سادھے طرز سے ذمہ داری کا اصول ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اس نکتے کا ذکر سقراط نے اپنی مشہور آفاق تنقید عمومیت میں تو کیا نہیں مگر جیسے ایک اچھے شہری کو کرنا چاہیئے تھا اسنے اپنے ہمسر شہریوں کی محض مطلق العنان تجویز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیا۔ لفظ "سرانبوہ" بھی جسے زمانہ مابعد میں ارسطو فانیس اور دیگر مصنفوں نے خراب معنے پہنادئے دراصل ایک نہایت معزز فرض کا نام تھا۔ ہمیں اس سخت حکم میں رہنمایان قوم کی گران ذمہ داری کا لحاظ کرکے بہت کچھ ترمیم کرنا پڑیگی جو شومان (۱، ۳، ۱۸۶) اور دیگر مورخ عمومیت پر لگاتے ہیں۔ گروتس نے بھی جہاں یونانی قانون (Gesety) کی اسقدر تعریف کی ہے (۲، ۶، ۱۵۸) اور ایتھنزی عمومیت

فارقلیس کی تنظیم جسمیں اشتراکی عنصر خاص طور پر نمایاں تھا اور جس کی نقل نما۔ بعد میں روما میں کیگئی تھی اسکے موجد کی موت کے بعد زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ جس قوم کو اس حد تک سوارج کی خواہش ہو اسکے لیئے ضروری ہے کہ خود اپنی روک تھام کر سکے۔ اور ایتھنزیوں میں یہ قابلیت بالکل نہ تھی [۱۲] ان کی فروگذاشتیں اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہو گئی تھیں کہ لوگ اور انکی مال و دولت مشرقی بحیرۂ روم کے سیاسی اور تجارتی مستقر میں جمع ہونے کی وجہ سے امیر اور دولتمند اپنے عیش و عشرت میں پھنس گئے تھے۔ خود فارقلیس کے رشتہ دار الکیاوِیس کے حالات سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں نیکی اور بدی کس حد تک موجود تھیں۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز اپنے شہریوں کے زنانہ خصائل کی وجہ سے برباد ہو گیا۔ اسکی وجہ دراصل اور ہی تھی اور ہم عنقریب دیکھینگے کہ فارقلیس نے اسکے استیصال کی کیا کوشش کی اور وہ کیوں ناکام رہا۔

نوٹ

فارقلیس کے ایتھنز کے دستور پر آثار قدیمہ کی دو مشہور کتابوں میں تبصرہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ذکر کیا ہے وہاں اس ذمہ داری کا کافی انداز نہیں کیا ہے جو کسی تجویز کے محرک پر عائد ہوتی تھی۔

[۱۶] افلاطون کی رائے جو اسنے "گورجیاس" ۵۱۵ وغیرہ میں فارقلیس پر لگائی ہے اکثر صائب قرار دی جاتی ہے مگر ہم اسے ماننے کیلیئے تیار نہیں ہیں اسلیئے کہ یہ فقرہ درحقیقت کج بحثیوں سے مملو ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ ایک قابل منتظم ان جانوروں کو جو اسکے زیر تعلیم ہوں سدھاتا ہے۔ فارقلیس کے زیر تربیت ایتھنزی نہایت شریر ہو گئے اور بالآخر خود اپنے منتظم ہی پر مقدمہ قائم کر دیا گو کالکلیس مروتاً تسلیم کر لیتا ہے کہ انسانوں پر جانوروں کا حکم لگانا مناسب نہیں ہے مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ افلاطون یہ بھول جاتا ہے کہ آدمی گھوڑے نہیں۔ دوسرے اگر گھوڑوں کے محافظ تعلیم کے دوران میں کوئی شخص حارج ہو تو گھوڑے بھی وحشی ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ہمکو معلوم ہے کہ فارقلیس کو بدقسمتی سے اپنے راستے پر نہیں چلنے دیا گیا۔ گو افلاطون کی یہ تنقید تاریخی نقطۂ نظر سے خفیف سی ہے مگر اس جگہ یہ اسوجہ سے یہاں بیان کی گئی ہے کہ

ایک گگیرٹ کی کتاب دستور قدیمہ" اور دوسری یوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی وستی بیاض جلد ۲) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلیئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - فارِقلینس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس خطہ کا ایک عمدہ حکمران بن جائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس لیگ کے ارکین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا در اصل اسی پر اس کی تمام تر قوت و جبروت کا دار و مدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے میں مزید اضافہ کر کے گویا لیگ کی سیادت حاصل کر لی تھی گو اس کا سنگِ بنیاد سنہ ۴۷۷ ق م کے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی۔[۱] سنہ ۴۵۴ ق م کے بعد جب تمام سلطنت

۱؎ لیگ کا نام ابتداءً "ہے آتھنے نائیون سیئوماخیا" (محالفہ ایتھنز) تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھنے نائیون" (سلطنت ایتھنز) پڑ گیا اور مختلف حلفاء "بلدیات" کہلانے لگے۔ (بوسولٹ ۲، ۸۱۴) ۔ ارسطوفانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں صرف ۲۰۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشہوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ۱ صـ۲۲۶ وغیرہ میں اور گرٹیس نے "تاریخ یونان" ۲۲، صفحہ ۸۶۰ تا ۸۸۰ میں جمع کیئے ہیں اور گرٹیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں۔ اس موضوع کے لیئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔

جنگ دریائے یوریمدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگڈاموس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خود سر حکمران بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنز کی لیگ کا بھی رکن ہو۔ لیگ کے ارکین کی تعداد میں بظاہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ لگ جاتا تھا (بوسولٹ۔ میولر کے مجموعہ صـ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی۔ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہو کر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود مثلاً ۴۳۶ ق م میں

(سوائے ان بلدیات کے جن کا فرض جہاز مہیا کرنا تھا) پانچ صوبوں یعنی ایونیہ، ہیلسپونٹ،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ حلقۂ ایونیا حلقۂ کاریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا جسکی وجہ سے باجگزار ریاستوں کی تعداد میں کمی ہوگئی۔ (اس کے لیئے گرٹس کی رائے اسکی "تاریخ یونان" ۶۲ ‘‘ ۸ ۳ ۸ میں دیکھنی چاہیئے۔

سلطنت ایتھنز کی مردم شماری کا اندازہ یقیناً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بیلوخ کی کتاب "یونانی اور رومن دنیا کی مردم شماری" نہایت پر از معلومات ہے (لائپزگ ۱۸۸۶ء) اگر چندے کی مقدار اور تعداد نفوس میں وہی مناسبت تھی جسکا بیلوخ نے حساب لگایا ہے تو ایتھنز کی سلطنت کے شہروں میں ۹۰۰۰۰ سے ..... اتک کی آبادی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ساموس ملطہ کا مقابلہ کر سکتا تھا تو یہ قیاس بعید نہیں کہ دونوں کی آبادی قریباً مساوی ہوگی۔ بیلوخ (صفحہ ۲۳۲) کا یہ خیال ہے کہ ساموس نتر سہ طبقہ جہاز ایتھنز کے حوالے کر سکتا تھا اسلیئے اسکی آبادی تقریباً نو ہزار نفوس ہوگی۔ ملطہ دس تالنت ادا کرتا تھا اور اسکی آبادی کا اندازہ آٹھ ہزار کچھ زیادہ نہیں۔ اگر اسکے برعکس یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض اراکین اس سے چوگنا خراج ادا کرتے تھے یعنی ہر دو ہزار شہریوں پر دس تالنت خراج لیا جاتا تھا تو اس مناسبت سے ۴۰۰ تالنت سے یہ مراد ہوگی کہ سلطنت ایتھنز میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) شہری آباد تھے۔ مگر غالباً یہ تخمینہ حقیقی آبادی سے بہت کم ہے۔ یہ امر یقین کے ساتھ نہیں بیان کیا جا سکتا کہ ایشیائی ساحل پر کتنے ایسے باشندے تھے جنکو حقوق شہریت حاصل نہ تھے۔ یہاں صرف بیلوخ کی رائے کا اعادہ کافی ہے کہ جزیرۂ خیوس میں جو جزیرۂ ساموس سے دوگنا ہے ایک لاکھ غلام اور بیس ہزار آزاد شہری آباد تھے اور اگر سلطنت ایتھنز کی آبادی کا بھی اسی مناسبت سے اندازہ کیا جائے تو بیس لاکھ نفوس کچھ بعید از قیاس نہ ہونگے۔ اسی مورخ کی رائے میں یوبیہ، جزائر اسپوراڈیس (افشاق)، اور کیکلادیس (حلقہ دار) میں ایک لاکھ اور اٹیکا میں دو لاکھ تیئیس ہزار نفوس آباد تھے۔ مگر محض انسانی آبادی کے شمار سے سلطنت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ذہنی اور علمی دولت کا بھی خیال نہ کر لیا جائے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایتھنز کی سلطنت اس دولت میں بھی ممتاز تھی اور اتنے شہروں کے اتحاد کی نظیر ملنی جو اس درجے دولتمند، متمدن اور ترقی پذیر ہوں نہایت مشکل ہے۔

جزائر، تھریس اور کاریہ میں تقسیم کر دی گئی۔ سنہ ۴۲۵ ق م کے چند نوشتے اسوقت تک موجود ہیں جن میں سے ایک تو ان باجگزار ریاستوں کی فہرست ہے اور دوسرے نوشتے میں اس نذرانے کی تفصیل درج ہے جو بقدر قریب ڈیڑھ فیصدی کے اتھینا دیوی کو نذر کیا جاتا تھا۔

سلطنت ایتھنز پانچ صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبۂ جزائر میں سوائے دوریائی جزیرۂ میلوس کے جو جنگ پیلوپونیز تک فتح نہ ہوا تھا مکمل مجمع الجزائر کیکلادیس (حلقہ دار جزیرے) شمال و مشرق میں امبروس اور لیمنوس کا اور ایتھنز کے قریب جزیرۂ آنجی، کینا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سلطنت ایتھنز کے عام اراکین کو عموماً اور جزائر کو خصوصاً ایتھنز کے تجارتی طرز عمل سے جس سے وہ خود ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا نقصان پہنچا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب کبھی بغاوت کی صدا بلند ہوتی ہے تو صرف جزائر سے مثلاً ناکسوس نے سنہ ۴۶۶ ق م میں، تھاسوس نے سنہ ۴۶۵ ق م میں، ساموس نے سنہ ۴۴۰ ق م میں، لیسبوس نے سنہ ۴۲۸ ق م میں، خیوس نے سنہ ۴۱۳ ق م میں بغاوت کردی۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جزائر کے قبضے میں ساحلی اراضی تھی اور یہ ہی بہت سے جھگڑوں اور تنازعات کا باعث ہوا کرتی تھی۔ جیسے ساموس اور ملطیہ میں محض ساحلی مقبوضات کے متعلق جھگڑا ہوا، ایسے ساحلی مقبوضات کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔ مثلاً تھاسوس کی کانیں ساحل ہی پر تھیں، روڈس، لیسبوس یہانتک کہ تینیدوس کے قبضے میں ساحلی علاقہ تھا اور کم از کم سنہ ۴۱۳ میں خیوس اور اریتھرائے کے درمیان سیاسی اتحاد پایا جاتا ہے۔ براعظم کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے یہ جزیرے ایشیائی تجارت میں بھی حصہ لے سکتے تھے۔ مگر وہ خود صرف اس تجارت سے براہ راست مستفیض ہو سکتے تھے جو دو مقاموں کے درمیان ہو۔ اور اس پر ایتھنز نے اجارہ قائم کرنا چاہا اور اسکے اس طرز عمل سے ان جزائر میں بغاوت کی آگ مشتعل ہوگئی۔ گو تھریس کے شہروں میں بھی جمہوریت کے جذبات موجزن تھے اور ساتھ ہی دولت مند اور با ثروت بھی تھے مگر ان کو ایتھنز سے اس درجہ شکایات نہ تھیں اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہوسکے۔

شامل تھے ۔ صوبۂ تھریس یا شہر ائی سون اور مے تھونے سے جو دریائے ہالیاکمون کے جنوب میں واقع ہے شہر ائی نوس تک (جو نہایت خوبصورت سکوں کی وجہ سے جن پر ہرمیس کی تصویر بنی ہوئی ہے مشہور ہے) پھیلا ہوا تھا، اور اس میں ائی نیا سے پوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، میندے (جہاں کے سکوں سے بالخصوص دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے، اولنتھوس (جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہو گیا)، توروونے، سنگوس، اکنتھو اس، اور لوکیسوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام شہر اس میں شامل تھے ۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرس یا ارگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی، مصروف کار ابدیرا جو تمدن اور شایستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور مارونیہ جہاں کی شراب یکتائے زمانہ تھی، شامل تھے ۔ تیسرا صوبہ ہیلیسپونٹ تھا جس میں خرسونیز کے تمام شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس، بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے شہر مثلاً بساتھے، پرنتھوس، سیلیمبریا، اور خود بائی زنطیہ، اور ایشیائی ساحل پر اشتاکوس، کیوس، واسکلیون، کیزکوس، جزیرۂ پرُوکونے سس، پاریون، لمپساکوس (جس کے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود کی زکوس کے سکوں کی)، پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیبرینے (جو دریائے سکامانڈر پر واقع تھا) سے تھے ۔ صوبۂ الونیہ شمال میں اسوس سے شروع ہوتا ہے (جسے بعض مرتبہ آسوس بھی کہتے ہیں ۔ یہ شہر اپنے بتخانے کی وجہ سے مشہور تھا) ۔ اس کے بعد جزیرۂ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور اشتیرا اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، گری نیوم اور میرنا (جو زمانۂ حال میں ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہو گیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں شامل تھیں جن کی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جا سکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ، کلازومے نائے، آیریتھرائے، زتیوس، کیبیدوس، کولوفون اور اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پرئی اینے، می اوس، ملطہ

اور جزائر اکاروس، لیروس اور نسی روس منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور افی سوس خصوصاً ممتاز تھے اور تیوس اور اریتھرائے کا پایہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی کم تھا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک صدی سے مختلف محالوں میں تقسیم ہو گئی تھی) اور دونوں مگنیشیا اتھنری ایگ کے ارکین نہ تھے، چوتھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اوّل تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے مغرب میں واقع تھے یعنی ہیروموس، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، ہلیندوس، ترمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نمائے متعلقہ، اور جزائر کالیڈنا کوس، سیمے، کارپاتھوس، کاسوس، روڈس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا، لدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسے لس لیگ کے مقبوضات میں جنوب ومشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے باجگزار صوبے تھے اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[۲] اور ان فہرستوں کا

---

[۲] کوشہوف (نوشتہائے قدیمہ جلد ا صـ ۲۲۶) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے۔

ا۔ خراج صوبہ الیونیہ :۔

ہئے ریوئی*	افی سوس	کولوفون	کیمے	لیبے دوس	ملطہ	تیوس	فوکیہ	اریتھرائے
۳ تالنت	۷ت ۵۰۲۰ درہم	۳ت	۱۲ت	۳ت	۱۰ت	۶ت	۳ت	۷ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر اہرائے تھا۔ طوسی دیڈس (۸، ۱۹، ۲۰) کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہئے ریوئی کہتے تھے۔ اسکے لیئے کیپرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے کوچک (نقشہ ۷) اور رُوگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" ۱۸۹۲

جو خراج کی بجائے جہاز اور ملاح مہیّا کرتی تھیں یعنی جزیرہ لیشبوس اور خیوس

بقیہ صفحہ حاشیہ گذشتہ۔ (صفحہ ۲۳۹ ملاحظہ ہو) +

۲۔ خراج صوبۂ ہیلیسپونت:۔

خرسونیز کے شہر تینیدوس پرنتھوس لمپساکوس کیثبریتئے خالکدون
۱۸ ات ۴ت ۳۰۰۰ درہم ۱۰ ات ۱۲ ات ۳ت ۹ت

سیلیمبریا پروکونے سوس کیزیکوس بائی زنطہ اریشبیے ابی دوس
۵ت ۳ت ۹ت ۱۵ ات تا ۲۱ ات ۲ت ۴ت

۳۔ خراج صوبۂ تھریس:۔

تھرامبیہ اور اینگیونے تھاسوس دکائیا قوم بوتیہ افیتہ ائے نوس ابڈیرا
۶ت ۳۰ت (ابدیرا و لیپیا ۸۴ کا ۳) (۹) ۴ت ۲ت ۳ت ۱۲ ات ۱۵ ات

اکانتھوس سنگوس سامو تھریس پیپے پارے تھوس مینڈے
۳ت ۴ت ۶ت ۳ت ۸ت

پوتی دیہ سرمیلے توروسنے
۶ت تا ۱۵ ات ۳ت ۴ت تا ۱۲ ات

۴۔ خراج صوبۂ کاریہ

کنیدوس باشندگانِ کیلندیا مرناسائے لندوس ترمیرا فاسیلیس
۳ت ۶ت ۲ت ۸ت ۲۵۰۰ درہم ۲ت ۳۰۰۰ درہم ۶ت

قوم خروتی سی استی پالیا کوس باشندگان لسیہ یالی سوس کامیروس
۳ت ۲ت ۳ت ۱۰ ات ۴ت

(اسطرح روڈس نے ۲۴ تالنت دیتا تھا مگر یالی کارناسوس سے صرف ایک تالنت صرف ات۔ ... ۴ درہم وصول ہوتے تھے) {واضح ہو کہ یالی سوس، کامیروس لندوس جزیرۂ روڈس میں تھے۔ مترجم}+

۵۔ خراج صوبۂ جزائر:۔

کارستوس ائی گینہ اندروس لیمنوس کوریسوس سیریفوس
۷ت ۳۰ ۱۲ ۹ (جزیرۂ کیوس) ۱ت ۵۰۰۰ او ۲ت

اور ساموس کے مثل دولتمند جزیروں کے شہر شامل تھے کہیں ذکر نہیں + ہم ان اسباب کے متعلق جن کی وجہ سے اس نہایت مفید اصول سے (یعنی بجائے روپیے کے جہاز مہیّا کرنا) دیگر شہروں نے استفادہ حاصل نہیں کیا محض قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں + ابتدا میں تو یہ سب بالکل خودمختار شہر تھے جو محض ایران کے حملے کی مدافعت کے لیئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔ اسوقت تو ایتھنز کا یہ ارادہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب شہر بجائے اسکے کہ بنے بنائے جہاز ایتھنز کے حوالے کریں ایک رقم معیّنہ اسکی نذر کر دیا کریں۔ مگر امتداد زمانہ سے ان میں سے اکثر شہروں نے مختلف وجوہ سے رفتہ رفتہ جہازوں کی طیاری کا مکمل انتظام خود ایتھنز ہی پر چھوڑ دیا[۳]+ اغلب ہے کہ ان میں سے بہت سے شہر تو ابتدا ہی سے جہاز مہیّا کرنے کے قابل نہ ہونگے اور انھوں نے نہایت خوشی سے جہاز سازی کا کام ایتھنز ہی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔

ایریتریہ	خالکس	تھےرا	اِمبِرُوس	کیوس	کیتھنوس	ناکوس
۱۵ ت	۱۰ ت	۳ ت	۲ ت	۴ ت	۳ ت	۶ ت ۴۰۰۰و

پاروس	سفنوس	تینوس +
۱۶ ت ۱۲۰۰و	۳ ت	۳ ت

ظاہر ہے کہ خراج کا بار سب سے زیادہ جزائر ہی پر پڑتا تھا +

[۳] پلوٹارک (حیات کیمون ۱۱) کی رائے ہے کہ کیمون کے سوائے دیگر ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی لیگ کے ان حلفا کو سزا دی جو خراج تو ادا کرتے تھے مگر "ملاح" اور "جہاز" مہیّا نہ کرتے تھے۔ مگر کیمون نے ان حلیفوں کو جو لڑنا نہیں چاہتے تھے یہ اجازت دی کہ وہ محض خالی جہاز مہیّا کرنے اور "صلاح نیک" دینے پر اکتفا کریں + اگر اس بیان کی صحت فرض کرلیجائے تو اس سے دو امروں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایتھنز میں یہ خیال کہ بہ نسبت جہازوں کے روپیے لینے میں زیادہ فائدہ ہے غالب نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس امر کا تصفیہ اکثر مختلف سپہ سالاروں پر ہی چھوڑ دیا جاتا تھا + ایتھنزی مدبّروں نے اس کلیے کی بنیاد جسپر ایتھنز عام طور پر عمل پیرا ہوگیا۔ بتدریج ڈالی اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا ہر جگہ ایک ہی طرز پر نفاذ ہوتا تھا، مثلاً طوسی دیدش کے

سپرد کر دیا ہوگا اور اسکے معاوضے میں روپے کی ایک خاص مقدار ادا کرنے لگے ہونگے اور یہی طریقہ برابر جاری رہا ہوگا۔ بعض حلیف ایسے بھی ہونگے جنھوں نے محض اپنے آرام اور سہولیت کے خیال سے ابتدا ہی سے سیاسیات کے پیچیدہ مسائل اور انتظام جنگ کو ایتھنزیوں پر چھوڑ دیا ہو۔ انکے سوائے ایسے بھی حلیف تھے جنھوں نے ابتدا میں تو جہاز ہی مہیا کیئے مگر ایتھنز کے خلاف بغاوت کے جرم میں انکو یہ سزا دیگئی کہ آئندہ بجائے جہازوں کے نقد روپیہ خزانے میں داخل کیا کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو مدنظر رکھنے کے باوجود بھی وہ وجوہ صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتے جنکی وجہ سے صرف لیشبوس، خیوس اور ساموس ہی ایسے حلیف رہ گئے تھے جو خراج نہ ادا کرتے ہوں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز نے یہ ترکیب چلی ہو کہ اراکین لیگ حتی المقدور روپیہ ہی ادا کیا کریں اور ظاہر ہے کہ حلفا میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنھوں نے بلا جنگ آزمائی کیئے ہوئے بتدریج اس اصول کو تسلیم کر لیا ہو +

اسکے ساتھ ہی ہمیں طوسی دیدیش کا یہ فقرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لیگ کے آغاز ہی میں خود ایتھنزیوں نے جہاز مہیا کرنے والے اراکین کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی اور خراج گزار اراکین کا تعین کر لیا تھا۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز کو اپنے حلیفوں پر کافی اقتدار اور نئی عضویت کے ترتیب دینے کیلیئے اسے کافی اختیارات حاصل تھے جو بالکل ایسے قانون ساز کے اختیارات کے مساوی تھے جو یونانی سیاسیات کے میدان میں ذی اقتدار ہو۔ اسکے سوائے ایک اور امر کا اعادہ ضروری ہے۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ خراج ادا کرنے میں تساہل کرنے کی پاداش میں حلیف ریاستوں کو جبراً مغلوب کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام ریاستیں جنھیں خراج دینا پڑتا تھا کبھی نہ کبھی ضرور مغلوب ہی کیگئی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ۔ ایک فقرے سے (۵، ۱۸) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن تھا کہ ایک شہر خراج بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اسے اندرونی معاملات میں اختیارات بھی حاصل ہوں +

حقیقت حال یہ ہے کہ محض ان ہی ریاستوں پر تشدد روا رکھا گیا تھا جنکی صورت حال اور واقعات انکے لیئے ناموافق تھے + نظر براین امر ہم یہ کلیۂ عام پیش کر سکتے ہیں کہ باجگزار حلیفوں کے تعلقات مختلف نوع کے تھے، اور تمام شہروں کے متعلق ایک ہی رائے قائم کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہے[۴] + مختلف حلفا کے خراج کے تعین کا کام ارسطیدیش نے اپنے ذمے لیا اور ہر ایک شہر کے خراج کی تعداد مقرر کر دی طوسی دیدیش[۵] کے نزدیک پہلے ہی سال میں خراج کی تعداد چار سو سات تالنت

---

[۴] محض خراج کی ادائی سے کوئی بلدیہ سپاہی مہیا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوتا تھا + اور یہ امر اور ہے کہ بہت جلد بری جنگ ایران کا خاتمہ ہو گیا اور ایتھنز کو سپاہیوں کی ضرورت اسقدر زیادہ نہ رہی اسکے لیئے میولیئنڈ ورف کی کتاب "تحقیقات بابت مسائل لسانیات" جلد ۱ ص ۱، تا ۳، دیکھنا چاہیئے جسمیں فاضل مورخ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ ایک محدود دائرے سے باہر جو حلیف تھے وہ ہی سپاہی مہیا کیا کرتے تھے اسلیئے کہ غالباً انکی حیثیت پہلے سے کم ہو گئی تھی + اسکے خلاف بوسولٹ کا نظریہ ہے (۲، ۱۳۵۱، ۲۷۶، ۴) +

[۵] طوسی دیدیش (۱، ۹۶) کے نزدیک پہلے سال کے خراج کی مقدار ۴۶۰ تالنت تھی۔ مگر کرشہوف کی تنقید کے بعد (ہرمیس ۱۱، ۳) منجملہ دیگر مورخین کے گلبرٹ (۱، ۳۹۴) اور بوسولٹ (۳، ۲، ۳۵۲) اسے غلط قرار دیتے ہیں اور بہت سے مصنفوں کا یہ گمان ہے کہ طوسی دیدیش متذکرۂ بالا فقرہ در اصل زمانہ مابعد کا اختراع ہے + مگر بیلوخ طوسی دیدیش کو صحیح سمجھتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ در اصل ارسطیدیش کے زمانے ہی سے اکثر ارکین لیگ میں شامل ہو گئے تھے اور انمیں سے ایک جزیرۂ روڈس بھی تھا + وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لیگ کی جغرافی تقسیم سے (جو ۴۴۲ ق م یا اس سے پہلے ہی عمل میں آئی ہوگی) یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مختلف ارکین کب لیگ میں شامل ہوئے +

خراج کی مقدار کے متعلق طوسی دیدیش (۲، ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آغاز جنگ پیلوپونیز کے وقت حلفا سے ۶۰۰ تالنت سالانہ کی آمدنی تھی۔ مگر فہرست ہائے خراج سے ۵۰۰ سے کم ہی کا پتہ لگتا ہے + اسکے لیئے بوسولٹ کا (میولر ۴، ۲۱۶) مطالعہ کرنا چاہیئے + غالباً طوسی دیدیش نے ساموسی چندہ بھی اپنی رقم مقررہ میں شامل کر لیا ہے +

سالانہ تھی۔ مورخین مابعد نے اس خراج کا نام "تشخیص ارسطیدیش" رکھا ہے۔ مگر اب اس تمام قصے کو خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلیئے کہ بعض مورخوں کا قول ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد تک خراج کی مقدار اسقدر نہیں ہوئی۔

گو اس جنگ سے لیگ کے حلقۂ اثر میں گو نہ اضافہ ضرور ہو گیا تھا مگر ہمیں شبہ نہیں کہ خراج نہیں بڑھایا گیا۔ بہرحال اس سے یہ تو لازم نہیں ہوتا کہ اس لڑائی سے پیشتر مقدار میں کچھ کمی تھی۔ اغلب یہ ہے کہ جو کچھ خراج لیا جاتا ہوگا وہ ان جہازوں کی تعداد پر منحصر ہوگا جو حلفا کو ایرانیوں کے خلاف مہیا کرنے پڑتے تھے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں ایک جہاز کی تیاری میں ایک تالنت صرف ہوتا تھا اور تری ارآخ (کپتان) کے سالانہ اخراجات بھی اسی قدر ہوتے تھے۔ فی ملاح چار او بول یومیہ بطور تنخواہ و اخراجات طعام ملتے تھے۔ گویا اگر جہاز سال میں آٹھ ماہ بر سر کار رہا تو قریب ۲۰۰ ملاحوں کو ۲۴۰ یوم تک یہ رقم ملیگی جسکی سالانہ مقدار ۳۲۰۰۰ درہم ہوتی ہے۔ اور اگر اس رقم میں ایک چوتھائی تالنت بطور سود قیمت جہاز اضافہ کیا جائے تو گویا کل سالانہ خرچ سات تالنت ہوا۔ بعض گویا ۴۶۰ تالنت سے صرف ۶۶ سہ طبقہ جہازوں کا انتظام ممکن ہے اور جب یہ دیکھا جائے لیگ کا حلقۂ اثر جزیرہ کیوس سے بائی زنطہ تک اور بائی زنطہ سے ملطہ اور جزیرہ روڈس تک پھیلا ہوا تھا تو (گو بعض حلیف جہاز بھی مہیا کرتے تھے) یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رقم کچھ زیادہ نہ تھی۔ ماسوائے جہازوں کے مہیا کرنے کے ایتھنز کو سپاہیوں کی خوراک اور وردی کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا اور ۵۰۰۰ سپاہیوں کے لیئے اکثر ۶۰۰۰ درہم روزانہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ و جدال کے زمانے میں زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ مگر جب دائرۂ جنگ میں کمی ہوئی تو یقیناً حلفا کو شکایت کا موقع ملگیا کہ مقدار خراج کم نہیں کی گئی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ ارسطیدیش کو تو ضروریات جنگ پوری کرنا تھا مگر اس کے جانشین محض جبر و تشدد پر تلے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اول تو یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ قریباً تمام اہم شہر ارسطیدیش کے زمانے میں ارکین لیگ نہ تھے۔ اور دوسرے ممکن ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد حلیفوں کو یہ امید ہوگئی کہ مقدار خراج کم کردیجائیگی مگر یہ امید پوری نہ ہوئی ہو اسکے لیئے گروٹس "تاریخ یونان" ۶۲ ۴۸ ۲ دیکھنا چاہیے

درکار ہوتے ہونگے جس کے حساب سے صرف فوج کے اخراجات کے لیئے سالانہ ۸۰ اتالنت درکار ہوئے + اگر ایتھنز اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی ۶۶ سہ طبقہ جہاز بھی تیار رکھتا تھا تو گویا اسکے ذمے باقی سب حلفا کے مجموعی خراج سے نصف عائد ہوا حالانکہ حلیف ابتدا میں ایتھنز سے چھ گنے زیادہ مالدار تھے اور یہی مناسبت حلیفوں اور ایتھنز کے آبادی میں تھی + اگر دریائے یوری مِدون کی لڑائی کے بعد خراج کی مقدار میں اضافہ نہیں کیا گیا تو اس سے ایتھنز کی انصاف پسندی عیاں ہوتی ہے اس لیئے کہ اسنے اتنی ہی مجموعی رقم برقرار رکھی جو کسی زمانے میں اس نے ضروری سمجھی تھی اور ارا کین لیگ سے انفرادی مطالبہ جات میں کمی کردی + اس کے سوائے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مطالبہ جات نہایت قلیل تھے مثلاً [۳۶] ق م میں بائی زنطہ نے اتھینا دیبی کو اپنے خراج کا ساٹھواں حصہ ادا کیا گویا اس خراج کی مجموعی مقدار ۱۰ اتالنت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی ۔ اور بائی زنطہ حقوق تجارت کے معاوضے میں یہی قلیل رقم ادا کرتا تھا ۔ در آنحالیکہ اگر وہ خود انتظام کرتا تو یقیناً اس رقم سے تین جہاز بھی مہیا نہ ہوسکتے جو چھوٹی سے چھوٹی مہم کے لیئے بھی کافی نہ ہوتے اور قربانیاں مزید برآں ہوتیں اس کے برعکس ساموسیوں کو ۷۰ سہ طبقہ جہاز تیار رکھنے کی قدرت تھی اور انکے پاس مستقل طور پر ۳۵ جہاز تھے جن پر وہ سالانہ ۸۰ اتالنت خرچ کرتے تھے + بوجوہات متذکرہ بالا یہ کوئی انصاف کے خلاف امر نہ تھا کہ ایتھنز وہ روپیہ جو حفاظت عامہ سے پس انداز ہوتا تھا اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتا تھا + قریب [۴۵۴] ق م میں لیگ کا خزانہ دیلوس سے ایتھنز کو اسلیئے منتقل کردیا گیا کہ دیلوس جیسے مختصر اور غیر محفوظ مقام پر خزانہ رکھنا خطرے سے

[۶] پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۵ + "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۲۶۰ میں اس سال ([۴۵۴] ق م) کا تعین کیا گیا ہے اور اسی کی تطبیق ساؤپے نے گیورٹنگن کے "رسالہ انجمن علمیہ" [۱۸۶۵ء] میں اور کیوہلر نے اپنی تصنیف "نوشتہائے (صفحہ ۱۰۲)" میں کی ہے + انتقال مستقر کی تحریک ساموس کی جانب سے پیش کی گئی تھی +

خالی نہ تھا۔ اب اس خزانے کی محافظہ بجائے ڈیلوسی اپولو کے اتھینا دیبی ہوگئی اور اسکا اتھینا کا بت خانہ ہی اسکا مستقر بنا دیا گیا۔ ہر سال خراج کا ساٹھواں حصہ یعنی ہر ٹالنٹ پر ایک مینا اس دیبی کے نذر کیا جاتا تھا اور یہ رقم بطور ایک رقم محفوظ کے ایتھنز اور لیگ کی اغراض کیلیئے جمع ہوتی رہتی تھی ؔ اگر ایتھنز پس ماندہ رقوم کو (جن کا اصل مقصد تو مصرف جنگ ضرور تھا مگر جسکی ضرورت نہ پڑتی تھی) اتھینا دیبی کی تزئین میں خرچ کرتا تھا تو ایسا کون سا یونانی تھا جو اس کا الزام ایتھنز پر لگا سکتا۔ اس لیئے کہ یونانیوں کے نزدیک تزئین اور تحسین تو مذہب کے گویا زر خرید لونڈیاں تھیں ؔ +

گو ایتھنز یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان بلدیات کے اندرونی معاملات میں بھی، جو خراجگزار تھے، دست اندازی کرے مگر بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے انھیں چند شرائط کی پابندی کرنی پڑی ہو جو ایتھنز اور لیگ نے عائد کیئے ہوں + ایتھنز کی یہ عام خواہش تھی کہ ان شہروں میں عمومیت کا دور دورہ ہو، مگر اسکی یہ خواہش ہمیشہ پوری نہ ہوسکتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو رسالہ "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہم تک پہنچا ہے اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایتھنز اشرافیہ کا بھی طرفدار ہوجایا کرتا تھا اسلیئے کہ وہاں کے عموم کا کبھی کبھی یہ بھی خیال پیدا ہوجاتا تھا کہ مواقع پیش آسکتے ہیں جب بہ نسبت ایک انبوہ کثیر کے جسکی رائے میں مطلق

ؔ زمانہ حال کے مورخ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آیا علاوہ بت خانے کے خزانے کے ایتھنز میں کوئی اور بھی ملکی خزانہ تھا جسے لیگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (بُوسولٹ ۲، ۲۳۴) + اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ایسا خزانہ ضرور تھا اور کرشہوف اور بُوسولٹ (میولر ۴، ۱۸۹) اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں مگر بوئخ اور بیلوخ کی رائے خلاف ہے + کرشہوف کی رائے اس کے مضامین رسالۂ برلن اکاڈمی ۱۸۶۲ء و ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۶ء میں دیکھنی چاہئیں + کرٹیس (تاریخ یونان ۲، ۲۵۱-۲۵۲) کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساٹھواں حصہ منہا کرنے کے بعد باقیماندہ روپیہ مملکت کا مملوکہ ہوجاتا تھا اور خود عامۃ القوم کے زیر انتظام آجاتا تھا مقدس خزانے سے جسمیں یہ ساٹھواں حصہ جمع ہوتا تھا حکومت صرف روپیہ قرض لیکر خرچ کرنیکی مجاز تھی +

ؔ اگر مملکت کے خزانے کا روپیہ دار المملکت کی آراستگی میں صرف کرنا بیجا ہے تو یہ جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا

دیرپا ئی ہو وہ شرفا کے مختصر جماعت پر زیادہ بھروسہ کر سکتے تھے۔ ساموس کی مثال سے مطلب براری ہوسکتی ہے۔ وہاں ابتدا میں تو فارقلیس نے عمومیت قائم کی مگر ۴۱۲ق م میں اشرافیہ برسر اقتدار ہوگئی تھی۔[۹] بعض مرتبہ ایتھنز اپنے کسی حلیف کے محض اندرونی معاملے میں براہ راست دخل اندازی کرتا تھا اور بالآخر تمام معاملات کا تصفیہ ایک عہد نامے کے ذریعے سے عمل میں آتا تھا۔ اس قسم کے ان عہد ناموں کے اجزا جو ایتھنز، ملطہ اور ایریتھرائے کے درمیان ہوئے ہم تک پہونچے ہیں۔ اور یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ ہر ایک دار الریاست سے سرزد ہوتا ہے۔

۹۔ طوسیدیدیس ۸، ۲۱۔ مجکو گلبرٹ (۱، ۴۰۰) کی رائے سے اتفاق نہیں ہے اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ باشندگان سلیمبریا کو تبدیلی دستور کی جو آزادی دی گئی تھی وہ کیوں مستثنیات سے شمار کیجائے۔ بوسولٹ (۲، ۴۲۶) اور دیگر مصنفین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور ہر حلیف ریاست کے تعلقات جدا گانہ تھے۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی لازمی ہے کہ اشرافیہ اور عمومیہ کی حد بندی اسقدر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر تصفیہ کرسکیں کہ ان میں سے کون طرز حکومت کسی خاص عہد میں رائج تھا۔ ایتھنز کیلئے تو سب سے زیادہ اہمیت اس فریق کے برسر اقتدار ہونے میں تھی جو ایتھنز کا ہمنوا ہو۔ اور اگر اسکے دوست تعداد میں تو کم تھے مگر تھے دولتمند تو اسکے لیئے عدیدیت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمیشہ طبقہ ادنیٰ کے افراد ہی ایتھنز کے مداح ہوں اور اسکے برعکس تجارتی بلدیات میں تو قرین قیاس یہ تھا کہ امرا ہی کے تعلقات ایتھنز سے ہونگے اس لیئے اس کی حفاظت میں وہ بہ آسانی بحری تجارت کرسکتے تھے۔

تھسالوی معاملات کی حالت میں اسقدر یکسوئی نہ تھی جو بوسولٹ فرض کرلیتا ہے (۲، ۴۳)۔ اسکی رائے ہے کہ طبقۂ امرا (جو قبائل الیوادئے اور شکوپادئے کے زیر اثر تھا) ایتھنز کے اقتدار کا دشمن تھا۔ ممکن ہے کہ بوسولٹ کا استدلال حقیقت پر مبنی ہو مگر الیوادئے جو ہر نوع عمومیت پسند نہ تھے ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ غرض سیاسیات کی عام صورت حال اسوقت بھی وہی تھی جیسی اب ہے اور ملک کا سیاسی نظم

ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایتھنز اور اسکے حلفا کے تعلقات محض عام سیاسی اصولوں پر مبنی نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ واقعات متعلقہ اور ماحول کا اندازہ کر لیا کرتا تھا۔ واضح ہو کہ بجنسہ یہی حالت رومنوں کی تھی اسلیئے کہ روما نے اپنی سلطنت کے بعض صوبوں میں مختلف قبائل کو بالکل مختلف نوع کے اختیارات دے رکھے تھے۔

ایتھنز نے حلفا کو سکے بنانے کی ایک حد تک آزادی دے رکھی تھی، اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انھیں محض رعایا نہیں سمجھتا تھا۔ سکوں کے عام مسئلے پر ہم نے ایک علیحدہ حاشیہ میں مفصل بحث کی ہے[۱۰]۔

اب عدالتی انتظامات پر غور کیجیئے۔ یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی بلدیہ یا کوئی شخص ایتھنز کے خلاف غداری کرتا تھا تو اسے خود ایتھنز ہی عدالتوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا تھا[۱۱] اور غالباً ایسے جرائم کی تحقیقات بھی جنکی سزا موت تھی ایتھنز ہی میں ہوتی تھی اور چونکہ حلیفوں کو بہ نسبت مقامی عدالتوں کے ایتھنز ہی عدالتوں سے زیادہ انصاف کی امید تھی اسلیئے اس ضابطے سے کسی کی کوئی خاص حق تلفی مقصود نہ تھی۔ اسکے سوا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دیگر معاملات میں مقامی عدالتوں کو کسقدر اختیارات حاصل تھے اور اسکی بابت قوانین وضوابط فرض کر لینا صریحاً غلطی ہے۔ اغلب تو یہ ہے کہ اول تو حلیف شہروں کی عدالتوں کے حد اختیار میں امتیاز تھا اور دوسرے امتداد زمانہ سے انکے اختیارات برابر کم ہی ہوتے گئے۔ خاص خاص ریاستوں کے حد اختیار کے متعلق ان عہدناموں سے پتہ چلتا ہے جو ہم تک پہنچے ہیں مگر عام حدود کی بابت صرف مختلف مصنفین کی تحریریں پیش کیجاسکتی ہیں جو ہرگز اس قدر وقیمت کے مستحق نہیں ہیں جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے مثلاً "مملکت ایتھنز"

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - اصول پرستی کے خیال سے نہیں بلکہ سودمندی کے لحاظ سے تیار کیا جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ خود اسوقت بھی دنیا میں عمومیت کا راج نہیں کہا جاسکتا۔

حاشیہ ۱۰ طویل ہونے کی وجہ سے باب کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

۱۱ غداری کے مقدمات کے تصفیے کیلیئے ارسطوفانیس کا ناٹک "صلح" ۶۳۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے اور اسکے ساتھ ہی گلبرٹ ۱، ۴۰۲ کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

نامی کتاب میں جو اس وقت تک زیر مباحثہ ہے یہ لکھا ہے کہ ہر ایک تجویز کے لیئے حلیف ایتھنز آنے پر مجبور رہتے تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک معاملے کے تصفیے کے لیئے ہر ایک اہل معاملہ کا ایتھنز آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اور چونکہ اس وقت تک یہاں اس رسالے کے متعلق یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ قابل وثوق ہے یا نہیں اس لیئے یہ نہیں کہا جا سکتا حلفا کی بیشتر تعداد بھی ایسی تھی جنکے باشندوں کو تجویز مقدمات کیلیئے ایتھنز آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور سوائے محض قیاس کے اور کوئی امر ہماری رہبری نہیں کر سکتا کہ وہ کون سے امور تھے جنکے تصفیے کیلیئے وہاں آنا لازم تھا۔ غالبًا وہ مقدمات جنمیں فریقین ایک ہی ریاست کے شہری ہوں اور مناط نالش ایک خاص رقم سے تجاوز نہ کر گئی ہو انکو ایتھنز لانے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ معاملات جنمیں بنائے دعویٰ کوئی معاہدہ ہوتا غالبًا اسی جگہ ہوتے ہونگے جہاں معاہدے کی قرارداد ہوئی ہو۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز ہی خلاف انصاف تصفیہ کرتے اور اپنی سیادت کا بیجا استعمال کرنے پر تلے رہتے۔ نہ یہ صحیح ہے کہ حلیفوں کو ایتھنز جانے میں طرح طرح کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس لیئے کہ ہر ایک حلیف زیادہ سے زیادہ دو روز میں ایتھنز پہنچ سکتا تھا۔ اس ضمن میں آخری امر جو قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ ایتھنز کی جیوریوں پر یہ لازم نہ تھا کہ انکو مختلف حصص سلطنت کے مقامی قوانین پر عبور رہی ہو اور ایسے معاملات میں وہ محض اپنی ضمیر اور ذاتی پسند کے اعتبار سے تجویز دیتے تھے۔ اسی لیئے فریقین کا فرض تھا کہ وہ ججوں کو تمام فراز و نشیب سمجھائیں۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو ایتھنز جانا کچھ زیادہ تکلیف دہ نہ تھا اور اگر بالفرض فریقین وہاں جانا نہ چاہتے اور آپس میں سمجھوتہ کر لیتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا اور حلیفوں کو اس سے شکایت کا کیا موقع تھا۔[۱۲]

[۱۲] تفصیل کے لیئے بوسولٹ (۲، ۴۴۳) مطالعہ کیا جائے۔ بعض مورخوں کی رائے میں "خود مختار" بلدیات کے حد اختیار میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لفظ "خود مختار" نہایت مبہم ہے اور محض اس لفظ کی بنا پر ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اراکین لیگ ماہ ایلافے بولیون میں ایتھنز اگر خراج مخصوص افسروں کو جنکا نام ہیلینو تاسی اے تھا ادا کرتے تھے + اسکی ادائی کی نگرانی مجلس خاص کرتی تھی اور اگر وقت پر خراج ادا نہ کیا جاتا تھا تو ایتھنز سے ایک عہدہ دار محصل خراج "ز یکلوگائس" جنگی جہازوں میں باقی دار شہروں میں تحصیل خراج کے لیئے جاتے تھے + جملہ دعاوی متعلق خراج ایتھنزی عدالتوں میں ہی طے پاتے تھے + بہت سے شہروں میں ایتھنزی فوج مخصوص افسروں یعنی "فرلور آرخی" کے ماتحت میں رہتی تھی اور انکے سوائے حکومت کے طرف سے ناظر بھی مقرر تھے جنکا سیاسی رنگ تھا - مگر ایتھنزی عدالتوں کے عملے میں گلے توریس ہار اور ایپی طے نائی (منتظم) ہوتے تھے جنکا کام یہ ہوتا تھا کہ لیگ کے شہروں میں ایتھنزی سیادت کی حفاظت کریں یعنی مقدمات میں ترتیب دیں اور بوقت ضرورت خود بھی صدارت کے فرائض انجام دیں +[13]

سال میں آٹھ مہینے ایتھنزی جہاز بحیرہ ایجین میں گشت لگاتے تھے تاکہ تمام ریاستوں کو معلوم ہو جائے کہ سلطنت اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی مدافعت کرنے کیلئے مستعد ہے + عام طور پر ایتھنز مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا - مگر لیگ میں ایتھیناڈیمی کو گویا ایک قسم کی خصوصیت حاصل تھی اور حلیف اسکے لیئے نذرانے لانے پر مجبور تھے ایتھنزی ایلیوسس کے دیوتاؤں کو بھی الہیہ لیگ سمجھتے تھے اور انکے سامنے حلیفوں کے نام سے چڑھاوے چڑھاتے تھے +[14]

ابتداء میں تو مجالس لیگ جس میں حلیف شہروں کے قائم مقام ہوتے تھے ڈیلوس میں منعقد ہوتی تھیں - مگر یہ رفتہ رفتہ مسدود ہوگئیں[15] - اور اس میں شبہ ہے

---

[13] فرؤار خوئے کیلئے میولینڈورف کی کتاب تجسسات ۱ ؍ ص۱۳ و ص۲۷ دیکھنا چاہیے - مناسب مقامات پر قلعے بنے ہوئے تھے جنمیں نوجوان ایتھنزیوں کی فوج رہتی تھی جنکی نگہداشت فرؤرائے اور فرؤار خوئے (محافظ اور صدر محافظ) کرتے تھے + آئیس کوپوئے (ناظر) کا تعلق ملکی انتظامات سے تھا - اسکے لیئے میولینڈورف ص۵ و ۶۶ کا مطالعہ کرنا چاہیے

[14] پلوٹارک: "حیات فارقلیس" + اگر ایتھنزی لیگ کو ایتھینا ڈیمی کا اتحاد کیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا +

[15] طوسی ڈیڈش ۱؍ ۹۶ - ۹۷ + ان مجالس کے جلسوں کے خاتمے کے وجوہ بالکل قرین قیاس ہیں + ہر حلیف کے ایتھنز کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے +

جب جلسے ہونا بند ہو گئے تو ایتھنز نے ان شہروں سے جو جہاز مہیا کرتے تھے کبھی عام مسائل کے متعلق رائے لی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ جب فارقلیس برسر اقتدار تھا تو اس زمانے میں کسی شخص کو لیگ کی مجلس طلب کرنے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔

چونکہ ذہنی آزادی مذہب کے حدود کے اندر شمار کیجاتی تھی اور ایتھنز نے اپنے حلفا کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دیدی تھی اسی لیئے انکو ذہنی آزادی بھی حاصل تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسنے اسکے برعکس اپنے لیئے نہایت سخت مذہبی قوانین بنائے تھے اور ایتھنزی شہریوں کو قدیم مذہبی عقائد کی خلاف ورزی یا نئے دیوتاؤں کی پرستش کی مطلق اجازت نہ تھی۔ مگر دیگر شہروں کے مذہبی عقائد سے وہ کلیتاً علیحدہ رہتا تھا۔ یہ توعیاں اور ناقابل انکار ہے کہ ایتھنز نے اپنے شہروں کے لیئے تو مذہبی آزادی محدود کر دی مگر ساتھ ہی اسنے رواداری کی تبلیغ کا بیڑہ اپنی چار دیواری سے باہر کیلیئے نہیں اٹھایا۔ اور وہ شخص جو مذہب میں آزادی پسند ہونے کی وجہ سے ایتھنز میں قیام نہ کر سکتا تھا لیگ کے ان شہروں میں نہایت اطمینان کیساتھ اپنے عقائد کی تبلیغ کر سکتا تھا جہاں کا قانون اسے اجازت دے۔

شہر اور مملکت بالکل ہم معنے تھے اور مذہب کا ان دونوں سے نہایت گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ دور افتادہ ریاستوں کو شہری حقوق دیکر مملکت کو وسیع کیا جائے۔ غیر ملکی فرداً فرداً ایتھنزی بن سکتے تھے مگر بستیاں کی بستیاں ایتھنزی قومیت حاصل نہ کر سکتی تھیں۔ اور یائی زنطی یائی زنطی ہی رہے اور پاروسی پاروسی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطور میتوئکی کے غیر ملکیوں کو خاص کر ایسی حالت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ تعین خراج کا مسئلہ ایتھنز اور فرداً فرداً ہر ایک ریاست پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ایتھنز کا کوئی دستور بھی نہ تھا جو مابہ النزاع ہو سکتا۔ اور اگر مسئلہ جنگ ایران پر بھی ان مجالس میں بحث نہیں ہوئی تو پھر آخر کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہو سکتا تھا اور مجالس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر لیگ امور مباحثہ طے کر لیتی اور ایک ضابطے کا اختراع کر لیتی تو یہ نہایت تعجب کی بات تھی۔ زمانہ حال کے مورخوں کی رائے کیلیئے بوسولٹ ۲، ۱۴ ص دیکھنا چاہیئے۔

بوجہ فضیلت دولت یا علم یا ہنر برتر ہوں، باوجود اس امر کے ملطیہ، بائی زنطہ اور ہالی کارناسوس کے باشندے بہ نسبت اپنے شہروں کے ایتھنز میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں کم ہوں۔ انمیں سے بعض تو اسقدر طاقتور تھے کہ انھوں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اسمیں کامیابی حاصل کی اور خود جزیرۂ روڈس نے تو عین دوران جنگ پلوپونیز میں اپنے صدر مستقر روڈس کی بنیاد ڈالی۔ اور ان حلیف شہروں نے جو بحر اعظم کے کناروں پر آباد تھے باوجود ایتھنز کے دست نگر ہونے کے اپنے ان ہمسایوں کو جو تہذیب و تمدن میں اسنے کم تھے برابر شائستگی اور تمدن کا سبق دینا جاری رکھا اور اپنا اقتدار گھٹنے نہ دیا۔ ان میں سے سب سے زیادہ کارہائے نمایاں تھرسیی بلدیات کے تھے۔ مگر جب ہم انکا مقابلہ ایتھنز کے حالات سے کرتے ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم انھیں کسی طرح سے ان روشنی کی شعاعوں سے تشبیہ نہیں دیسکتے جو ایتھنز کی فضا سے نمودار ہوتی تھیں۔

ایتھنز نے حلیف اضلاع میں اپنی سیادت اور اثر کو ایک اور طریقے سے تقویت پہنچائی۔ اسنے بجائے اپوئکیائے یا پرانی طرز کی نوآبادیوں کے کلیروخیاں یعنی نئی طرز کی نوآبادیاں قائم کرنا شروع کیا۔[16]

[16] کلیروخیوں کیلئے پلوٹارک کی حیات فارِقلیس ۱۱ اور ہ کرشہوف کی کتاب کلیروخیاں اور طریق تحصیل خراج (مضامین انجمن علمیہ۔ برلن۔ ۱۸۷۲ء) اور فوکارٹ کی کتاب "پانچویں صدی ق م کے ایتھنزی نوآبادیاں" دیکھنی چاہئیں۔ بریا کی نوآبادی کا حال اسکے نوشتہ ضابطۂ آبادکاری (مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۳۱) سے معلوم ہوتا ہے۔ مختلف کلیروخیوں کے حال کیلئے جنکا اس کتاب میں ذکر ہے بوسولٹ کے مفصلۂ ذیل اجزا کا مطالعہ بہتر ہے:۔

۲، ۳۶۴ (ائیون)۔ ۳۹۸ (سکپروس)۔ ۳۵۶ (خرسونیس)۔ ۵۳۸ (لیمنوس اور امبروس)۔ ۵۴۰ اسنوف، امی سوس، استاکوس۔ اسکے لئے ۱، ۳۲۸ بھی دیکھنا چاہیئے)۔ ۵۴۲ (یوبیہ)۔ ۵۴۳ (ناکسوس، اندروس، بریا)۔

عام یونانی نوآبادیاں تو خود مختار شہر تھے مگر ایتھنزی اور رومن نوآبادیوں کی خصوصیت یہ تھی وہ بیرونی ممالک میں شہریوں کی بستیاں تھیں جنکے افراد ہنوز اپنے مادر وطن کے دست نگر رہتے اور جنکے اصل حقوق شہریت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی + ان کا ایتھنز سے بجنسہ وہی تعلق تھا جو میسینہ کو اسپارٹا سے، سوائے اسکے کہ جغرافی نقطۂ نظر سے انکو مادر شہر سے اس درجے قرب حاصل نہ تھا بلکہ انکے مساکن دور و دراز مقامات پر تھے اور انکا مقصد رومن شہریوں کی طرح محض روزی پیدا کرنے کے بجائے اپنی سلطنت کی حفاظت کرنا بھی تھا + رومنوں کی طرح وہ بعض مرتبہ سلسلہ وار اضلاع میں جاکر آباد ہو جاتے اور وہاں سلطنت جمہوریہ ایتھنز کے اندر ایک ایسی ہی مملکت کی بنیاد ڈالتے جیسے زمانہ مابعد میں ہجرت اقوام کے دور میں جرمنوں نے رومن شہنشاہیت کے اندر قائم کر لی تھی + کلیروخیوں کا دستور بالکل جداگانہ تھا جسمیں ایتھنز ہی کی طرز پر آرخن، مجلس خاص، ایکلیزیا اور اسٹرانی گوئے تھے، مگر انکے خاص قسم کے مقدمات ایتھنز ہی میں طے پاتے تھے + اس طرز آبادکاری کا اختراع اسوقت ہوا جب چھٹی صدی ق م کے آغاز میں ہی ایتھنزیوں نے سلامس پر قبضہ کر لیا۔ مگر اسکا زمانہ مابعد کے کلیروخیوں سے فرق یہ تھا کہ سلامس ایتھنز سے اسقدر قریب تھا کہ وہ گویا اٹیکا کا ایک حصہ شمار ہونے لگا + جن کلیروخیوں کا تعلق چھٹی صدی ق م کی تاریخ سے ہے وہ سب تھریسی شہر ایون کے ۴۷۵ ق م کے ناکام حملے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - لیمنوس اور اندروس کیلئے بوشولٹ (۲، ۲۰) اور کرافٹ کی کتاب "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات ۵۶۰ ق م سے ۳۱۳ ق م تک" (ڈیوبنگن ۱۸۷۱ء) دیکھنا چاہیئے +

باوجودیکہ جب کسی جگہ کے باشندوں کو کلیروخی کیلئے اپنی اراضی حوالے کرنی پڑتی تھی تو (کرٹیوف کے قیاس کے مطابق) عام طور پر خراج کم کر دیا جاتا تھا مگر اسکو اصلی باشندے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یوبیہ کی بغاوت کا اصل سبب یہ کلیروخیاں ہی ہوں + امفی پولس اور تھوریئی کی نوآبادیاں اس لئے ناکام ثابت ہوئیں کہ اس میں غیر ملکی عنصر بہت تھا اور یہاں کے نئے باشندوں کی سیاسی حیثیت

قائم ہوئیں اور وہ مفصلہ ذیل تھیں:-

(۱) اسکیروس بزمانۂ کیمون۔

(۲) تھریسی، خرسونیز، لیمنوس، امبروس، یوبیہ، ناکسوس، انڈروس، بزمانۂ فارقلیس۔

(۳) تھریسی بریا

(۴) اسنوف، امی سس، استاکوس، جیسے ممالک اقشین میں ایتھنزی اقتدار بہت بڑھ گیا۔

(۵) یوبیہ کی دوبارہ فتح کے بعد شہر ہستائیہ کی جگہ اوریوس کی بنیاد۔

ذکر کا خیال ہے کہ امن سی سالہ تک جب گویا اسپارٹا نے ایتھنز کی سیادت کا خاتمہ کر دیا، ۱۵۰۰۰ ایتھنزی اس قسم کے کلیروخیوں میں جاکر آباد ہوچکے تھے۔ جزائر سکیروس، لیمنوس اور امبروس ایتھنز کی ذاتی ملک قرار دئیے گئے اور چوتھی صدی میں بھی جب ایتھنز کی قوت بالکل زائل ہوچکی تھی یہ جزیرے برابر اسی کے ماتحت رہے اور خود روما نے بھی انھیں اسی حالت میں رہنے دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں قریب ۱۵۰۰۰ ایسے شہریوں کو جنکی جائداد نہایت قلیل تھی دیگر ممالک میں بھیج کر اراضی کا مالک بنا دیا گیا اور وہ کم از کم زیوگتائی بن گئے۔ خود اٹیکا میں ایتھنزی شہریوں کا اندازہ ۲۰۰۰۰ (یا بیلوخ کے نزدیک ۳۵۰۰۰) کیا گیا ہے[۱]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ متذکرہ بالا کلیروخیوں کی سیاسی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ اس موضوع کیلئے گروٹس ۴۶۳-۴۰۸ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱] بیلوخ ۶۱-۶۳۔ اس تعداد کے ساتھ ہی اگر ۹۰۰۰ میٹوئکی بھی ملائے جائیں تو آبادی ۴۵۰۰۰ شہریوں تک پہنچ جاتی ہے (ص ۸۳)۔ آبادی کا اندازہ لگانے کے وقت بیلوخ ان کلیروخیوں کو جو نامکمل حالت میں پھیلی ہوئی تھیں اٹیکا ہی میں شمار کرتا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ بہ نسبت ان محاصل کے جو زرکسیز نے ایشیائی یونانیوں اور جزائر کے باشندوں سے وصول لئے ایتھنز کے محاصل سے چھے گئے تھے ایرانی محاصل کیلئے کتاب ہذا باب چار کا مطالعہ کیا جائے۔

اور اگر مملکت ان کے سوائے... ۵ از مبدار دوں پر جو بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے بھروسہ کر سکتی تھی تو اس سے اسکی وقعت اور اقتدار میں گونہ اضافہ ہوا ہوگا۔ کلیر وخی کے باشندے اسی قبیلے اور ویمے کے اراکین رہتے تھے جسکے وہ ترک وطن کرنے سے پیشتر رکن تھے۔ چونکہ اولین رومن نوآبادیاں سلامیس کی آبادکاری کے بعد ہی قائم ہوئیں اسلئے کہ قیاس کہ ان کا اثر رومنوں پر پڑا ہوگا کچھ غلط نہ ہوگا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ایتھنزی کو کسقدر حظ اور فائدہ بحری ملازمت اور لیگ کے دستِ نگر بلدیات وہ دورہ کرنے اور وہاں کے باشندوں کی وفاشعاری کے اظہار سے حاصل ہوتا ہوگا۔

اسناد متعلق باب ۱۷

سب سے زیادہ اہم چند نوشتے ہیں جنکے اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم کیئے جاسکتے ہیں۔ یعنی وہ فہرستیں جنمیں ان حصوں کا اندراج تھا جو خراج میں سے اتھینا دیبی پر چڑھایا جاتا تھا (مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۲۲۶)۔ اور ۴۲۵ ق م کے تشخیص محاصل (نوشتہائے قدیمہ ۱، ۳۷)۔ ان سب کو کرشہوف اور کیوہلر نے جمع کر کے اس قابل بنادیا ہے کہ انسے تاریخ میں مدد لی جاسکے۔

اس موضوع پر خاص خاص کتابیں مفصلہ ذیل ہیں:۔

(۱) کیوہلر: "نوشتہ جات وتحقیقات دربارۂ تاریخ مشارکت دیلوس واٹیکا"۔ انجمن علمیہ برلن۔ ۱۸۷۹ء۔

(۲) کرشہوف: دیلوسی اٹیکائی مشارکت اپنے حیات کے پہلے دس سال میں ہرمیس ۱۱، ۱ وغیرہ۔

(۳) کرشہوف: فہرستہائے خراج۔ اولمپیاد ۸۵، ۲ تا ۸۸، ۱۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۰ء

(۴) لیو: آغاز مشارکت دیلوس و اٹیکا۔ ویسباڈن ۱۸۷۰ء
(۵) فرانکل: ایتھنزی لیگ کے حالات۔ وغیرہ۔ لائپزگ۔ ۱۸۷۸ء +
(۶) شال: "مشارکت ایتھنز"۔ منشٹر۔ ۱۸۸۱ء +
(۷) بوئخ: "مالیات ایتھنز"۔ تیسری اشاعت +
(۸) گلبرٹ: "قدیمیات یونان" حصہ ۱ +
(۹) بوسولٹ: ،، ،، (میولر ۴' ۲۱۰ وغیرہ)
(۱۰) ثرپو: "شرائط حلفا" وغیرہ۔ پیرس ۱۸۸۳ء +
(۱۱) بوسولٹ: "تاریخ یونان"۔ جلد ۲ +
(۱۲) کرٹیس: ،، ،، ۲۔ خاصکر صفحہ ۲۴۲ وغیرہ +

حاشیہ نمبر (۱) سب سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایک اِستاتر کا وزن (جو مختلف یونانی سکوں کی گویا بنیاد ہے) مفصلہ ذیل تھا:-

آئی گینہ کے معیار کے مطابق	-	۱۹۴	انگریزی گرین	
ایرانی	،،	،،	- ۱۶۷	،،
بابلی	،،	،،	- ۱۶۹	،،
یوبیائی۔ اٹیکائی	،،	-	۱۳۵	،،
فنیقی معیار	،،	-	۱۱۲	،،

اور ایک استاتر کی قیمت مختلف مقامات میں اس درجے مختلف تھی کہ فینیقی استاتر ائی گینہ کے استاتر کے نصف سے کچھ ہی زیادہ تھا۔ اور گو ایک استاتر دو درہم کے مساوی ہی شمار کیا جاتا ہے مگر فینیقی استاتر بعض مرتبہ صرف ایک درہم کے برابر ہوتا تھا۔ بابلی اور ایرانی استاتر تقریباً ہموزن تھے اور دونوں ائی گینہ کے استاتر سے ذرا چھوٹے تھے۔ اس پیچیدگی کی وجہ سے خاص خاص مواقع پر یہ طے کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ سکوں کا کوئی خاص سلسلہ کس معیار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مطابق ہے۔ اسی لئے ہیڈ تو بعض سکوں کو ائی گینہ کے معیار کے مطابق بتاتا ہے (صفحہ ۱۵۰) مگر دیگر مورخین کی رائے ہے کہ گو وہ وزن میں ایرانی معیار سے ذرا کم تھے مگر در اصل اسی معیار سے متعلق تھے۔ لطف یہ ہے کہ متعدد معیار مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اختیار کئے جاتے تھے۔ اسی لئے اکثر مسئلوں کا تصفیہ محض ذاتی رائے پر چھوڑ دینا پڑتا ہے اور معیاروں کے اوزان سے مختلف سکوں اور بلدیات کی تواریخ کا تعین نہایت دشوار امر ہے۔

سلطنت ایتھنز میں سونے چاندی اور الکٹرون (مرکب نقرہ و زر) کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ سونے کا سکہ رائج الوقت ایرانی دارائی تھا (غالباً اس لفظ کا تعلق شاہ داریوش سے نہ تھا ("دارا" کے معنی محض شہنشاہ کے ہیں۔ آجکل بھی ایران میں ایک سکہ رائج ہے جسے "شاہی" کہتے ہیں۔ مترجم) الکٹرون ایشیاء کوچک میں مسکوک کیا جاتا تھا اور ایتھنز اور بہت سے اور شہروں میں چاندی کے سکے رائج تھے۔ اب ہم سلطنت ایتھنز کا مفصل حال بیان کرینگے اور ان شہروں کا شمار کرینگے جہاں ہمارے علم میں سکے ڈھالے جاتے تھے۔

ایتھنز میں ۱۰ درہم، ۴ درہم، ۲ درہم، درہم ۳ اوبول، ۱½ اوبول، اوبول، ½ اوبول چاندی کے تھے اور انکے ایک طرف ایتھنیا دیبی اور دوسری جانب ایک الو کی تصویر تھی۔ اسی لئے انھیں کوراے ("زاغی") یا گلاوکیس ("بومی") کہتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ فنون لطیفہ کی ترقی کی مناسبت سے ان تصاویر کی خوبصورتی میں ترقی نہیں ہوئی اور اتھینا دیبی کی تصویر اپنی قدیم طرز پہ بے ڈھنگی ہی رہی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سکوں کا عام انداز برابر وہ ہی رہا جو قدیم زمانے میں تھا۔ یہ سکے غالباً غیر یونانی اقوام میں بہت ہر دلعزیز تھے اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔ اس قسم کے تعصب کی مثال آجکل کے زمانے میں بھی مشرقی افریقہ میں مل سکتی ہے جہاں ماریا ٹیریزا کا ڈالر اسوقت تک رائج ہے۔ ارسطوفانیس کی ناٹک "غوکان" (۲۰) سے قدما نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ پیلوپونیز میں ایتھنز ہی سونا ڈھالتے تھے۔ مگر ہیڈ (۳۱۳، ۳۱۴) کی رائے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال اس دور میں سکے بنانے میں بے پروائی ہونے لگی اور اتھینا کے سر کی وہ قدیم حالت قائم نہ رہ سکی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یوبیہ میں مخصوص یوبیائی معیار عرصہ دراز سے رائج تھا اور اسی کو زمانہ مابعد میں ایتھنز اور کورنتھ نے بھی اختیار کر لیا۔ مگر سلطنت ایتھنز کے زمانے میں صرف تین شہروں یعنی کارستوس، خالکس اور ایریتریا میں ٹکسالیں تھیں۔ اور جب یوبیہ سلطنت سے علیحدگی کی سنہ ۴۴۵ ق م میں کوشش کی تو یہ ٹکسالیں بھی بند ہو گئیں۔

اس بغاوت کے فرو ہونے سے چونتیس سال تک ایتھنز نے اسکو سکے بنانے کی اجازت نہیں دی مگر سنہ ۴۱۱ ق م میں وہ دوبارہ باغی ہو گیا اور یوبیائی لیگ کی طرف سے علیحدہ سکے ڈھلنے لگے جن پر لفظ "یوبوئے" کندہ تھا۔

موجودہ معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزائر ایجین میں صرف جزیرۂ سفنوس ہی ایسا تھا جہاں ٹکسالیں تھیں اور اس جزیرے ہی میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی تھیں (ہیڈ ۴۱۹ - ہیروڈوٹس ۳، ۵۷)۔ اس جزیرے کے بعض سکے تو اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور بعض آئی گینہ کے معیار سے متعلق، اور آئی گینہ کا معیار ہی نہ صرف جزائر میں بلکہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں سوائے کورنتھ کے باقی تمام ارض یونان میں رائج تھا۔

آئی گینہ میں بھی جو اس زمانے میں ایتھنز کا باجگزار حلیف تھا برابر اس کے مخصوص سکے "خیلونائی" رائج رہے (ہیڈ ۴۴۳)۔ جب سنہ ۴۳۱ ق م میں وہاں کے باشندے ملک بدر کر دیے گئے تو سکے ڈھلنا بھی بند ہو گیا۔

ہیڈ کی رائے ہے کہ جزیرہ نمائے خالکدیس میں ائی نیہ، پوتیدیہ، مینڈے، سکیونے، اولنتھوس، تیرونے اور اکانتھوس میں یوبیائی معیار کے سکے بنتے تھے۔ مگر سنہ ۴۳۲ ق م میں غالباً براسیداس کی مداخلت کے بعد انھوں نے بجائے یوبیائی کے فنیقی معیار اختیار کر لیا اور یہ ہی مقدونیہ میں بھی عام طور پر رائج الوقت ہو گیا اور پانچویں صدی ق م میں خود مقدونی بادشاہ بھی اس کے مطابق سکے ڈھالنے لگے۔ دریائے اشترمون کے کنارے پر صرف تراگی لوس (؟) ہی ایسا شہر ہے جہاں فنیقی اوزان کے چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۱۹۰)۔

تھریسی ساحل کے شہروں میں ابدیرا، دکائیا (جسکا ابدیرا سے دیرینہ تعلق تھا)، مارونیہ اور اے نوس کے سکے اس وقت تک موجود ہیں جنمیں سے مارونیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور ائے نوس کے سکے تو یوبیائی اٹیکائی معیار کے مطابق بتائے گئے ہیں اور باقی تین شہروں کے سکوں میں فینیقی معیار قائم رکھا گیا ہے۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ابدیرا اور مارونیہ کے سکوں پر عمال کے نام کندہ ہیں۔ یہ یونان میں اپنی طرز کی پہلی مثال ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں جمہوری احساس ضرور تھا مگر اشرافی حکومت کی طرف زیادہ میلان نہ تھا۔ فون سالیٹ کہتا ہے کہ چونکہ ائے نوس کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں اسلئے وہاں کی طرز حکومت عدیدیت لئے ہوئے تھی۔ مگر یہ لازم نہیں۔ (ہیڈ ۲۱۴)

اندرون تھریس کے اضلاع کا ایک چار درہم کا سکہ سپارادوکوس اول (ق ۴۳۰ ق م) کے زمانے کا ہے (ہیڈ ۲۳۹) اور چند دو درہم کے سکے سیوتھیس اول کے (جنپر "سیوتھاکوبا یا سیوتھا آرکیریون" ("سکہ سیوتھیس" یا "نقرۂ سیوتھیس") کندہ ہے) موجود ہیں۔ یہ سکے اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھریس میں ایتھنز کا معتدبہ اثر ہوگا جزیرہ تھاسوس بابلی معیار کا تابع تھا اور یہ معیار ساحلی اضلاع پانگایا اور ایماتھیا میں مروج تھا مگر اسکا استاتر نسبتاً ہلکا ہوتا تھا۔ استاتر کے وزن میں ایتھنزی سیادت کے زمانے میں متواتر کمی ہوتی گئی یہانتک کہ وہ بالکل اٹیکائی استاتر کے برابر ہوگیا۔ جب تھاسوس ایتھنز سے ۴۱۱ق م میں علٰحدہ ہوا تو اسنے خالکدیسی شہروں کی طرح فینیقی اوزان استعمال کرنا شروع کر دئیے۔ اور ہیڈ (۲۲۰) اس دور کے ایک تھاسوسی سکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اسکی ساخت میں اتنی ہی مہارت دکھائی گئی ہے جتنی شاید خود فدیاس دکھاتا۔

یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تھریسی خرسونیز اور شہر خرسونی سوس کے بعض سکے اسی زمانے کے ہیں۔ جن سکوں کو میں ملتیادیس کی طرف منسوب کرتا ہوں انکے لئے اس کتاب کا باب ۱، حاشیہ ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

ابتدا میں اپولونیا (پونتوس) کی طرح سیلیمبریا کے سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے مگر بعد میں اسنے اٹیکائی معیار اختیار کر لیا۔ اس کے برعکس خود پونتوس کے شہر میسمبریا میں ۴۵۰ق م کے بعد اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جاتے تھے۔

یا نتی کاپیم کے طاقتور شہر کا ایتھنز سے عرصۂ دراز سے تعلق تھا اور چونکہ ممکن ہے کہ وہاں کے اشکیپٹ قوم کو ایتھنزی سکے پسند آگئے ہوں اس لئے پانچویں صدی ق م تک ایتھنزی سکے ہی وہاں مروج تھے اور خود شہر میں مطلق سکے نہ ڈھالے جاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تجارت کا مرکز استوف تھا اور اس شہر میں جو معیار قائم تھا وہ فینقی یا ایکائی معیار سے ذرا کم تھا اور وہاں کے دو فینقی درہم آئی گینہ کے ایک درہم کے برابر ہوتے تھے (ہیڈ ۴۴۳ تا ۴۴۱)

اب مغرب کی جانب چلئے اور ایشیائے کوچک کے شہر شمار کیجئے۔ افسینی ہرقلیہ میں ۴۱۵ھ ق م سے پیشتر سکے ڈھالے نہ جاتے تھے مگر اسکے بعد وہاں استوف کے سکوں کے ہم وزن سکے بننے لگے۔ خالکدون میں ایکائی معیار کے پانچویں صدی ق م کے جزو آخر میں بنے ہوئے سکے اسوقت تک موجود ہیں۔ شہر بائی زنطہ میں ۴۳۰ھ ق م سے پیشتر صرف لوہے کے سکے رائج تھے سونا اور چاندی اسوقت تک مسکوک نہ ہوا تھا (ہیڈ ۲۲۹)۔ اشترابو کا قول ہے کہ گو استاکوس میں ۵۲۳ھ ق م میں ہی اینھنزی نوآبادی قائم ہوگئی تھی مگر پھر بھی پانچویں صدی ق م میں اس کا معیار وہی ایرانی رہا۔ ان تمام تمثیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ باسفورس کے ایشیائی ساحل پر اینھنزی اثر تھا تو ضرور مگر غالب نہ تھا۔

کی زکوس معاملات زر کے ضمن میں نہایت اہم شہر ہے۔ اس میں پانچویں صدی میں سب سے پہلے سکے ڈھالے گئے (ہیڈ ۴۲۹)۔ اسکے استاتر اور ہیکتائے تو الکترون کے تھے اور سونے کے سکے کی جگہ خالص سونے کے ایرانی دارائیاں چلتی تھیں جو پانچویں اور چوتھی صدی ق م تک کے طلائی سکوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھیں اور اسوقت تک متواتر رائج رہیں جب فیلقوس شاہ مقدونیہ نے مقدونوی طلائی زر کو رواج دیا۔ یہاں کے سکوں کا ذکر اکثر اینھنزی نوشتوں میں آتا ہے اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت تھے اور مختلف طرز کے تھے۔ ان کی بابت بہترین تذکرہ کینن گرین وال کی کتاب "کی زکوس کے الکترون کے سکے" میں ہے جس سے یہ عجیب وغریب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے سکوں پر دیگر بلدیات مثلاً گیلا اور پوسئیدونیا کی مہریں کھدواتے تھے۔ یہاں کے اور لیمپسوس اور فوکائیا کے استاتر کا وزن ۲۵۔ گرین تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایونیہ کے بہت سے شہروں کے قدیم الکترون کے سکے اور لمپساکوس اور ابی دوس کے سکوں کے اوزان ان سے مختلف تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیپساکوس کے الکترونکے سکون کا ابتدائی تو وہ ہی معیار تھا جو ملطہ کا تھا (۲۲۰ گرین) مگر پانچویں صدی ق م میں یہ ۲۳۲ گرین کے ہو گئے (ہیڈ ۲۵۶) کیزیکوس کی طرح اٹیکائی نوشتوں میں یہاں کے خوبصورت استاتروں کا بھی ذکر ہے۔ اور درآنحالیکہ چاندی کے سکے ۵۰۰ سنہ ق م سے پیشتر فونیقی معیار کے مطابق مضروب کئے جاتے تھے مگر اسکے بعد ایرانی معیار ہی ملحوظ رکھا گیا +

چھٹی صدی ق م میں ابی دوس میں الکترون ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب ہوتی تھی مگر پانچویں صدی ق م اسکے سکے ڈھلنے بند ہو گئے اسلئے کہ غالباً اس شہر کی اہمیت لیپساکوس سے کم ہو گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس صدی میں چاندی ضرور ایرانی اوزان پر مضروب کی جاتی تھی +

ہیڈ (۴۷۰) کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی مثل چھٹی صدی ق م کے کیبرینے میں الکترون کے ہیکتائے ڈھالے جاتے تھے اور داردانوس میں (۴۷۱) الکترون کے ہیکتائے فوکائیا اور کیزیکوس کے اوزان پر اور استاتر ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب کیئے جاتے تھے اور چاندی کے سکوں کیلئے ایرانی وزن کا خیال رکھا جاتا تھا + شکیپسس میں چاندی کی کانیں تھیں اور وہاں چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے جو غالباً ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے (ہیڈ ۴۷۴)

متی لنہ اور فوکائیہ کے درمیان جو عہدنامہ موخرالذکر شہر کے سکوں کی بابت غالباً ۴۳۰ سنہ ق م میں ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیسبوس اور فوکائیہ میں الکترون کے ہیکتائے مضروب ہوتے تھے (اسکے لیئے لنورمان کی کتاب "سکہ جات قدیمہ" ۲، ۶ اور ہیڈ کی کتاب صہ۴۸۴ دیکھنی چاہیئیں + اسکے سوا متی لنہ میں چھوٹے چھوٹے چاندی کے سکے، بالخصوص یونانی اٹیکائی درہم (ہیڈ ۴۸۴) اور لیسبوس میں ایسے سکے بھی ملے ہیں جنمیں صرف ۴۰ فیصدی چاندی ہے اور جو عام طور پر "کانسیے کے سکے" کہلاتے ہیں۔ یہ غالباً خوردے کیلئے استعمال ہوتے تھے (لینورمان ۱، ۱۹۷ - ہیڈ ۴۸۳) +

چھٹی صدی ق م میں ایونیہ میں الکترون کے سکے رائج تھے اور ملطہ انکا گویا مرکز تھا + یہاں کا استاتر لدیہ کی معیار کے مطابق ۲۲۰ گرین کا تھا اور فوکائیہ، لیسبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ اور کیزیکوس سے بقدر ۲۴۰ یا ۲۵۰ گرین چھوٹا تھا مگر کلازومنائے ایریتھرائے خیوس،
ایفی سوس، ساموس اور ایولیائی شہر داردانوس اور کیومے اور ہالی کارناسوس کے
سکّوں کے ہموزن تھا + ہمارے پاس ۲۷۰ گرین کا ایک استاتر بھی ہے جو ائی گینہ کے معیار
کے مطابق تھا اور یہ استاتر ہیڈ کی رائے میں سنہ ۵۰۰ ق م سے بعد کا نہ ہوگا + بہر حال پانچویں
صدی ق م میں ملطہ کے الکتڑون کے سکے مضروب ہونا تو بند ہوگیا مگر فوکائیا میں ہیکتائے
ڈھالے جاتے ہیں اور استاتر کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے + الکتڑون کے یہ تمام سکّے
اتنے ہی مروج تھے جتنے کیزیکوس کے +

پانچویں صدی خاص طور پر ایونیائی شہروں کے چاندی کے سکّوں کے لئے ممتاز
تھی ۔ اور صرف ملطہ ہی ایسا شہر تھا جسنے غالبًا اس وجہ سے اسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت
عمدہ تعلقات تھے اس صدی میں کوئی چاندی کا سکہ نہیں ڈھالا + جن شہروں میں چاندی مسکوک
ہوئی مثلًا خیوس میں اور قریب کی ساحلی بستیوں میں مثلًا کلازومنائے ایریتھرائے
اور ایفی سوس میں فنیقی معیار کا خیال کیا جاتا تھا ۔ اسی معیار کا خود ساموس میں بھی لحاظ
تھا مگر اسکے سکّوں کے چند خصوصیات ہیں جو دیگر بلدیات میں نہیں پائی جاتیں + کلازومنائے
میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکّے ڈھلتے تھے اور تیوس میں ابتدا ہی سے ائی گینہ کے
معیار کے مطابق عمل ہوتا تھا اور سنہ ۴۸۰ ق م کے بعد فنیقی اوزان اختیار کر گئے + کولوفون
اندرون ملک میں واقع تھا اور اسنے ایرانی نمونے کا تتبع کیا ۔ خیوس کا دودرہم کا
سکہ نہایت وزنی تھا یعنی اسمیں بجائے ۱۱۲ گرین کے ۱۲۳ گرین بلکہ بعض مرتبہ ۱۳۰ گرین تک
چاندی ہوتی تھی + ساموسی سکّوں کا وزن ساموس کیلئے ہی مخصوص تھا مگر پ، گارڈنر
اپنی کتاب "ساموس اور ساموسی سکّے" صفحہ ۵۲ میں بالکل صحیح لکھتا ہے کہ سوائے اسکے
کہ یہاں بجائے ۲۰۲ گرین کے ۲۰۴ گرین کے سکّے ڈھالے جاتے تھے باقی فنیقی
معیار کا تتبع ہی لازم ہوگا + بہر حال ۴۳۹ ق م میں ساموس کو شکست ہوئی اور اسکے بعد
ساموس کے سکّے اٹیکا کے سکّوں کے ہموزن بننے لگے + ان سکّوں کی شبیہ سے ان کی
تاریخ ضرب کا اندازہ ہوتا ہے + ان پر زیتون کی شاخ بنی ہوئی ہے جنپر الفاظ "سا"
اور "اتھنین" کندہ ہیں اور جنکا ذکر پہلی مرتبہ بوریل اور بعد میں کرٹیس نے اپنی
"تاریخ یونان" (۶ ، ۲۹۸) میں کیا ہے + کارلوز کی تصنیف صفحہ ۴۶ دیکھنا چاہیئے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکی رائے ہے کہ مثل بہت سے اور سکوں کے یہ بھی دوسری مرتبہ مضروب ہوا تھا۔
کاریہ کے سکوں کے اقسام غالبًا ایونیہ کے سکوں سے بھی زیادہ ہیں + جزیرہ روڈس کے مقابل ساحل پر شہر استیرا میں بابلی معیار کی مطابقت کیجاتی تھی مگر وہاں کا استاتر بجائے ۱۶۹ اگرین کے صرف ۵ء۱۵۹ اگرین کا تھا (ہیڈ ۵۲۱) + کنیدوس اور اسکے سامنے والے جزیرہ سنا میں ائی گینہ کے اوزان کا تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر جب ۴۱۲ ق م میں کنیدوس نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس نے فنیقی اوزان ہی اختیار کر لئے + شہر کامروس کے سکے بھی، جو روڈس کے مغربی ساحل پر واقع تھا ائی گینہ ہی کے نمونے پر ڈھالے جاتے تھے مگر بلدیات یالی سوس اور لندوس جو جزیرے کے شمال و مشرق میں واقع تھے، فنیقیہ کا تتبع کرتے تھے + ان ہی کی طرح ہالی کارناسوس نے بھی جہاں غالبًا اس سے پیشتر چاندی مسکوک نہ ہوتی تھی فنیقی اوزان اختیار کر لئے مگر جزیرہ کوس میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے بنتے تھے اسلئے کہ اسکے تعلقات ایتھنز کے ساتھ نہایت گہرے تھے۔ یہ امر خاص طور پہ قابل غور ہے کہ کاریہ اور تھریس دونوں میں ایتھنز سے علیحدگی کے موقعے پر فنیقی معیار اختیار کیا گیا اور اسے ہی فیلقوس اور سکندر اعظم نے خود مقدونیہ میں رواج دیا (ہیڈ ۱۹۶ - ۱۹۷) + ترمرا کے شاہی سکے غالبًا پانچویں صدی کے ابتدائی حصے کے ہیں (ہیڈ - ۵۳۲)
لیسیہ کا شہر فاسیلس کے سکے جو ایتھنزی لیگ کے شہروں میں سب سے مشرق میں واقع تھا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے۔ مگر اسکے برخلاف خاص خطۂ لیسیہ کے سکے بابلی اوزان کے مطابق بنائے جاتے تھے مگر کہیں کہیں وہ یوبیہ کے معیار پر بھی اتر آتے تھے +

اس بیان کے آخر میں ہکو یہ کہنا ہے کہ مشطاکلیس نے مگنیشیہ میں ایٹکائی دودرہم کا سکہ مسکوک کیا +

امور بالا کا لحاظ کر کے ہم مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:۔

(۱) سونے کے سکے تو زیادہ سے زیادہ صرف ایتھنز میں پائے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت درجے کمیاب ہیں +

(۲) فنیقی معیار کے مطابق الکترون کے سکے کیزکوس، لیسبوس اور فوکائیا میں پائے جاتے ہیں۔ لمپساکوس کے اوزان ذرا مختلف ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (۳) چاندی کے بمفصلۂ ذیل اقسام کے سکّے پائے گئے ہیں۔
معیار آئی گینہ:۔ ائی گینہ، تیوس، کینڈوس، خرسونیز، کامروس +
معیار ایران:۔ یونتوسی ایولونیا، دارونوس، تنکپیس، لمپساکوس، ائی دوس، کولوفون، فاسے لس +
بابلی معیار:۔ تھاسوس، اسپیرا، لسبیہ +
یوبیائی اٹیکائی معیار:۔ ایتھنز، خالکدیس، ائی لونس، تھریس، تھاسوس، سیلیمبریا، خالکدون، لیسبوس، کلازومے نائے، ۴۳۹ء ق م کے بعد ساموس، کوس، اکسیبہ +
فنیقی معیار:۔ مارونیہ، دکائیا، ابدیرا، کلازومے نائے، ایرہتھرائے، خیوس، ساموس، یائی سوس، لندوس + خالکدیس کے شہروں اور تھاسوس نے بھی بغاوت کے بعد یہ ہی معیار اختیار کر لیا تھا۔
ان سکوں کے سوا ایرانی دارائیاں بطور سونے کے رائج الوقت سکوں کے عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں + تانبے کے سکے سب سے پہلے جنگ پیلو پونیز کے اختتام پر ایتھنز میں مضروب کیئے گئے (ہیڈ ۳۱۵) اور اسی زمانے میں غالبًا مشرقی یونان میں رائج ہوئے +
اس سے یہ ظاہر ہے کہ سکوں کے اقسام غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں ہیں + صرّاف ہر جگہ موجود تھے اور بٹہ لیکر ایک شہر کے سکوں کو دوسرے شہر کے سکوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ یہ عام کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ اپنے چاندی کے سکوں کو دیگر بلدیات میں رائج کریں۔ مگر انھوں نے کسی کا حق ضرب سلب نہیں کیا اسلیئے کہ حلفا (اندرونی معاملات میں) بالکل خود مختار تھے + اسکے ساتھ ہی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر ذی اختیار ریاست کیلئے ضروری تھا کہ وہ سکے بھی ڈھالے اور ابتدا میں تو صرف وہی ریاستیں سکے ڈھالتی تھیں جنکے پاس چاندی کی وافر مقدار تھی اور ایسی ریاستیں تعداد میں بہت کم تھیں + یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوبیہ اور ائی گینہ میں اسقدر چاندی کہاں سے آگئی کہ وہاں کے باشندے خود اپنے سکے مضروب کرنے لگے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ لئوریوں کا خطہ ایک طرح سے یوبیہ اور ائی گینہ کے درمیان واقع تھا اور غالبًا ان خطوں کو وہاں سے بہ نسبت ایتھنز کے زیادہ چاندی ملتی ہوگی + جزائر کیکلادیس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - صرف سفنوس ہی ایسا جزیرہ تھا جہاں دور سیادت ایتھنز میں چاندی سکوک ہوتی تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیائے کوچک اور تھریس کے یہ جزیرے ایتھنز کے زیادہ دست نگر تھے اور بظاہر محض ملطہ ہی ایسا جزیرہ تھا جو اپنے آپ کو بالکل ایتھنزی شمار کرتا تھا۔

باب اٹھارہ

ایتھنز بعہد فارقلیس

یونان کی رہبری کا مسئلہ۔

ایتھنز نے ایک ایسی شہنشاہی کی بنا کی تھی جو نہ صرف وسیع تھی بلکہ اس میں نفیس اور نادر بلدیات بافراط موجود تھے اور جسمیں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ اسکے مختلف اجزا کے درمیان دیگر ممالک حائل نہیں تھے بلکہ یہ سب بلدیات سمندر کے واسطے سے متحد ہو گئے تھے + یہ ممکن تھا کہ ایتھنز اپنی قسمت کی یاوری پر قانع ہوجاتا مگر ان ملکتوں کے جنکو اپنی طاقت اور قوت پر ناز ہوتا ہے + اور جنکے لئے قدرت کوئی بیرونی سرحد متعین نہیں کرتی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرحد کو وسعت دینے کی کوشاں رہتی ہیں۔ اور چونکہ ہم کو یہ غلط خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ جیسے جیسے انکے حدود وسیع ہوجائینگے ویسے ہی شہنشاہی کی حفاظت بھی آسانی سے ہوسکیگی اس لئے جسقدر دشمن انکے سد راہ ہوتے ہیں اتنا ہی انکے شوق وسعت میں ترقی ہوتی ہے + یہ ہی وہ اسباب تھے جن سے ایتھنز ارض یونان میں اپنے حدود وسیع کرنے کے درپئے رہتا تھا۔ مگر اسکو علم تھا کہ اگر براہ راست اسکی کوشش کی گئی تو اسکے مخالفین کے جوش کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی اور اسکی مطلب برآری نہ ہوسکیگی اور اگر وہ دوریائی ملکتوں میں (جو اسپارٹا کی جانبدار تھیں) غیر دوریائی عناصر پر اثر ڈالے گا تو یقیناً اسپارٹا کو خبر ہوجائیگی اور وہ اپنی حفاظت کیلئے مستعد ہوجائیگا + اسکے ماسوا، بیوٹیہ کی طرح وہ ملکتیں جو دوریائی النسل نہ تھیں صرف ایسی حالت میں ایتھنز کی ہمنوا ہوتی تھیں جب انکے اسپارٹا سے صریح دشمنی ہوتی + ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ ناممکن تھا کہ ایتھنز کبھی تمام یونان کا

سیاسی مستقر بن جائے +

۱ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہوگیا ہوگا کہ اس میں عام یونانی طرز عمل یا قومی آرزوؤں اور امیدوں کے باب میں یا ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں کچھہ نہیں لکھا گیا جنکے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ارض یونان کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ اس ظاہری نظر اندازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے استدلال سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاسی حالات اور واقعات و امکانات قدیم یونان سے وابستہ ہوجائینگے۔ درآنحالیکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کا سیاسی تخیل شہری مملکتوں (پولیس) سے آگے نہیں بڑھا۔ انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو کسی پولس کے "سیاسی اقتدار کی توسیع میں صرف یہ گنجایش تھی کہ وہ دیگر بلدیات پر قابو پاجائے مگر کسی ایسے بلدیے کو اپنی سیاسی شخصیت کا جزو بنانا قوی سے قوی شہر کیلیئے بھی بالکل ناممکن تھا + اس قسم کا قابو ایتھنز کو حاصل ہوگیا تھا مگر جب اسپر پیلوپونیزیوں کا حملہ ہوا تو یہ اقتدار قائم نہ رہ سکا + اسکے برعکس پیلوپونیزیوں نے ایک لیگ بنائی جو دوسروں کو تو مغلوب کر سکتی تھی مگر خود اپنے بچاؤ کی قابلیت نہ رکھتی تھی + بوجوہات ہذا اتفاق اور اتحاد کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کیمون اور کالیکراتی دیس کی آرزو کے مطابق ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ایک محالفہ ہوجائے مگر مثل دیگر بین قومی معاہدوں کے یہ بھی دیرپا نہ تھا + پائدار اور مضبوط بندش صرف اسطرح ممکن تھی کہ مفتوحہ شہروں میں جابجا لشکر متعین کیئے جائیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اسطرح قابو میں نہ رکھ سکا اور جب ایتھنز مغلوب ہوگیا تو اسپارٹا نے وہاں لشکر رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ غرض یہ ہے کہ جب تک یونانیوں میں یونانی خون موجزن تھا اسوقت تک یہ ممکن نہ تھا کہ ایتھنز ہی اس طرز عمل کا آغاز کریں اور پیلوپونیز کو اپنی ماتحتی میں رکھیں + ایک حقیقی متفقیت صرف اسی وقت قائم ہوسکتی ہے جب مختلف مملکتوں کے وکلا کو مکمل سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں، مگر پانچویں صدی ق م کی یونانی ریاستیں ایسے سیاسی بندوبست کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھیں جسیں کوئی مملکت اپنے اختیارات قربان کردے۔ اور وکلا کی تجاویز اسوقت تک قابل نفاذ نہیں سمجھی جاتی تھیں جبتک کہ مختلف مملکتوں نے انھیں فرداً فرداً منظور نہ کرلیا ہو + حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں نے کبھی ایسے اتفاق کی خواہش نہیں کی جسکی زمانۂ حالیہ کے قریب قریب ہر ایک قوم آرزومند ہے۔ اور ہمیں یہ کلیہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قدیم یونان میں قومی اتحاد صرف کسی بیرونی

مگر کیا کسی دوسرے طرز سے بھی ایتھنز یونان کا سردار نہیں بن سکتا تھا؟ اس کا جواب فارقلیس کے عہد میں اسوقت دیا گیا جب ایتھنز نے سیادت یونان حاصل کرنے کی کوشش کی جسے پلوٹارک مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

”جب اسپارٹا کو ایتھنز کی روز افزوں قوت اور اقتدار ناگوار ہونے لگا تو فارقلیس نے چاہا کہ لوگوں پر ایتھنز کی اہمیت اور بھی زیادہ آشکارا ہو جائے اور اسنے عوام ایتھنز سے ایک تجویز منظور کرائی جسکا ماحصل یہ تھا کہ یورپ اور ایشیا کے تمام جنوبی اور بڑی یونانی مملکتوں کے شہری اپنے اپنے نمائندے ایک کانگریس میں بھیجیں جو ایتھنز میں منعقد ہو اور ان سے ان معبدوں کی بحالی کے متعلق استفسار کیا جائے جو ایرانیوں نے برباد کر دیئے تھے اور ان قربانیوں اور چڑھاووں کی بابت مشورہ کیا جائے جنکی یونانیوں نے اسوقت منت مانی تھی جب ایشیائی حملہ آور سرزمین یونان میں موجود تھے۔ اسکے سوائے چونکہ یہ بھی ضروری تھا کہ یونانی بہ اطمینان کامل سمندر پر سفر کر سکیں اسلیئے فارقلیس نے یہ خواہش کی کہ جملہ بحری ساحلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خطرے کے مقابلے کے وقت ممکن تھا۔ اس قسم کا خطرہ جنگ ایران کے سالہا سال بعد تک نہیں پیدا ہوا اور نہ تو یونانیوں نے اتحاد کی کوشش وقت پر کی اور نہ اسکی کبھی تکمیل ہوئی۔

سلطنت ایتھنز کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ لیگ شکست نہیں ہو سکتی اور جو ریاستیں اس سے علیحدہ ہونا چاہیں وہ غدار شمار کی جائیں مگر ظاہر ہے کہ سوائے ایتھنز کے کسی حلیف ریاست نے اس عجیب و غریب اصول کو تسلیم نہیں کیا۔ بجنسہ اسی قسم کا مسئلہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شمالی ریاستوں اور جنوبی ”شارکتی“ ریاستوں کے درمیان مابہ النزاع تھا۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ایک اتحاد کے اراکین نے جنکے حقوق بالکل مساوی تھے اور جنکی آرا کا ہر ایک معاملے کے تصفیئے کیلیئے پورا لحاظ کیا جاتا تھا یہی نظریہ پیش نگاہ رکھا ہے کہ ہر ایک رکن کو اجازت ہونی چاہیئے کہ جب چاہے متفقیت کی رکنیت سے علیحدہ ہو جائے تو ہم نہایت آسانی سے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کو یہ خیال کبھی نہ تھا کہ یکجا ہو کر ایک مملکت قائم کریں

اسی کانفرنس میں طے پاجائیں + ان امور کی قرارداد کیلیئے اسنے دولوٹی برا عظموں کی تمام بڑی چھوٹی مملکتوں کے وکلا ایتھنز میں طلب کیئے اور اس مقصد کی تکمیل کیلیئے بیس ایسے ایتھنزی سفیر اطراف یونان کو روانہ کیئے گئے جنکی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی + انمیں سے پانچ سواحل و جزائر ایشیا، پانچ ہیلیسپونٹ و تھریس مع بائی زنطہ، پانچ بیوتیہ، فوکس اور پیلوپونیز اور لوکریس، اکارنانیہ اور امبریسیہ اور پانچ یوبیہ، اوئتیہ اور خلیج مالیہ اور فطیہ کے اکائیائیوں اور تھسالویوں کے پاس روانہ کیئے گئے + مگر چونکہ پیلوپونیزی اس کانفرنس کے اصول ہی کے مخالف تھے اسلیئے اس تگ و دو کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا + اس تحریک کے پیش کرنے میں ایتھنزی مدبروں نے نہایت ہوشیاری کی چال چلی تھی + ایتھنز کو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر ناز تھا اور اسی لیئے یہ تحریک مذہبی رنگ میں رنگی گئی تھی ظاہر ہے کہ اگر اسپارٹا اسے تسلیم کرلیتا تو تمام یونانیوں کا ایتھنز ہی کو اپنا مذہبی پیشوا مان لینا کچھ بیجا نہ ہوتا + افسوس ہے کہ اس واقعے کی صحیح تاریخ کا پتہ چلنا دشوار ہے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ یہ تجویز سنہ ۴۴۸ ق م کے موسم خزاں میں منظور ہوئی تھی۔ مگر اس سنہ کے مان لینے میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایسی تحریک صرف اسوقت کی جاسکتی تھی جب ایتھنز کو کافی اقتدار حاصل ہو اور بلاشبہ سنہ ۴۴۸ ق م میں ایتھنز کو اسدرجہ اقتدار ہرگز حاصل نہ تھا + پلوٹارک کے بیان مفصلۂ بالا کے ابتدائی الفاظ سے یہ ہرگز نہیں پتہ چلتا کہ یہ تیس سال کے امن کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ ایتھنز کی روزافزوں قوت "محض ادبی مبالغہ آمیزی" کا شگوفہ ہے پھر بھی تجویز کے الفاظ سے ہرگز سنہ ۴۴۸ ق م کا تعین نہیں کیا جاسکتا + تجویز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک نہ تو معبدوں کی مرمت کی گئی تھی اور نہ وہ نذریں گزرانی گئی تھیں جنکی یونانیوں نے منت مانی تھی۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حقیقت تو یہ ہے کہ انھیں اس قسم کے اتحاد کی آرزو ہی نہ تھی + دراصل مقدونیہ کی فتح یونان اسی اصول کا نتیجہ تھا + میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عدم اتحاد کیوجہ سے یونانیوں کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا جو اتحاد کی صورت میں نہ پہنچتا۔ مگر اس مسئلے پر یہاں تفصیل کیساتھ بحث نہیں کیجاسکتی +

یہ قیاس نہایت دشوار ہے کہ یونانی مملکتوں میں کوئی بھی ایسی ہوگی جو چھتیس[۳۶] سال متواتر اسقدر اہم مذہبی معاملے کو معرض التوا میں ڈال رکھے۔ اور بحری حفاظت کا انتظام تو خود ایتھنز اور اسکے حلیف کر ہی چکے تھے + اگر بالفرض سنہ ۴۴۶ ق م میں ایتھنز ہی کوئی ایسی تحریک پیش کرتے تو اسکا جواب یقیناً یہ ہوتا کہ آپکی خواہش کی تکمیل تو ہو بھی چکی اور اسکی تعمیل تو خود آپ ہی کر چکے ہیں + بدیں وجوہ اغلب ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۴۴۶ ق م سے پیشتر ہی کا ہو اور ممکن ہے کہ فارقلیس کے اقتدار کے ابتدائی زمانے یعنی قریب سنہ ۴۶۰ ق م کا ہو + خود نفس تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پیش کنندہ ایک نوعمر شخص ہے جسکو ابھی تجربے نے یہ نہیں بتایا کہ کسی اہم معاملے کی تجویز اسوقت تک نہیں کرنی چاہیے جبتک کہ اسکی تعمیل کم و بیش قابل یقین نہ ہو +

ماسوائے امور متذکرۂ بالا کے سفارتوں کی تقسیم بھی نہایت درجہ اہم ہے۔ اول تو دس سفرا ایتھنز کے بحری لیگ کے اراکین کے پاس روانہ کیئے جاتے ہیں۔ پانچ ان ریاستوں کو جنسے اسپارٹا کے خاص قسم کے تعلقات تھے اور باقی ماندہ پانچ لیگ ہمسائیگان" کے شمالی ریاستوں اور یوبیہ کو + اگر یہ کانفرنس مجتمع ہوتی تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے خاص خاص یونانی مملکتوں کے درمیان مخالفت کی کوئی صورت نکل آتی جس سے لیگ ہمسائیگان کی اہمیت کم ہو جاتی۔ اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ ایتھنز کی یہ چال دراصل اس تحریک کے خلاف چلی گئی تھی جو اسپارٹا نے اپنی لیگ کی بازتنظیم کی نفی ہمیں یاد ہے کہ اسوقت اسپارٹا چاہتا ہے کہ ان تمام ریاستوں کو جنپر غداری کا الزام آسکتا ہے خارج کر دیا جائے۔ ایتھنز نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں فیاض طبیعت اور صاحب ہمت ہونا چاہیئے اور یہ اپنے نیئے سب حلیفا کو خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ اس واقعے کا تذکرہ باب ۹ میں آچکا ہے۔ فارقلیس کی سفارتوں کی تقسیم سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز اپنی مطلوبات کے مطابق عملدرآمد چاہتا تھا۔ اور اگر ایتھنز کی چال چل جاتی تو آئندہ لیگ میں اراکین کی نصف تعداد تو ایتھنز کے حلیف ہوتے، ایک ربع اسپارٹا کے حلیف

اور باقی اراکین لیگ ہمسایگاں سے لیئے جاتے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی عضویت اسپارٹا کے پسند نہ ہوتی اسلیئے کہ جب کبھی رائے لینے کا موقعہ آتا تو اسکا پلہ ہمیشہ جھکا رہتا۔ بہرحال ان تمام باتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جنگ ایرانی کے بعد اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے کوشش کی کہ تمام یونان کے لیئے ایک دستور مرتب کیا جائے خواہ وہ دستور کتنا ہی سست و ضعیف ہو۔ اسپارٹا یہ چاہتا تھا کہ اسکا مرکز بڑی قوت ہو اور اسے ایتھنز کی جانب سے زک پہنچے۔ ایتھنز کوشاں تھا کہ اسکا دارومدار اقتدار بحری پر ہو اور اسکا سدراہ اسپارٹا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت ہی نے تو ان کو ایسا بنایا تھا کہ اکی ملکتوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اس امر کے لیئے کہ فارقلیس یونانیوں پر ایتھنز کی اخلاقی سیادت قائم کرنا چاہتا تھا پلوٹارک کے سوائے کوئی اور سند نہیں ہے۔ ایلیوسس کے ایک نوشتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے ایک اور کوشش کی گئی۔ اسمیں عوام ایتھنز کی ایک تجویز درج ہے جسمیں سنہ تو دیا ہوا نہیں ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۴۴۶ ق م کے بعد کے اور جنگ پیلوپونیز سے پیشتر کی ہے۔ بعض مورخوں کا قیاس ہے کہ یہ ۴۳۹ ق م کی ہے اور بعض ۴۲۳-۴۴۲ ق م کا بتاتے ہیں۔ اسمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ایلیوسس کی دیبی کو ایتھنز ہی اور اسکے حلیف گیہوں کی پیداوار کا ۶۰۰ واں اور جو کی پیداوار کا ۱۲۰۰ واں حصہ بطور نذر انکے پیش کریں اور اسکا جمع کرنا ایتھنز میں ہو تو ہیارخوں اور دیگر بلدیات میں ایکلوگیس کے سپرد ہو (دیکھو باب ۱۷)۔ ان احکام کے بعد مفصلۂ ذیل عبارت درج نوشتہ کی گئی ہے:۔ اسکے ساتھ ہی مجلس خاص کو یہ ہدایت کیگئی کہ وہ دیگر یونانی ملکتوں کو بھی اس تجویز کی نقول روانہ کردے اور انکو مطلع کردے کہ ایتھنز ہی اور اسکے حلیف یہ چڑھاوا دیبی کے سامنے چڑھاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ دیگر یونانیوں پر اسکا بار ڈالیں [یہ غالباً اسلیئے کہ اسکا جمع کرنا ناممکن ہوتا] مگر اسکے ساتھ ہی وہ درخواست کرتے ہیں کہ ڈیلفی کے کاہن کے قول کے مطابق

غلہ درآمد کیا جائے اور تمام یونانی شہر ایتھنز کی طرح اپنی اپنی طرف سے نذرانے پیش کریں۔ اسکے ساتھ ہی نوشتۂ مذکور میں اسکا بھی ذکر ہے کہ ایتھنز ہی اپنے ہی اختیار سے چندے کا ایک جزو بطور چڑھاوے کے چڑھائینگے اور جس ریاست کیطرف سے غلہ وغیرہ آیا ہو اس کا نام بھی مشتہر کر دینگے۔ اس تمام تجویز کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز کا مقصد یہ تھا کہ تمام یونانی ایلیوسس کے بت خانے کو اپنے مقدس ترین مندروں میں سمجھیں اور اس ذریعے سے ایتھنز کا وقار بڑھ جائے۔ ہمیں اسکا علم نہیں اس تجویز کی کس حد تک تعمیل ہوئی۔ ایسوکراٹیس ضرور کہتا ہے کہ اکثر یونانی مملکتوں نے اپنے غلے کا ۱۰۰واں حصہ ایتھنز روانہ کر دیا۔ مگر ممکن ہے کہ مثل دیگر فقروں کے ایسوکراٹیس نے یہ فقرہ بھی محض اثر پیدا کرنے کیلئے درج کر دیا ہو۔ اسلیئے کہ ایتھنز ی تو یہ ہی چاہتے تھے کہ جسقدر توقیر ایلیوسس کے مندر کی یونانیوں کی نگاہ میں تھی اس سے زیادہ ظاہر کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایتھنز نے یونان کا رہنما بننے کی کوشش کی مگر وہ بارآور نہیں ہوئی۔ جو برتاؤ اسنے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس سے بے تعلق یونانی اسکی طرف مائل ہوجاتے۔ چونکہ اسکی حکومت ایک خاص دائرے میں محدود تھی جسمیں وہ اپنا اثر قائم رکھتا تھا اسلیئے جو ریاستیں اس دائرے سے باہر تھیں انہیں اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی بلکہ اسکے بجائے یہ اطمینان تھا کہ انکی قسمت ایک مطلق العنان شہر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور انکے نزدیک تو ایتھنز سے اسپارٹا ہی اچھا تھا اسلیئے کہ وہ اپنے حلیفوں سے خراج تک وصول نہ کرتا تھا۔

نوٹ باب ۱۸

اس باب کیلیئے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

پلوٹارک: "حیات فارقلیس" فوکارٹ: "رسائل امور یونانی" ۲۲۵ھ

جسمیں نوشتۂ ایلیوسس کا خلاصہ دیا ہوا ہے + مجموعہ نوشتہہائے قدیمہ ۱، تتمہ ۲۷ (ب)، + ڈٹنبرگر - ج ۳

جس خیال کا پلوٹارک (۱۷) نے ذکر کیا ہے اسکے لئے اشمڈٹ کی کتاب "دور فارقلیس"، ۲، ۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں اس واقعے کیلئے سنہ ۴۶۰ ق م تجویز کیا گیا ہے۔ مگر ڈنکر (۹، ۱۲۰) کا قیاس ہے کہ یہ سنہ ۴۴۴ ق م میں اور بوسولٹ کی رائے میں (تحریک فارقلیس بنا بر اتحاد اقوام یونان) سنہ ۴۳۹ ق م میں ہوا ہوگا + تجویز محاصل کیلئے ڈنکر ۹، ۱۲۶ دیکھنا چاہیئے + ایسوکراٹیس کا بیان ہے کہ اکثر یونانی شہر اپنے اناج کا دسواں حصہ ایتھنز بھیجتے تھے +

جس نوشتے میں محاصل کا ذکر ہے اسی میں پیلارگی کون کا بھی بیان ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیا خاص تعلق تھا؟ اسکے لیے ہمیں یہ سب سے پہلے طے کرلینا چاہیئے کہ ایلیوسس کا مندر کس جگہ واقع تھا + یونانی مورخوں نے اسے شہر کے نشیبی حصے میں بتایا ہے اسلئے یا تو وہ محلہ پیلارگی کون کے قریب ہوگا یا ممکن ہے کہ اس محلے کے اندر ہی واقع ہو + اس کے لیے ملش ہوفر "ایتھنز" (یومیسٹر "یادگارہائے" صفحہ ۱۴۸) دیکھنا چاہیئے پیلارگی کون کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اکروپولس کے مغرب میں واقع تھا۔ مگر کرٹیس کا خیال ہے کہ پیلارگی کون دراصل اکروپولس کی چار دیواری کا نام تھا اور اسی کے نزدیک ایلیوسس کا مندر واقع تھا۔ اس مسئلے کیلئے یوڈیش کی کتاب اکروپولس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا + اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیمتر دیوتا کی پوجا اور پیلارگی کون میں کوئی نہ کوئی قریب کا تعلق ضرور تھا اور اس کا تعلق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں اس دیوتا کی پوجا شہر کے اس حصے میں جسے پیلارگی کون یا پیلاسگی کون کہتے تھے بحیثیت ایک پیلاسگی دیوتا کے ہوتی تھی +

انیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

امور خارجہ اور تدبر

اوراق بالا میں فارقلیس کے تدبر اور ان تعلقات کا کہیں ذکر نہیں جو اسنے یونانی اور غیر یونانی اقوام کے ساتھ روا رکھے اسلیئے اس اثنا کی تصویر جو فارقلیس کا ایتھنزی امور پہ تھا محض ادھوری ہی رہ جاتی ہے + اس ضمن میں خود یونانی ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا ذکر اس وجہ سے ضروری ہے کہ فارقلیس کی یہ خواہش تھی کہ اگر سب ریاستیں نہیں تو کم از کم وہ ہی ریاستیں جو اصولاً ایتھنز کے مدمقابل ہوں اسکے زیر اثر آجائیں +

سب سے پہلے تو مشرق کو لیجیئے + سلطنت ایتھنز کا رخ مشرق ہی کی طرف تھا اور اس کا قدرتی تعلق مشرقی ممالک ہی سے تھا - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کی شہنشاہی میں صرف ساحلی بلدیات ہی شامل تھے اور اسکے دائرہ اثر سے باہر یا تو یونانی اشرافیتیں تھیں یا نیم یونانی یا غیر یونانی حکمتیں یا ایسے شہر تھے جو فاصلے کے سبب سے ایتھنز کے زیر اقتدار نہ آسکتے تھے +

تھسلی اور ایتھنز کے تعلقات میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا + ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایتھنزی فوج میں ایک تھسالوی رسالہ تھا - مگر اسکے ساتھ ہی جنگ تناگرہ اور دیگر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تھسالوی سپاہی ہمیشہ وفادار نہ رہے تھے (جلد ا صفحہ ۱۸۱) اور اس قوم پر ایتھنزی کلیتاً بھروسہ نہ کرسکتے تھے + اس نقیض کی دو وجہیں تھیں - ایک تو یہ کہ ایتھنز میں

عمومیت اور تھسلی میں اشرافیت کا دور دورہ تھا اور فطرتاً ایک دوسرے کے مقابل تھے اور دوسرے بیوتیوں اور فوکیسیوں کی باہمی دشمنی تو تھی ہی تھسالوی عرصہ دراز سے دونوں کے مخالف تھے اور فوکسی ایتھنزیوں کے دوست تھے اور چاہتے تھے کہ وہ ڈیلفی کا ہن اور اسپارٹا کے گزند سے محفوظ رہیں + مگر مشکل یہ تھی کہ ایتھنز اور فوکس کے روابط کے بڑھنے سے تھسالوی ناراض ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ایتھنز اور تھسلی کے تعلقات عمیق نہ تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزیوں کو تھسلی سے صرف شمالی سرحد کی حفاظت کرانی مقصود تھی اور ظاہر ہے کہ تھسلی کو اسکی نگہداشت خود اپنی حفاظت کیلئے بہر حال کرنی پڑتی تھی +

مقدونیہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات دیرینہ تھے اور جیسے شاہ سکندر کے آباو اجداد ایتھنزیوں کے رفیق تھے ویسے ہی وہ بھی انکا حلیف تھا۔ اور جنگ ایران میں اسکی کوشش ہمیشہ یہ ہی رہی کہ وہ ایتھنز کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے + اسکے تخت پر بیٹھنے سے پہلے خاندانی تنازعات کی وجہ سے سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ مگر اس نے چوالیس سال (۴۹۸ ق م تا ۴۵۴ ق م) کے طول طویل عہد حکومت میں نہ صرف ملک کے مختلف حصوں کو اپنے ماتحت کر لیا بلکہ پایونیوں، لنکسٹیوں اور اورسٹیوں سے اپنی سیادت تسلیم کرالی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جسقدر شاہ سکندر مرکزیت پسند تھا اتنا ہی زیادہ عمائد ملک اور مقدونوی قوم میں نفاق کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ اور اسکی موت کے بعد سلطنت کے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مغربی حصہ جو رقبے میں دیگر حصص سے بڑا تھا پروکاس کے پاس پہنچا اور مشرقی حصے کا مالک فیلقوس ہو گیا۔ باقی مغربی حصے میں قوم الیمیوتیوں کا حکمران ان دونوں کا چچازاد بھائی درداس بن گیا۔ یہ وہی درداس ہے جس سے فارقلیس اور اسکے بعد کے ایتھنزی مدبروں کو تعلقات قائم کرنے پڑے + مقدونیہ مغربی تھریس کے ان شہروں کے عقب میں واقع تھا جنکے ایتھنز سے دوستانہ مراسم تھے۔ اور مقدونوی فرمانرواؤں کا ہمیشہ یہ ہی میلان رہا کہ وہ سواحل کو اپنے دست نگر کرلیں۔ اسی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات خواہ دوستانہ ہوں خواہ دشمنانہ، ہمیشہ معرض معرض رہتے تھے +

ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات کی طرح وہ تعلقات بھی نہایت اہم تھے جو ایتھنز مقدونیہ کے شمالی ہمسایوں یعنی تھریسیوں کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ یہ لوگ ابتداً یونانیوں ہی کے ہم نسل تھے مگر انکے اب کئی ٹکڑے ہو گئے تھے جنمیں سے اوڈریسی دیگر تھریسیوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان اوڈریسیوں کے بادشاہ تیریس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دہانۂ دریائے ڈینیوب سے بجانب جنوب شہر سالمیدیسوس تک جو بحر اسود پر واقع تھا اور بجانب غرب جزیرۂ تھاسوس کے مقابل جبل رھوڈوپ تک چلی گئی تھی۔ مگر اس تیریس کے انتقال (۳۸۱ ق م) کے بعد اسکے بیٹوں یعنی ستالکیس اور سپارادوکوس نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ بلاشبہ تھریسی اقتدار ان یونانی شہروں کیلئے باعث فکر تھا جو ابدیرا سے مشرق کی جانب واقع تھے (مثلاً ماردنیہ، ائینوس، بلدیات پروپونٹس تا شہر بائی زنطیہ) مگر چونکہ تھریسیوں کا مطمح نظر یہ نہ تھا کہ وہ ساحلی علاقے پر قبضہ کریں اور نہ وہ اپنے ہمسایوں (مقدونیوں) کے برابر متمدن ہی تھے اسلئے ان کی طرف سے یونانیوں کو اس خطرے کا زیادہ احساس نہ تھا۔

ایتھنزیوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مقدونیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کریں تاکہ انکی مدد سے وہ ان دشمنوں کا توڑ کر سکیں جو بوجہ قرب کے ان سے زیادہ خطرناک تھے، اور یہ سوچ کر انھوں نے پرڈکاس سے مراسم پیدا کرنے چاہے۔ چونکہ فیلقوس سے انکو یہ خوف تھا کہ وہ قریب کے سونے کی کانوں پر قبضہ کریگا اسلئے اس ضلع میں انھوں نے نو آبادیاں قائم کرنی شروع کیں جنمیں سے ایک شہر بریا بھی تھا اس شہر کے صحیح موقع کا تو ہمکو علم نہیں مگر ایک نوشتے سے اس کی آبادکاری کا پتا چلتا ہے۔ پے درپے کوششوں کے بعد اسی علاقے میں ۴۳۶ ق م میں ہاگنون نے دریائے استریمون کے کنارے شہر امفی پولس اسی مقام پر آباد کیا جسے پہلے اینیا ہودوئے کہتے تھے[1]۔

---

[1] باب ۹۔ امفی پولس کے موقع اور آبادی کیلئے بوسولٹ ۲، ۱۰۱، ۱۴۲ وغیرہ اور گروٹس کی "تاریخ یونان" ۱ (۶) ، ۶۰۲ اور ۱۴۸ دیکھنا چاہیے۔

تھریس اور مقدونیہ کے اندرونی معاملات روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے جس سے ایتھنزیوں کو سخت تردد ہوا۔ سب سے پہلے تو ستالکیس اور سیبارادوکوس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور موخر الذکر کو اشکیشیہ بھاگ جانا پڑا جہاں اسکا بھتیجا اودکتا ماساوائس حکمران تھا۔ مگر چونکہ خود اودکتا ماساوائس نے اپنے سوتیلے بھائی سکیلیس کو تخت سے اتار کے تھریس بھاگ جانے پر مجبور کردیا تھا اسلیئے اسے سیبارادوکوس کو اشکیشیہ میں بھی پناہ نہ ملی بلکہ ستالکیس اور اودکتا ماساوائس نے آپس میں ایک عہد نامہ کرکے اپنے اپنے پناہ گزیں کو ایک دوسرے کے حوالے کردیا۔ ان ترکیبوں سے ستالکیس نہایت طاقتور ہوگیا اور طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ اسنے اپنا دائرہ اثر بائی زنطہ سے دریائے استریمون تک پھیلالیا[۲] اور خود ایتھنزیوں کو اس سے مخالفہ کرنا پڑا۔ اسنے ابدیرا کی ایک یونانی عورت سے شادی کی تھی اور اسکا نسبتی بھائی جو اس کے دربار میں دیگر امرا سے زیادہ ذی اثر تھا، ہمیشہ تھریس اور یونان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا کوشاں رہتا تھا۔

بجنسہ اسی قسم کا سیاسی اتوج مقدونیہ میں بھی پیدا ہوا جہاں پردکاس نے فیلقوس کو شکست دیکر دراس کی سلطنت ایلیموتش بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ ابتدا میں تو پردکاس اور ایتھنز کے تعلقات اچھے تھے مگر جب اسنے فیلقوس کا ملک فتح کرلیا اور ایتھنزیوں کا ہمسایہ ہوگیا تو انھوں نے اسے اپنی راہ ترقی میں حائل سمجھکر اسکے لیئے خود مقدونیہ ہی میں مشکلات پیدا کرنے کا تہیہ کرلیا۔ مگر بمقابلہ مقدونیہ تھریس میں اس قسم کی تدابیر آسانی سے کارگر ہوسکتی تھیں اور گو ابتدا میں تو نفودوروس کے تعلقات ایتھنز سے شگفتہ نہ تھے مگر رفتہ رفتہ اسکا میلان طبع بدلگیا اور تھریس ایتھنز کا حلیف بنگیا[۳]۔

---

[۲] طوسی دیدیش ۲، ۲۹، ۹۶ - ۹۸۔

[۳] ڈنکر ۹، ۲۹۹ کا خیال ہے کہ نفودوروس ابتدا ہی میں ایتھنز کا طرفدار ہوگیا تھا مگر طوسی دیدیش کہتا ہے کہ تھریس اور ایتھنز میں اسی وقت مخالفہ ہوا جب ایتھنز اور کورنتھ

چونکہ یونانی ساحلی بلدیات خشکی کی طرف سے قلعہ بند تھے اور بحری حملے کیلئے مقدونیوں اور تھریسیوں کے پاس خاطرخواہ بیڑا نہ تھا اس لیئے اونکو ان کی جانب سے بہت کم نقصان پہنچ سکتا تھا + تھریسی خرسونیز اور ایشیائے کوچک کے درمیان درۂ دانیال واقع ہے اور اس آبنائے میں ایتھنزیوں کی دلچسپی کے متعدد سامان موجود تھے۔ مثلاً افشین کے غلّے کی تجارت میں اسکا بہت بڑا حصہ تھا اور انکو یہ پسند نہ تھا کہ اس سمندر کا پیش خیمہ یعنی پرو پونٹس کسی اور دولت کے قبضے میں ہو۔ اور اسی وجہ سے سولن ہی کے زمانے میں اس بحری گذرگاہ کے ایشیائی ساحل پر سگیوم نوآبادی قائم کرکے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا اور ملٹیادیس فاتح ماراتھون خاندان اپی ستراتوس اور ایتھنزیوں کی اجازت سے خرسونیز کا خودسر حاکم ہو گیا تھا۔ بالآخر پانچویں صدی ق م میں یہ جزیرہ نما پھر سلطنت ایتھنز میں شامل ہو گیا اور اب ایتھنزی آبنائے میں ہو کر باطمینان تمام افشین جاسکتے تھے جسکے دونوں ساحلوں پر یونانی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں سے اکثر کو ایتھنزی ملطی اور اپنا ہم نسل خیال کرتے تھے + چونکہ بحر اسود میں کوئی ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں جسکی مقاومت کے لیئے ایتھنز کی بحری مدد درکار ہو، اور اندرونی دشمنوں سے تو ان شہروں کو بہر حال بلا امداد غیرے لڑنا ہی تھا، اسی سبب سے ان بلدیات نے ایتھنز کو خراج ادا کرنا فضول سمجھا اور ایتھنزی بحری لیگ سے یہ علیحدہ ہی رہے + خود ایتھنز نے بھی اسکی زیادہ پرواہ نہیں کی اسلیئے کہ اگر یہ شہر اسکی لیگ میں شامل ہو جاتے تو ایتھنز کو بحر اسود میں اپنے جہاز رکھنے پڑتے + مگر ساتھ ہی افشین میں اپنی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرنا بھی ضروری تھا اور ۴۳۶ ق م میں اس سمندر کو ایک بیڑا روانہ کیا گیا جسکا سپہ سالار ارسطیدیمس تھا۔ بلکہ روایت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے درمیان تقیض بڑھ گئے + ڈیموستھینس (اشتراقیات "۱۰۳") کے نزدیک ایتھنزیوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر یونانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کرنے کی کوشش کی جائے +

اسی سفر کے دوران میں مر بھی گیا[۴] + اس واقعے کے بعد افشیئن کا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے اسلیئے کہ کیمون کی مصروفیت کیلیئے ان اطراف میں جہاں سچ مچ کی لڑائی جاری تھی بہت کافی مواد موجود تھا۔ مگر جب فارقلیس برسر اقتدار ہوا تو شمالی و مشرقی ممالک کی اہمیت پھر تازہ ہوگئی۔ اور اسکا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اپنے خرسونیز کو بیرونی حملہ آوروں کے دست برد سے محفوظ کرنے کے لیئے اول تو ... اکلیروخ آباد کیئے اور پھر تھریسی قزاقوں کے مدافعت کیلیئے خاکنائے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک دیوار تعمیر کر کے اسے قلعہ بند کردیا[۵] + اسکے بعد افشیئن والوں کو مرعوب کرنے کیلیئے اسنے ایک موقع کا فائدہ اٹھاکر ایتھنز کی قوت واقتدار کی نمایش کی + ہوا یہ کہ اسنوف کے چند باشندے اپنے خود سر حاکم تیمسی لاؤس کے خلاف ایتھنز سے امداد کے خواہاں ہوئے اور انکی مدد کرنے کے لیئے فارقلیس بحر اسود گیا + واضح ہو کہ بہ نسبت بحیرۂ روم کے ایتھنز کیلیئے اس سمندر کا سردار اعلےٰ بننا زیادہ آسان تھا اسلیئے کہ وہاں نوفاسے البس کے مشرق میں ایرانی جنگی جہازوں سے ملنے کا خطرہ تھا مگر یہاں ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں + بہرحال اس مہم کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ فارقلیس کے ساتھ لاماخوس کچھ عرصے تک اسنوف میں رہا اور ... ۶ ایتھنز یوں کو وہاں اراضیات مل گئیں۔ زمانۂ مابعد میں شہر امی سوس کو (جو دریائے ہالیس کے دہانے پر واقع تھا) ایتھنز کی نوآبادی بتایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اسی زمانے میں وہاں بھی ایتھنز ہی آبادکار پہنچ گئے ہونگے + چونکہ بحر اسود کے شمالی ساحل پر غلہ بافراط پیدا ہوتا تھا اسلیئے جنوبی ساحل کے معاملات اسقدر اہم نہ تھے جتنے شمالی ساحل کے معاملات اور اس غلے کی تجارت پر ائی اٹس کیلیئے نہایت اہم تھی + یوں تو وہاں کا ہر یونانی شہر غلے کی تجارت کا بازار بنا ہوا تھا مگر پانتی کاپوم

---

[۴] پلوٹارک: "اسطیدیش" ۲۶ +

[۵] پلوٹارک: "فارقلیس" ۱۹ اسکا ڈنکر ۹، ۱۰۹ اور ۸، ۲۰۰ سے مقابلہ کیا جائے +

(موجودہ کرچ) جو خاکنائے کریمیہ پر واقع تھا مدت دراز تک اس تجارت کا مرکز
بنا رہا[۱]۔ ۴۳۸ ق م تک مٹی لنہ کا خاندان آرخیانا کتیان اسپر حکمران تھا اور اسکے
بعد اسپارتوکوس اور اسکا خاندان سریر آرائے حکومت ہوا۔ خود پانٹی کاپیوم میں
ان حکمرانوں کا درجہ محض عمال کا تھا مگر شہر کی حدود سے باہر وہ بادشاہ کہلاتے
تھے اور قوم اسکیت کے ملک کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتے تھے۔ پانٹی کاپیوم
کے ذریعے سے قوم اسکیت کے ساتھ بھی ایتھنز کے تعلقات قائم ہو گئے۔
قبلحنامۂ پنج سالہ سے ایتھنز کی خدمت میں ۱۲۰۰ اسکیت غلام تھے جن سے
کوتوالی پلیدہ اور جلادی کا کام لیا جاتا تھا۔ اور زمانۂ مابعد میں اس تعداد
میں مزید اضافہ بھی ہو گیا۔ ایتھنز اور پانٹی کاپیوم کے تعلقات عرصۂ دراز تک
نہایت گہرے رہے اور اس شہر نے ایتھنزیوں کو یہ اجازت بھی دیدی
کہ بمقام نمفائیم جو اسکا مقبوضہ تھا خود اپنا بندرگاہ تعمیر کر لیں جس سے انکی
آمدنی میں ایک تالنت سالانہ کا اضافہ ہو گیا۔ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی ایام
میں بھی اسپارتوکوس کے جانشین ساتیروس اور لیوکون دیگر یونانیوں سے
زیادہ ایتھنزیوں کا لحاظ کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل لحاظ ہے
کہ دونوں شہروں کے درمیان غلے کے سوائے دیگر اشیاء کی تجارت بھی
جاری تھی مثلاً ایتھنز میں پانٹی کاپیوم سے مچھلی، چمڑے اور غلاموں کی درآمد
ہوتی تھی اور موخر الذکر شہر کے تجار یہاں سے شراب، تیل، ظروف گلی
اور دیگر مصنوعات لیجاتے تھے۔ بہت سے ایتھنزیوں نے پانٹی کاپیوم
کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور جیسے ایک ساحل پر انکے تعلقات تھریسیوں
سے قائم ہو گئے تھے ویسے ہی اب اسکیتیوں کے ساتھ بھی شادی بیاہ کا
سلسلہ قائم ہو گیا۔ اور اگر ثوسی دیدیس نسلاً نیم تھریسی تھا تو دیموستھنیس
کی پردادی بھی ایک اسکیت عورت کی بیٹی تھی[۲]۔

---

[۱] ایتھنز اور اس خاکنائے کے آپس کے تعلقات کیلئے بوسولٹ ۲، ۲۳۵ تا ۲۴۵ دیکھنا چاہیے۔
[۲] انیس خیلوس ۱۷۱۔ مقابلہ کرو کتھریوں کے کریمیہ میں یونانی نو آبادیاں ہلنک سٹڈیز ۱۸۸۴ء صفحہ ۵۲

بحر اسود کی تجارت کی اہمیت کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م میں الکبیادیس نے بحیثیت ایتھنز کی سپہ سالار کے ان تمام جہازوں پر جو بحر اسود سے نکلتے تھے دس فیصدی کا محصول عائد کیا جو کالکدون کے مقبوضہ شہر کریسوپولس میں لیا جاتا تھا۔ مورخوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ جدید محصول نہ تھا بلکہ زمانہ دراز سے کریسوپولس میں ایتھنز ہی محاصل وصول کرتے تھے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ اسباب کی قیمت پر دس فیصدی بہت بھاری محصول ہے اور عام طور پر اس قدر محصول نہیں لگایا جاتا۔ پونٹس کا وہ غلہ جو کہ بالی زنطہ میں درآمد ہوتی تھی وہ اس قاعدے سے مستثنے تھا اور اسطرح بالی زنطہ کو دیگر بلدیات پر ایک خاص فوقیت حاصل تھی۔

اب ایشیائے کوچک اور جنوب و مغربی بحیرہ روم کو لیجئے۔ یہاں سب سے پہلے تو جزیرہ **قبرص** ملے گا جسکے قبضے کی بہت سی مملکتیں متمنی تھیں اور جہاں کے باشندے بے شمار بولیاں بولتے تھے ہمیں اسکا بہت کم حال معلوم ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز اور قبرص کے تعلقات کیسے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالباً فارقلیس نے قبرص کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی اور شاہ الیواغورث کے حالات سے ہمیں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس جزیرے میں یونانی تہذیب برابر قائم رہی اور یونانی قومیت کے احساس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ش

مصر میں بھی فارقلیس نے ایتھنز کا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسکا مطمح نظر یہ تھا کہ ایران سے عمدہ تعلقات پیدا ہوں اسلیئے وہ مصر میں کسی قسم کی ریشہ دوانیاں جائز نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اسنے ایتھنزیوں کو مصر کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے برابر باز رکھا۔ بہر نوع ان ممالک سے عمدہ تعلقات کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ سنہ ۴۴۶-۴۴۵ ق م میں بساطیق شاہ لیبیا نے ایتھنزیوں کو ۳۰۰۰۰ بشل* گیہوں کا نفیس تحفہ

ش بوسولٹ ۲ ۱۰-۵۱۱

* ایک بشل ۳۲ سیر کا ہوتا ہے اسطرح ۳۰۰۰۰ بشل = ۳۰۰۰۰×۳۲ / ۴۰ = ۲۴۰۰۰ من (مترجم)

پیش کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات قابل لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ کہ وہ مصر کو تجارت کی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصہ چھیننے کی کوشش کریں۔ اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی کشیدگی کو ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصے سے پایا جاتا ہے۔ یہ زوپیروس اسی میگابیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنزیوں نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا پوتا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا۔ خود میگابیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب سنہ ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا[۹]۔ یہ واقعات ماقبل کا عجیب و غریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرمانروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے مگر اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پر ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسر اقتدار ہو جانے میں مدد دے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرہ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاؤنوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا۔ اس واقعے سے

---

۹ مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصے کیلئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس" (۲۰) اور فیلوخورس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳، ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیان" ۴۳-۴۴) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام بساطیق نہیں بلکہ امیرتائیوس تھا۔ ڈانکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے تجویدِ روزگار ہے۔ جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انمیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں پڑتا تھا +

اب مغرب کی طرف آیئے جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا۔[1] افسوس ہے کہ اسکے متعلق ہمارے پاس کافی ذخیرہ معلومات موجود نہیں ہے اسلئے کہ قدما نے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو محض واقعات کے اعادے پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کیئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات، تدبر و تدابیر، رسل و رسائل، عہد نامجات وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف مملکتوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں + مثلاً تمسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنز ہی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنز ہی سپہ سالار دیوتی مُس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[2] گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا ہے

---

[1] ک، دُوزِد اُئے سن، "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[2] تمائیوس (۹۹ فر) جسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے + واضح ہو کہ عہدہ لیپادوڈرومی* صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (بیوسانیاس ۱، ۳۰، ۲۔ بیومیسٹر "یادگارہائے" زیر بحث "فاکلین") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے +

[* یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "مشعل دوڑ کے ہیں"۔ مترجم]

مگر اسمیں شبہ نہیں کہ نیاپولس پر ایتھنز کا عرصۂ دراز سے اثر ہوگا ورنہ محض ایک ایتھنزی سپہ سالار کا مقرر کیا ہوا اتھوار اسقدر زمانے تک برقرار نہ رہتا۔ اسیطرح تھوریہ کے سکوں کی طرح نیاپولس کے سکوں پر اتھینا دیبی کو رتھی خود کے بجائے ایتھنزی خود پہنے ہوئے نظر آتی ہے۔ ایتھنز اور مغربی ممالک کے تعلقات ابتدا میں تو محض تجارتی ہی تھے اور ایتھنز ظروف گلی کے عوض غلے اور ایٹروریہ کی دھات کی اشیاء کی درآمد کرتا تھا۔ مگر پانچویں صدی ق م کے وسط میں ایتھنزیوں نے تھوریئی کی بنیاد ڈالکر اٹلی میں مستقل سیاسی قدم جمالیا۔

کو سیبارس قریب پچاس سال پیشتر ہی برباد ہوچکا تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے باشندوں کا جذبۂ قومیت بھی مفقود ہوچکا تھا۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی کہ ایک شہر یا ملک تو تباہ ہوگیا ہو مگر اس کے باشندوں میں احساس قومیت اور یکجہتی برقرار ہو مثلاً اسپارٹی قبضہ ہونے کے بعد بھی مسینیہ کے باشندوں میں برابر جذبۂ شہری قائم رہا۔ اور زمانۂ حال میں ملک پولستان کی مثال بدیہی ہے جہاں ملک کی تقسیم کے بعد بھی پولستانیوں کی قومیت مردہ نہیں ہوئی۔ غرض سیبارس کے اکثر باشندے بحیرۂ تیرینیہ کے ساحلی اضلاع مثلاً لاؤس، سکیدروس، پوسیدونیہ وغیرہ بھاگ گئے اور وہاں اپنے پرانے شہر کی فتح اور اسے دوبارہ آباد کرنے کے منصوبے کرنے لگے۔

۴۵۳ قم میں ان جلاوطنوں کے ورثا نے پرانے شہر کے موقع کے قریب ہی ایک نیا شہر آباد کیا، مگر کروتوں کے باشندوں نے انھیں وہاں سے بھی نکال دیا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بلا امداد غیرے بیرونی حملوں کی کماحقہ مدافعت نہیں کرسکتے تو انھوں نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسپارٹا نے تو انکی صدا پر توجہ نہیں کی مگر ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ انکے واسطے ایک نیا شہر آباد کرادیگا۔

ایتھنز میں اس مہم کی سر کرنے کی خاص اہلیت تھی اسلیئے کہ شہر سیبرس میں جو اسپارٹا کے نزدیک ہی تھا یا لاس دیبی کا بت نصب تھا اور ضلع سیبرتس میں خصوصاً اور جنوبی اٹلی میں عموماً ایتھنز کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ اسکے سوا ملطیہ اور

سیبارِس کے آپس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطہ اور ایتھنز کا معاملہ گویا واحد تھا۔ ایتھنز کا تیسرا امتیاز یہ تھا کہ تجارتی معاملات میں اسے خاص فوقیت حاصل تھی اور وہ سیبارس سے شہر کی تجارتی اہمیت کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ گو اسی زمانے میں اطالوی قبائل نے اپنی قوت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے تھے، اور لوکانیوں کی قوت بھی روبہ ترقی تھی مگر ان تمام مشکلات کے ساتھ ہی ایتھنز کی نظر میں سیبارس کا مستقبل نہایت اہم اور شاندار تھا اور اسنے اس شہر کی دوبارہ آبادکاری کا تہیّہ کر لیا[۱۲]۔ یہ امر مشکل سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ

---

[۱۲] اس کوشش کیلئے جو سیبارسیوں نے اپنے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے کی دیو دورس ۱۱، ۹۰ اور ۱۲، ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ نئے سیبارس کے سکّوں کا حال (جنمیں سے بعض تو تنہا سیبارس کا اور بعض سیبارس اور پوسئیدونیہ کے یکجائی تھے) ہیڈ کی "تاریخ سکہ جات" سے مل سکتا ہے۔ تھوریئی کی آبادکاری دیو دورس کی رائے میں سنہ ۴۴۶ ق م (عام خیال کے بموجب موسم بہار ۴۴۳ ق م) میں ہوئی (بوسولٹ ۲، ۵۸۰) تھوریئی کیلئے ل، شلر کی کتاب "معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) اور ف، ہیولر کی کتاب "جمہوریہ تھوریئی" دیکھنی چاہیئے۔ اس شہر کے موقع کیلئے کالاواری کی نظریات درست نہیں (لینوڑموں، "یونان عظمیٰ" ۱، ۲۶۳)۔

دس قبیلوں میں سے چار کے نام تو ایتھنز اور اسکی باجگزار ریاستوں کے نام پر رکھے گئے تھے (اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتس، یاس) تین وسطی اور شمالی یونان پر (بیوتیس، دوریس، امفکتیونس) اور تین پیلوپونیز کی ریاستوں پر (آرکاس، اکائس، ایلیا)۔ مگر اسپارٹا اور پیلوپونیزی دوریائیوں کا کہیں ذکر بھی نہیں اسلیئے کہ انھوں نے نو آبادی کے قیام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قبیلہ اکائس ایتھنزیوں کا طرفدار تھا اور آرکاس مذبذب تو ہم اس نتیجے پر پہنچینگے تھوریئی میں ایتھنزی فریق کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔

دیو دورس (۱۲، ۱۱) کا بیان ہے کہ تھوریئی کے قوانین کو خاروندا س نے ترتیب دیا۔ یہاں غالبًا وہ تمائیوس کی جگہ افوروس کا تتبع کر رہا ہے اسلیئے کہ اتنی فاش غلطی کا

جب کروتون والوں نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کوشش میں ایتھنز کو کسطرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی مگر ان معاملات پر ذرا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن اصولوں پر ایتھنزی کاربند ہوئے، جسطرح وہ ڈیلفی کی کاہنہ اور دیگر یونانی مملکتوں سے امداد کے خواستگار ہوئے اور ہر جگہ سے انھیں خاطر خواہ جواب بھی مل گیا، یہ سب طریقے دراصل ان ہی مشکلات کو رفع کرنے کے لیئے برتے گئے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر سیبارس کی مہم سر کرنا ضروری ہے تو اس سے صرف ایتھنز ہی کو نفع نہ پہنچے بلکہ تمام دنیائے یونان متمتع ہو۔

چونکہ ڈیوڈورس ان واقعات کی تنہا سند ہے اسلیئے اسکا تتبع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مہم آبادکاری بھیجنے سے پیشتر ایتھنزیوں نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص اس میں شامل ہونا چاہے وہ شوق سے شامل ہو۔ اور دس جہاز بسرکردگی زینوکریتوس و لامپون بھیجے۔ روانگی سے پیشتر اپولو کی کاہنہ نے یہ ہدایت کر دی کہ شہر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں "پانی تو ناپ کر ملتا ہو مگر روٹی کی ناپ تول کی ضرورت نہو"۔ جب آبادکار سیبارس کی حدود میں داخل ہوئے تو انھیں ایک چشمہ موسومہ تھور یا ملا جو قدیم شہر سے کچھ دور نہ تھا۔ اور اس چشمے میں تانبے کا ایک نل لگا ہوا تھا جسے وہاں کے لوگ "مدیمنوس" یا پیمانہ کہتے تھے۔ لامپون مذہبی قوانین سے خوب واقف تھا اور اس قسم کے معاملات میں ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور اسنے فوراً یہ طے کر دیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پانی پیمانے میں ہو کر آتا ہے اور اسکے تو ثبوت کی ضرورت ہی نہیں کہ اس ملک میں غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ بالآخر یہاں ایک نیا شہر آباد کیا گیا اور اسکا نام تھوریئی رکھا گیا۔ اسکے باشندے یونانی اور قدیم سیبارسی تھے۔ اور انھوں نے شہر میں سات سڑکیں تعمیر کیں چار طول میں اور تین عرض میں۔ اول الذکر متوازی سڑکوں کے نام ہرقلیہ، افرودیسیاس، اولمپیاس اور دیونیسیاس اور باقی ماندہ متوازی سڑکوں کے نام ہیروا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مرتکب تمامیوس شکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض مورخوں کی رائے ہے کہ یہ ضابطہ دراصل پروتاغورث نے تیار کیا تھا اور بالکل ممکن ہے اسنے خارونداس کے قوانین سے مدد لی ہو۔

تھو ریا اور تھو رینا تھے۔ اس قسم کی متوازی سڑکوں کا موجد ملطی، ہپوداموس ہے۔ جس نے شہر پرئی اُس اور بندرگاہ جزیرہ روڈس تعمیر کیے تھے اور بہ نسبت زمانہ مابعد کے اس دور میں اس طرز تعمیر کا عام طور پر تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر خود دیوودورس کہتا ہے کہ اس نو آبادی کے قیام میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور چند ہی روز شہریوں میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ اول تو قدیم سیبارسیوں نے یہ دعوے کیا کہ ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملنے چاہئیں اور نئے یونانی آباد کاروں کو محض چھوٹے چھوٹے عہدوں پر قناعت کرنی چاہیے، اور یہ اصول پیش کیا کہ سیباری بیبیوں کو یونانی عورتوں پر سبقت حاصل ہے اور یہ کہ شہر کے قریب کی اراضی سیبارسیوں اور بعید اراضی یونانیوں کو دی جائے۔ جھگڑوں نے اس قدر طول کھینچا کہ کھلی لڑائی کی نوبت آگئی اور نئے آنے والوں نے بہت سے قدیم باشندوں کو مار کر باقی ماندہ کو شہر سے نکال دیا۔ ان جلا وطنوں نے دریائے ترائس پر تیسرا سیبارِس آباد کیا جس کے چند سکے اس وقت تک موجود ہیں۔ فاتحوں نے یونانیوں سے مزید کمک طلب کی اور ایک عمومی دستور بنایا اور کروتون کے باشندوں کے ساتھ (جو سیبارس کی آبادکاری سے کچھ خوش نہ تھے) ایک سمجھوتہ کر لیا۔ اس نئی بستی میں دس قبیلے تھے:۔ آرکاس، اکائس، ایلیا، بیوشِن، امفکتیونِس، دورِس، یاس، اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتِس، سات سڑکوں کے باہمی اتصال سے بیس چوک بن گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس تقسیم کا کوئی تعلق دس قبیلوں سے ہی ہو۔ دیودورس کا بیان ہے کہ اب یہاں کے باشندوں نے ضابطہ قوانین موضوعہ خاروندا س اختیار کیا جو ان میں سب سے زیادہ عقلمند شہری تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔ اس لیے کہ خاروندا س کو مرے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا۔ قبیلوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتھنز کی ہی اکثریت تھی اور اسپارٹا کی محض ایک ظاہری حیثیت تھی۔ سڑکوں کے ناموں میں کہیں اتھینا دیبی کا نام نہیں ملتا۔ مگر ممکن ہے کہ اس کا اصل سبب یہ ہو کہ وہ دوسری دیبیوں سے کہیں زیادہ ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ تھو ریئی پہلے تو تارنتم سے اور پھر خود اتھنز سے برسر پیکار ہوا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اس نئے شہر سے اتھنز کو کسی قسم کا فائدہ ہو اس کو نقصان ہی نقصان

یہ پہنچا ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اتھنزیوں نے اس تنفر کو جو انہیں عام آبادکاری کے اصول سے تھا۔ خیرباد کہتے ہیں اور بجائے کلیرو خیال قائم کرنے کے آبادکاری کی ایک وسیع اسکیم ترتیب دینے میں بہت غلطی کی! خاص کر ایسی حالت میں جب بلاد دوسری قوموں کی مدد کے جو اس کا شکریہ تک ادا کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ انہیں قائم نہ کرسکتا تھا۔ اور فارقلیس سے اس طرز عمل پر کاربند ہونے کی ہرگز امید نہ کی جاسکتی تھی۔ بہرحال تھوریوں نے بہت جلد مادّی اور ذہنی ترقی کی شاہراہ پر قدم بڑھایا اور چونکہ ایسی نوآبادی کا تخیل بالکل نیا تھا جس میں تمام یونانی شہر حصہ لیں۔ اس لئے وہاں بہت سے اہل فراست جمع ہوگئے اور واضع قوانین پروتاغورث، ہیروڈوٹس اور امپی دوکلیس نے وہاں بود و باش اختیار کرلی۔

شہر تارنتم[۱۳] تھوریئی سے بیزار تھا اور ہمیشہ قوم مساپی سے برسر پرخاش رہتا تھا جس نے اب اتھنز سے عمدہ تعلقات قائم کرلیئے۔ سسلی کی جنگ کے زمانے میں اتھنزیوں اور ارتاس شاہ مساپیان نے اس محالفت کی پھر تجدید کرلی[۱۴]۔

جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ریگیوم اور لیونتی نی کے ساتھ اتھنز کے تعلقات دوستانہ تھے اور چونکہ فریقین یک جدی تھے اس لئے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سسلی کے مغربی شہر سگستا میں بھی اتھنز کا بہت اثر تھا۔

ایٹروریہ کے باشندوں کے ساتھ بھی اتھنز کا رویّہ مخالفانہ نہ تھا۔ چونکہ مسینہ کی شاہراہ بحری سسلی اور زیرین اٹلی کے خالکدیسی یونانیوں اور سیراکیوزیوں کے قبضے میں تھا اور وہ تجارتی رقیبوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لئے ابتداءً میں اتھنز اور اٹیروریا کے تعلقات محض بری تجارت تک محدود تھے۔ پانچویں صدی تمام میں اٹیکائی ظروف گلی اٹیروریا، کمپانیا اور اڈریا میں پائے جاتے ہیں۔ اور زمانۂ ماضیہ میں کیومے نے جو خالکدیسیوں اور کورنتھیوں کا گویا قائم مقام تھا۔ مغربی

---

[۱۳] اولمپیہ میں ایک چڑھاوے کی تختی پائی گئی ہے جس پر تارنتم کے متعلق ایک نوشتہ ہے اسکے لئے ڈٹن برگرہ ۳ دیکھنا چاہئیے۔

[۱۴] طوسی دیدش ۷، ۳۳۔

اٹلی کے بازاروں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔
ہمیں ایتھنز اور قرطاجنہ کے باہمی تعلقات کا بہت ہی کم علم [۱۵] ہے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح ایتھنز کی قوت و اقتدار مشرق میں ممتاز تھے اسی طرح قرطاجنہ کی دھاک مغرب میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس عظیم الشان مملکت کے حلقۂ اثر اور طرزِ عمل کا پتہ لگانا فارقلیس کیلئے نہایت اہم تھا۔ یہاں ہمیں نوشتوں کی بے قاعدگی اور وہ کمی جو قدما کے وقائع میں اکثر پائی جاتی ہے صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

دائرے کا محیط ختم کرنے کیلئے اب مشرق کی طرف آجانا چاہیئے۔ مغربی یونان میں سب سے طاقتور مملکت کورکیرا کی تھی جو ہمیشہ کورنتھ کا مخالف اور اریتریا کے تعلقات کی بنا پر ایتھنز کا دوست بنا رہتا تھا۔ تمسطاکلیس کورکیرا کا ہمیشہ ساتھ دیتا رہا۔ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اگر ایتھنز بحیرۂ یونان میں کورنتھ کا مدمقابل بننا چاہتا تو پہلے سے بھی زیادہ کورکیرا کی مدد پر انحصار کر سکتا تھا۔ مگر جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی نازک زمانے تک دونوں مملکتوں کے درمیان کسی قسم کے معاہدے کی نوبت نہیں آئی۔ ایتھنزیوں نے ارضِ یونان کے مغربی حصے پر بھی قدم جمالیئے۔ لوکرس کے باشندے ہمیشہ ایتھنز کے مدمقابل رہتے تھے اور اب تولمیداس نے انسے مولیکریم اور نوپاکتس چھین کر میسینیوں کو وہیں آباد ہونے کی اجازت دیدی۔ اس نواح کی صورت حال میں سی سالہ امن سے کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ مگر جنگ پیلوپونیز سے پہلے ہی ایتھنز نے ان اضلاع کے پیچیدہ معاملات میں دست اندازی کر دی [۱۶]۔ بات یہ تھی کہ امفی لوکی آرگوسیوں نے امبراسیہ کے چند باشندوں کو اپنے شہر میں آنے دیا تھا۔ مگر موخر الذکر نے اپنے محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا

ف [۱۵] ہولتسا یفل کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی روما کی طرح ایتھنز کے بھی قرطاجنہ سے براہ راست تعلقات تھے اسکے لیئے اس کتاب کا باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے۔
ف [۱۶] طوسی دیدش ۱ ۶۸ - کورنتھ اور قرطاجنہ مدمقابل تھے اسلیئے دونوں کا اثر زائل ہو جاتا تھا اور ایتھنز نہایت اطمینان سے مغرب میں تجارت کر سکتا تھا۔ بحیرۂ تیرینیہ میں سیراکیوز بہت طاقتور تھا۔

اور انھیں شہر سے نکال دیا۔ اسپر آرگوسیلوں نے اکارنانیہ والوں سے مدد مانگی ان دونوں نے دست التجا ایتھنزیوں کے سامنے پھیلایا۔ ایتھنز نے فورمیون تیس سہ طبقہ جہازوں کو لیکر اشیر اسیہ بھیجا گیا اور اسکی مدد سے امفی لوکیوں اور اکارنانیوں نے آرگوس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اور ان امبراسیوں کو جو اپنے محسنوں کو جلا وطن کرنے کے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے غلام بنالیا۔ اس واقعے سے بیشتر تو شہر امبراسیہ ہی ایتھنز کا دوست تھا اب ایتھنز اکارنانیوں پر بھی نہایت وثوق سے اعتبار کرسکتا تھا۔

اب یہ ہمیں واضح ہوگیا ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز کے تعلقات مختلف مملکتوں سے بالکل مختلف النوع تھے اور انکا دارومدار یا تو محض سیاسی یا تجارتی اسباب پر تھا۔ اگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ ہر چہار طرف سے محفوظ و مامون رہے تو اسے ہمیشہ خبردار رہنا پڑتا تھا۔ اور اس حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت یہ تھی اسکے حلیف اسکے دوست تھے اور اسکے رقیب اور دشمن صرف نیچا کرو رہتے۔ مشرق میں تھریسیوں اور مقدونیوں کے اندرونی تعلقات اور آپس کے تنازعات ایتھنز کیلئے مفید و کارآمد تھے اور تھریس اور مقدونیہ اپنی قوت واقتدار میں کسی قسم کی ترقی نہ دیسکے۔ مغرب میں کورنتھ اور کورکیرا کے آپس کی دشمنی ایتھنز کیلئے ایک فال نیک تھی ورنہ اسے ان دیار میں اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ فارقلیس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا پڑتا تھا اور نہ صرف معاہدے وقت مناسب پر طے کرنے پڑتے بلکہ حاسد رقیبوں کی ترکیبوں کا توڑ کرنا پڑتا اور ان مقاصد کی یکسوئی کیلئے تمام یونانی اور غیر یونانی ریاستوں کے حالات جو پانتی کاپیوم سے سگنتا تک پھیلی ہوئی تھیں معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ موجودہ طرز کی سفارتوں کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں۔ اور خود پر دکسی نوس بھی (جنکا عام طور پر موجودہ قنصلوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے) ان ہی مملکتوں کے شہری تھے جہاں انکی بودوباش تھی اور اسطرح ان ریاستوں کے شہریوں کی صرف حفاظت ہی کرسکتے تھے جنھوں نے انھیں مقرر کیا تھا مگر ان کے لئے ہر ایک معاملے میں ان کا قائم مقام بننا ناممکن

تھا[۱۷] خواہ کوئی بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو، فارقلیس ہو یا کوئی اور، اسے یہ لازم تھا کہ ہر ایک مملکت کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے اور در آنحالیکہ معلومات بہم پہنچانے میں حکومت اسکی بہت ہی کم مدد کرتی تھی مگر پھر بھی وہ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے ایتھنزیوں کے سامنے جواب دہ تھا۔ زمانۂ قدیم میں بہت کم مدبر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اتنی مشکلات کے باوجود معاملات خارجہ کی اسقدر عمدگی اور توجہ سے نگرانی کی ہو اور معاملات کو اس خوبی سے طے کیا ہو جتنا فارقلیس نے[۱۸] اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اسے ضرور اپنے ذاتی روپے کا ایک جزو ان مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کرنا پڑا ہوگا۔

[۱۷] باب ۸۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی نوع آجکل کے قنصلوں کی طرح اس مملکت کے عام قائم مقام ہوتے جسنے انھیں مقرر کیا تو انکو اکثر خود اپنے ہی شہر کے خلاف معلومات بہم پہنچانے پڑتے ہونگے۔

[۱۸] پلوٹارک "فارقلیس" ۱۵) ایتھنز اور فارقلیس کا دائرۂ اثر بالکل مساوی قرار دیتا ہے۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں عام طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ گو ایتھنز ذہنیات کا مرکز تھا مگر اسکی سیاسی شخصیت کا پایہ اسقدر بلند نہ تھا۔ اور گو اس نظریئے کی کافی تغلیط ہوچکی ہے پھر بھی بعض مورخ اب بھی دل ہی دل میں اسے تسلیم کرلیتے ہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ مغلوں کی سی عظیم الشان سلطنتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بعض باتوں میں پانچویں صدی ق م کا ایتھنز، ازمنہ وسطے کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی زیادہ عظیم الشان تھا۔ قدما اسلیئے ایتھنز کی سیاسی اہمیت پر زور نہیں دیتے کہ یہ اہمیت بہت دن تک قائم نہ رہی۔ مگر کم از کم پچاس سال تک تو ایتھنز اور ایران کی حیثیت مساویانہ تھی۔ غرض یہ کہ ۴۸۰ ق م سے ۴۳۰ ق م تک ایتھنز کا طرز عمل تاریخ کا ایک نہایت درخشاں ہیولیٰ ہے اور ایتھنز مقدونیہ اور روما کا حقیقی پیش رو ہے۔

بیسواں باب

ایتھنز بعہد فارِقلیس

ادبیات و فنون یونان

دور فارِقلیس میں ایتھنز کے ایک نہایت اہم شعبے کا ذکر ابھی باقی ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ آرائش بلدہ اور شہریوں کا سامان تفریح اور وہ طریقے جیسے ایک شخص اپنی زندگی فراخ دلی سے بسر کرسکتا ہے، یہ ہی وہ امور ہیں جو انسان کی ذہنی ترقی کا حقیقی معیار ہیں۔ قدما کا متفقہ بیان ہے اور خود فارِقلیس کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے ان معاملات کی طرف خاص توجہ کی + ان باتوں کے ماسوا اسکی ایک خواہش اور بھی تھی جسکا اعلان کرنا اسنے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس خواہش کا ذکر ہم قدیم مورخوں کی تصنیفات میں اسلیئے نہیں پاتے کہ ان کا یہ شیوہ رہا کہ اپنے تعصبات اور خیالات سے متاثر ہوئے بغیر کبھی کسی امر کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس خواہش کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا جائیگا+ بہرنہج فارِقلیس نے جو توجہ آرائش بلدہ اور شہریوں کے سامان تفریح پر کی اسکے تو خود قدیم مورخ شاہد ہیں اور انکے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایتھنز کی تاریخ کا یہ دور نہایت اہم اور درخشاں تھا + باب ہذا میں اسی ضمن میں یونان کی ذہنی ترقیوں کا حال بھی بیان کیا جائیگا +

یونانیوں کا خیال تھا کہ جب خود مملکت فنون لطیفہ کی سرپرستی کرنے کیلیئے تیار ہو تو اُن فنون کو دیوتاؤں کی عظمت اور خدمت کیلیئے استعمال کرنا چاہیئے اور اسی اصول پر کاربند ہوکر فارِقلیس چاہتا تھا کہ شہر کو زینت دیجائے اور زینت و آرائش کی بنیاد مذہب پر ہو +

ایتھنز کی مربی دیبی پالاس اتھینا تھی اور گورس کی بود و باش اکروپولس میں تھی مگر دائرہ اثر تمام سلطنت ایتھنز میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جب لیگ کا خزانہ

ڈیلوس سے ایتھنز منتقل ہوا تو یہی دیبی اسکی حفاظت کی خاص طور پر ذمہ دار ہوگئی۔ خود اکروپولس کا چڑھاوا اتھینا کی شان کے شایاں تھا اور جب اکروپولس کی تزئین اور آرائش کی گئی تو خواہ مخواہ فن پیکر تراشی کو بھی کمال حاصل ہوا +

کیمون نے ایتھنز کی آرائش میں عملی حصہ لیا تھا اور چونکہ فنون لطیفہ کے میدان میں فارقلیس نے کیمون کے ہی اصول کی پیروی کی[۱] اسلیئے اس باب میں ہم سب سے پہلے کیمون کے کار ہائے نمایاں کا ذکر کرینگے + کیمون اور فارقلیس میں یہ فرق تھا جہاں کیمون اپنے ذاتی روپے سے اخراجات بلدہ کا کفیل ہوتا تھا وہاں فارقلیس آرائش ایتھنز پر زر عامہ خرچ کرتا تھا + سچ تو یہ ہے کہ دونوں کا طرز عمل اپنی اپنی جگہ درست تھا۔ اسلیئے کہ کیمون کو تو بڑی بڑی لڑائیوں میں مال غنیمت ملا تھا اور وہ ان امور عامہ میں اپنی ذاتی دولت باطمینان تمام صرف کر سکتا تھا مگر فارقلیس کو اس معنے میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اسکے نزدیک ایتھنز کی زیبائش کا اصل مقصد یہ ہی تھا کہ ایتھنزی مذہب کا بول بالا ہو اسلیئے بہ نسبت افراد کے روپیہ کے مملکت کا روپے اس کار خیر میں لگتا ہی افضل و اولےٰ تھا +

---

[۱] پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے متعلق معلومات میں زمانۂ حال کی کھدائیوں سے معتدبہ اضافہ ہوا ہے اور مختلف مصنفوں کی تصانیف اور مباحث کے ذریعے سے ان کھدائیوں کے حالات چار دانگ عالم میں شائع ہو گئے ہیں + واخسموتھ کی تصنیف "شہر ایتھنز بزمانۂ قدیم" (جلد ۱ ۱۸۷۴ء) میں بنیادی اسناد پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی تھی مگر اس کتاب اور برسیان کے "جغرافیۂ یونان" (۱۸۶۲ء) پر بہت معلومات کا اضافہ ہوا ہے + اس ضمن میں مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے:۔

۱۔ ملش ہوفر: "ایتھنز" (بئومیکسٹر کا "مجموعہ یادگار ہائے قدیمہ" جلد ۱ ۱۸۸۴ء) +
۲۔ لولنگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر: "بیاض قدیمیات" جلد ۳ ۱۸۸۸ء) +
۳۔ بیڈیکر: "رہنمائے یونان" اشاعت دوم ۱۸۸۸ء +
۴۔ بیوٹی شر: "ایتھنز کا اکروپولس" برلن ۔ ۱۸۸۸ء +

آخر الذکر کتاب میں فاضل مصنف نے نہ صرف آخرترین تحقیقات کا ملخص دیا ہے بلکہ اپنی کتاب کو

اسکے برعکس کیمون دراصل اس طریقے کی ایک وسیع پیمانے پر پیش بندی کر رہا تھا جو مارسیلس اور سفی ایس جیسے رومن سرداروں نے روا رکھا اور جنھوں نے روما کو مال غنیمت کے روپے سے معبدوں اور مجسموں سے آراستہ وپیراستہ کیا +

قدما سایہ دار مقامات پر خاص طور سے فریفتہ تھے جہاں وہ اپنا بیشتر وقت صرف کرتے تھے۔ اسی لئے کیمون نے باغیچہ اقادموس جو ڈپیلون دروازے کے سامنے تھا درست کرایا رفتہ رفتہ اسے لوگ جیم خانے کے طور پر استعمال کرنے لگے اور یہ نوجوانوں کا ورزش گاہ اور ضعیفوں کا فرودگاہ بن گیا + اسی مقصد سے اسنے اگورا میں درخت لگوائے اور ان ماہتابیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جو اگورا کے ہر چہار طرف تھیں + کیمون کے ایک عزیز پئی سیاناکس نے شہر کے چوک میں ایک بہت بڑا ایوان تعمیر کرایا جسکی دیواروں کو خود پولیگنوٹس اور میکون نے مختلف تصاویر سے مزین کیا + اس ایوان کا نام پوئے کیلے یا "آشیانۂ بوقلموں" پڑ گیا + جب کیمون تھیسیوس کی ہڈیاں جزیرۂ اسکیروس سے ایتھنز لایا تو اسنے اُن کے لئے ایک مقبرہ بنوایا۔ مگر اس مقبرے کا محل وقوع اسوقت تک زیر بحث ہے۔ اور یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ وہی خوبصورت معبد ہے جو اس چھوٹی سی پہاڑی پر بنا ہے جو شمال و مشرق سے اریوپاگس اور ڈپیلون کے درمیان ہوتی ہوئی عین بازار تک چلی آتی ہے [1] + اس بتکدے کی طرز تعمیر سے تو یہ پتہ لگتا ہے یہ پارتھنون سے قبل کی عمارت ہے۔ اسکے مجسموں میں سے مشرقی اور ہر دو اطراف کی مورتی تختیاں اسوقت تک بدستور ہیں اور مشرقی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بے شمار تصاویر سے مزین بھی کیا ہے +

بیوٹی شر نے ڈرٹم سے جسقدر معلومات اخذ کی ہیں انکو اپنی کتاب میں تسلیم نہیں کیا +

[1] تھیسیوم نامی بتخانے کیلئے بئو میئسٹر کا مجموعہ دیکھنا چاہیئے جہاں پ اگریف فن تعمیر اور بئو میئسٹر فن سنگتراشی پر بحث کرتا ہے۔ اسی مضمون میں گریف نے مختلف تصانیف کے اقتباسات بھی دیئے ہیں + روایات کے بموجب یہ تھیسیوس ہی کا مندر تھا۔ ترو س نے آریس کے متعلق خیال ظاہر کیا اور زمانۂ مابعد میں ہرقل ہیفاسٹوس اور اپولو پاترواس کا نام پیش کیا گیا ہے +

تختیوں میں تو ہرقل کے کارنامے اور اطراف کی تختیوں میں تھے سیوس کے سوانح دکھائے گئے ہیں اور بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ میرون کی دستکاری کے نمونے ہیں۔ اسیطرح اس عمارت کے صحن کے ہر چہار طرف جو حاشیہ تھا اسکا بھی ایک حصہ تاحال موجود ہے جسمیں لاپیتھون اور قنطوروں کی باہمی جنگ دکھائی گئی ہے اور کے کولے کا خیال ہے کہ اس حاشیئے میں فدیاس کی صنعت کی علامات ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جہانتک طرز تعمیر کا تعلق ہے ہمیں یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مندر قریب ۴۶۹ ق م میں بنا ہوگا۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں کہ یہ ہی تھے سیوس کا مقبرہ یعنی تھے سیوم تھا۔

کیمون نے اپنی توجہ اکروپوکس کی طرف بھی مبذول کی اور اسکی قلعہ بندی کا خاص طور پر لحاظ کیا۔ اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں کہ ابتدا میں اسکی فصیل کی کیا حالت تھی۔ اس فصیل کا ایک حصہ تو پیلاسگی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اسے اینیا پیلوس (نو درہ) یا پیلار گیکون یا پیلاسگی کون کہتے تھے۔ جنگ ایران میں شہر کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا اور جب ایتھنز ایران کے پنجے سے رہا ہوگیا تو شہر پناہ کے اس حصے کی مرمت کی گئی۔ فصیل کی تعمیر کیمون کے دور میں شروع اور عہد فارقلیس میں ختم ہوگئی اور بعض مورخوں کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی دیوار تمسطاکلیس کی تعمیر کردہ ہے۔ جو اراضی جنوبی فصیل کی دوسری جانب تھی وہ پار تھے نون گیلئے مسطح کردی گئی تھی۔ اسی میں ٹیلے کی ڈھال کے دہنی جانب جنوب و مغرب کی طرف ایک برج تھا اور اسپر نیکے اپتیروس یا "فتحمند اتھینا" کا بتکدہ بنا ہوا تھا جسکا ذکر بعد میں آئیگا۔

کیمون قلعے کی تزئین سے بھی غافل نہ تھا۔ اسنے قلعے میں نہ صرف چھوٹے چھوٹے مندر بنوائے اور اتھینا کے بتخانے کی بنیاد رکھی جسے بعد میں خود فارقلیس نے تکمیل کو پہنچایا اور جسکا پارتھے نون نام پڑا بلکہ اسنے "جنگجو اتھینا" کا تانبے کا ایک عظیم الشان مجسمہ فدیاس ولد خارمید اس سے بنوایا اور یہی اس مشہور سنگتراش کی درخشاں پبلک زندگی کی

ابتدا تھی۔[۲] جب غیر ممالک کے سیاح جہازوں پر بیٹھکر ایتھنز آتے ہوئے راس

---

[۲] ان مصنفوں کے علاوہ جنھوں نے برن، اوورببک، ل۔ م۔ مچل، مرے وغیرہ کی طرح یونانی فن پیکر پزیری پر علیحدہ کتابیں لکھی ہیں، مفصلۂ ذیل مورخوں نے فدیاس کے حالات قلمبند کیئے ہیں:۔

۱۔ ل۔ دے رونشو: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۶۱ء۔
۲۔ ا۔ پیٹرسن: صنعت فدیاس۔ برلن۔ ۱۸۷۳ء۔
۳۔ والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت"۔ لندن ۱۸۸۵ء +
۴۔ والڈشٹائن کا مختصر مضمون بئومیسٹر کے مجموعے میں +
۵۔ کولی نیوں: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۸۵ء + فدیاس کی موت کے لیئے:۔
میولر شٹرلیوبنگ: "روایات بابت وفات فدیاس" (۱۸۸۲ء)۔
لیوشکے: "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) +

میولر شٹریوبنگ فیلوخوروس (جزو ۹۷) کی تصحیح کرتا ہے اور بجائے قدیم روایات کے جسکی صحت میں کلام ہے ایسا نظریہ قائم کرتا ہے جو ہمارے خیال میں بالکل درست ہے۔ مگر اسپر ہمارا ایک اصولی اعتراض ہے۔ میولر شٹریوبنگ کی عادت ہے کہ وہ ایسے واقعات مطلق نظر انداز کر دیتا ہے جنکا اسناد میں تو ذکر ہو مگر اسے عجیب وغریب معلوم ہوتے ہوں اور بعض مرتبہ تو محض اپنے مطلب کے خاطر فقرے کے فقرے تبدیل کر دیتا ہے (فدیاس۔ متی لتہ) ورنہ خود مصنف پر شک و شبہ رکھتا ہے (پلاٹیہ، کورکیرا) + ساتھ ہی یہ یاد رکھنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اور اقوام کی طرح بعض مرتبہ یونانی بھی لغو بیانی سے کام لیتے تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انکے افعال ہمیشہ عقل کے مطابق ہوتے تھے + Sen Cortsor (۲،۸) کا بیان ہے کہ فدیاس پر ایک زمانے میں ایلیس میں تغلب کا الزام لگایا گیا تھا اسلیئے فیلوخوروس کے فقرے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی + ہم اسکا تعین کرنے سے قاصر ہیں کہ فدیاس کی عمارتیں کس ترتیب سے بنائی گئی تھیں اور جو کچھ نظریہ قائم ہوسکا ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ فیلوخوروس کے جزو متذکرہ بالا کی بنا پر

سوئیوم کا دور کرتے تھے تو اس بت کے نیزے کی نوک ان عجائبات میں سے تھی جس پر سب سے پہلے انکی نظر پڑتی تھی +

اپنی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اسنے مار اتھون کے مالِ غنیمت سے تیرہ تانبے کے مجسمے بنا کر اس صنعت میں بھی کمال پیدا کیا۔ ان میں سے ایک ملتیادیس کا مجسّمہ تھا جسکے ہر چہار طرف اپولو، اتھینا اور دس بڑے بڑے ایتھنزی سورما بیٹھے نظر آتے تھے۔ ایلیس کے باشندوں نے اولمپی زیوس کا بتخانہ تعمیر کیا تھا جسکے سر مثلث اور مورتی تختیوں کا ذکر باب ۱۲ میں آچکا ہے۔ اب انھوں نے فدیاس کو ایلیس بلایا اور اسے زیوس کا سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ بنانے کا حکم دیا۔ زیوس قریب ۴۰ فٹ بلند تھا اسکے ایک ہاتھ میں فتح کی دیبی کا مجسمہ اور دوسرے ہاتھ میں عصائے سلطانی تھا۔ اور یونانیوں کی نظر میں اسکے چہرے سے وہ تمام علامات ظاہر ہوتی تھیں جنھیں ہومر نے ابوالالٰہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا تھا + بعض مورخوں کا گمان ہے کہ اوتریکوئی کے زیوس کے مشہور سر سے فدیاس کے تخیل کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ایلیس کے سکّے اس سے بھی زیادہ فدیاس کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں + اولمپی زیوس کے تخت، کرسی، بنیاد، اور جنگلا غرض ہر چیز نہایت نفیس مجسموں سے مزین تھی اور ان بے شمار افسانوں اور روایات کی تصاویر دی ہوئی تھیں جنسے خدائے برتر کی عظمت و اقتدار صنف انسانی کے سامنے آشکارا ہو +

فدیاس کی واپسی سے پیشتر ہی کیمون کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب وہ ایتھنز آیا تو فارقلیس کی قوت شباب پر تھی اور اسنے لیگ کا روپیہ دیلوس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ فدیاس نے اولمپیہ کے زیوس کا مجسّمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تیار کیا تھا۔ اس کے لئے کرٹیس کی تاریخ یونان ۲ (۹۲)، ۵۸ و ۵۱ ۸۵ دیکھنا چاہئیے + رابرٹ اور بعض دیگر مورخوں کو اسمیں شبہ ہے کہ فی الواقع اگیلاداس فدیاس کا استاد بھی تھا +

ایتھنز منتقل کر کے قلعے کی دیبی کے خزانے میں بحفاظت تمام جمع کر دیا تھا۔ اب فار قلیس کو یہ خیال ہوا کہ اس روپے کا ایک حصہ (جو در اصل جنگ ایران کے انتظام کے لیئے جمع کیا گیا تھا) قلعے کی زینت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خراج ہر سال طلب کیا جاتا تھا اور وصول بھی ہوتا تھا مگر چونکہ جہازوں اور ملاحوں کی ضرورت نہ تھی اسلیئے اسکی رقوم ایتھنز کی زیبائش پر باطمینان کلی خرچ ہوسکتی تھیں اور ساتھ ہی حفاظت یونان کے اہم فرائض میں بھی کسی قسم کی کمی آنے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلاشبہ خزانہ لیگ کی ہی ملکیت تھی مگر قلعہ ایتھنز بھی تو اسی لیگ کی مربی دیبی کا مسکن تھا اور اگر یہ روپیہ اسکی تزئین میں خرچ کیا گیا تو یقیناً بیجا نہ تھا۔ اس معاملے پر اپنا حکم لگاتے وقت ہمیں قدما کے احساسات کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ یہ متعدد مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتدا میں یونانی اپنے مکانات نہایت سیدھی سادھی طرز کے بناتے تھے اور تمام صناعی پبلک ایوانوں پر صرف کر دی جاتی تھی۔ یونانی ایوان بلدیہ تک تعمیر نہ کرتے تھے اور یہ پبلک تعمیرات محض بتخانوں اور مندروں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور اسمیں ہرگز مبالغہ نہیں کہ یونان میں فنون لطیفہ گویا یونانی مذہب کا جزو لاینفک تھے۔ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ لگا کر ہی ایتھنز کی عمدہ عمدہ روشیں اور نفیس ترین بالاخانے بنوائے۔ اسکے برعکس فار قلیس محض ملکت کا روپیہ ہی صرف کر کے مذہبی ایوان اور دیوتاؤں کے مجسمے تیار کراتا تھا اور لیگ کے ارکین کی شکایت کسی حالت میں انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتی۔

فار قلیس کو ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اسکی فنی تجاویز کو راستے پر لائے اور جو اسکے مدبرانہ تخیلات کو ایسا بیرونی جامہ پہنائے جو صرف ایک صناع ہی پہنا سکتا تھا۔ اور فدیاس ان صفات کا حقیقی مجسمہ تھا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ فدیاس ہر شعبے کا مبدا بھی تھا اور نگران بھی۔ اسکے ماتحت میں یا اس سے کمتر درجے کے بہت سے صناع کام کرتے تھے مگر اپنی شخصیت اور قابلیت کی وجہ سے وہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا اور اسکی وہی حیثیت ہوگئی تھی جو پوپ لیو دہم کے دربار میں رافائل کی تھی۔ بلاشبہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا

فدیاس اپنے مکان سے اکروپولس جارہا ہو اور اسکے ساتھ مصوروں سنگتراشوں اور معماروں کی ویسی ہی فوج ہو جیسی خود رافائل کے ساتھ اسوقت ہوتی تھی جب وہ پاپائے روما کے محل کی طرف اپنے غیر فانی مجسمے تیار کرنے یا خود لیو کے سامنے اپنے نقشے اور خاکے پیش کرنے کیلئے جاتا تھا ۳؎

جو عمارتیں فارقلیس کے حکم سے فدیاس نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں انمیں سب سے ممتاز پار تھےنون تھا جو باکرہ دیبی اتھینا کا مسکن تھا ۴؎ زمانہ حال تک

۴؎ گروٹیس کی تاریخ یونان (ج ۶، ۲۴۸) میں جو حواشی دیئے ہوئے ہیں وہ تاریخ فنون لطیفہ اور مفصل نقشہ کشی کیلئے قابل قدر ہیں ۔

۵؎ اگر پار تھےنون کے متعلق مزید معلومات کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تو میکائلس کی کتاب (لائپزگ ۱۸۷۱ء) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں فاضل مصنف نے اس تحقیقات کا ملخص دیدیا ہے جو اسوقت تک ہوئی تھی اور اسپر مدلل بحث کی ہے ۔ ک ۔ بوٹی شر پار تھےنون کو ان بتخانوں میں شمار کرتا ہے جو دراصل عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ ایسی عمارات تھیں جو محض چڑھاوا چڑھانے کے لیئے بنادی گئی تھیں اور جنکا نام اسنے "اگونی" بتخانوں کا نام رکھا ہے ۔ اسی نظریئے کی خود گروٹیس بھی تائید کرتا ہے (" تاریخ یونان" ج ۶، ۲۴۸) مگر جولیس اور بعض دیگر مورخوں نے اسکے خلاف نہایت زبردست دلائل پیش کئے ہیں ۔ اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ عمارت پار تھےنون اتھینا کے نام پر ایک عظیم الشان نذرانہ تھا اور مثل دیگر بتخانوں کے پار تھےنون میں پجاریوں کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا ۔ اسکے لیئے لولنگ (امیولر ۳، ۴۴۳) اور فون سیبل (بیومیسٹر) کے مضامین دیکھنے چاہئیں ۔ حال ہی میں ڈیورپ فیلڈ کی تحقیقات سے مختلف مندروں کے باہمی تعلق اور خاصکر پار تھےنون سے پہلے کے مندروں کا مشابہت نمایاں ہوگیا ہے اور ڈیورپ فیلڈ اور پیٹرسن نے رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز ۱۸۸۵ء میں ایک دوسرے کے مخالف دلائل پیش کئے ہیں ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ پی سسٹراتوس کا بتکدہ (جسکی تاریخ کا تعین اسوقت تک نہیں ہوسکا) ارکتیوم کے جنوب میں تھا ۔ اور گو اتھینا کے نئے مندر کی بنیاد توکیمون نے ہی رکھی مگر اسکی تکمیل فارقلیس نے اپنے خیالات کے مطابق کی ۔ حال کی کھدائیوں سے اتھینا پولیاس

اکثر مورخوں کا خیال تھا کہ موجودہ پارتھے نون دراصل پی سِسٹراٹوس کی ایک اور عمارت کے موقع پر استادہ ہے اور جو بنیادیں اسوقت تک ہیں وہ دراصل اسی قدیم عمارت کی باقیات ہیں۔ مگر حال ہی میں ایریکتیوم کے جنوب میں چند بنیادیں برآمد ہوئی ہیں اور اب اسمیں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ چھٹی صدی ق م کے ایک بتکدے کی بنیادیں ہیں۔ اسی لیئے پارتھے نون کی بنیادوں کو کیمون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسنے اس موقع پر اتھینا کا ایک مندر بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ پارتھے نون پندرہ سال تک زیر تعمیر رہا اور ۴۳۸ق م تک مکمل نہ ہو سکا۔ فارقلیس کے زمانے میں اسکے میر عمارت اکتینوس اور کالیکراتیس تھے انھوں نے دوریائی طرز کی ستون دار عمارت تیار کی جسکے چاروں طرف ۴۶ ستون ہیں یعنی ۱۷ طول میں اور آٹھ آٹھ عرض میں۔ ہر ستون مرکز کی جانب ذرا منحدب ہیں اور ہر ستون میں بیس بیس نالیاں ہیں۔ ایونیائی طرز کے بموجب گردنے کو موتیوں کی لڑی منبت کرکے مزین کیا گیا ہے۔ اس بتخانے کے اندرونی حصے میں مشرق کی طرف پرو ناؤس یا برآمدہ تھا اور اسکے اور چاروں طرف ستونوں کی قطار کے درمیان صرف ستون ہی ستون تھے۔ عمارت کے وسط میں ناؤس یا عبادت گاہ اور اسکے مغرب میں اوپستھودوموس یا ظہری برآمدہ تھا جسکا رخ باہر کی طرف تھا۔ عبادت گاہ کے مغربی حصے کے چاروں طرف دیوار کھینچکر محدود کر دیا گیا تھا اور اسی میں اتھینا اور مملکت ایتھنز کا روپیہ رکھا جاتا تھا۔ جیسے عمارت کے اندر کی طرف منبت کاری تھی ویسے باہر کی جانب بھی گلکاری اور پھول پنکھڑیوں میں رنگ آمیزی کرکے اسکو اور بھی خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (مرہیر) کے مندر کے مشرقی جانب قدیم شاہی قلعے کی فصیل برآمد ہوئی ہے اور یہ وہی عمارت ہے جسے ہومر ایرکتیوس کا مسکن بتاتا ہے (جریدۂ لسانیات برلن۔ ۱۸۸۶ء ۹) اور اس عمارت میں اور تریتز کے محل میں صریح یکسانی پائی جاتی ہے۔ (جریدہ لسانیات برلن" ص۱۵ کے مطابق اکروپولس کے عجائب خانے کے سامنے ۱۴ میٹر کے عمق پر تانبے کے برتن اور مکانوں کی دیواریں نکلی ہیں۔

اس مندر کا سب سے خوشنما اور خوبصورت زیور وہ مجسمے تھے جو سر مثلث، موری تختیوں اور اندرونی گردنے پر بنے ہوئے تھے۔ مشرقی سر مثلث میں اتھینا کی پیدائش کا واقعہ دکھایا گیا تھا اور مغربی سر مثلث میں اتھینا اور پوسیڈون کی باہمی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر بت جو محض منبت کاری کے نمونے نہیں بلکہ مکمل مجسمے ہیں عجائب خانہ برطانیہ میں اسوقت تک موجود ہیں اور ان سے یونانی فن سنگتراشی کا انتہائے کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو اثر ان مجموعوں کے مفصل مطالعہ سے انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ ان افراد کے اجسام اور لباس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا جن پر یہ مجموعے مشتمل ہیں اور ان کے سکون میں کسی قسم کی سختی ہے نہ حرکات میں بے آرامی۔ دراصل ان مجسموں کی ہی مدد سے ہمیں یونانی صناعی کی ماہیت معلوم ہوتی ہے اور جب یہ مجسمے لندن آئے اور دنیا انسے واقف ہوئی تو بہترین اور بلند پایہ صناعوں اور دستکاروں نے ان کی مدح سرائی کی اور ان کا اثر ہمارے فنی تخیلات پر اسقدر پڑا کہ ان میں دفعتہً انقلاب پیدا ہوگیا۔ چونکہ موری تختیوں میں جو جگہ تھی وہ محدود تھی اسلیے حسب معمول انہیں دیوتاؤں اور دیو ہیکلوں مثلاً لاپی تھیوں اور قنطوروں، اتھنزیوں اور امیزنوں، یونانیوں اور ترویانیوں کی باہمی جنگ کے نقشے دکھائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مورتیں تو لندن میں ہیں اور بعض خود اکروپولس میں موجود ہیں۔ گردنوں کی منبت کاری میں بین اتھینائی جلوس کی ایک تخیل آمیز تصویر دی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جلوس اور اسکے ابتدائی مراحل کو مخلوط کر دیا ہے اور جلوس دیوتاؤں کے سامنے ہوکر گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مجموعے میں متناسب اور عالی منشی کے حرکات خوب دکھائے ہیں۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ بہت سے کھڑے ہوئے بہت سے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار بعض ساکت اور بعض متحرک۔ اور لطف یہ ہے کہ جسقدر جگہ صناع کو میسر آئی ہے اسکا یہ انتظام کیا ہے کہ نہ تو کوئی جگہ خالی ہے اور نہ زیادہ اژدحام ہی معلوم ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی حرکت کے تواتر سے بھی کوئی سقم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو آجکل کے بھی بڑے بڑے

صناعوں میں مشکل سے پائی جاتی ہیں + غرض یہ ہے کہ پارتھینون کے سر مثلثی مجموعے نہایت اعلیٰ درجے کے مناظر سے بھرے ہیں جنمیں ناٹک کی نفاست پائی جاتی ہے اور موروثی تختیوں میں چھوٹی چھوٹی متحرک تھاویر اور گردنوں میں مسلسل قصے دیئے ہوئے ہیں جنمیں رزمیانہ انداز کا اتار چڑھاؤ پایا جاتا ہے + ممکن ہے کہ فدیاس نے گردنے اور تختیاں اپنے شاگردوں سے بنوائی ہوں مگر سر مثلثوں میں تو نہ صرف اسکا تخیل بلکہ خود اسکی دستکاری نظر آتی ہے اور اسمیں تو شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ مندر میں جو سونے اور ہاتھی دانت کا بت تھا وہ اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا تھا[†] + یہ بت استادہ اتھینا کا تھا اور اسکا دہنی کا ایک پیر ذرا پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور دہنا ہاتھ جسپر پروار فتح کا بت تھا آگے کو بڑھا ہوا ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا اور جسکے وسط میں ایک گورگون[‡] کا سر بنا ہوا تھا + بت کے جوتے اور ڈھال اور اس ستون پر جسپر بت رکھا تھا سب پر مورتیں ہی مورتیں تھیں اور ڈھال پر مسلح عورتوں کی لڑائی کی تصویریں تھیں جنمیں فدیاس نے اپنی اور فارقلیس کی تصویریں بھی بنا دی تھیں ۔ اس مجسمے کو ۴۳۸ ق م کے بین الاتھینا کے میلے کے موقع پر حلیفوں اور غیر ملکیوں کے روبرو تحسین و آفرین کے نعروں میں بے نقاب کیا گیا۔

† حال میں دو مجسمے برآمد ہوئے ہیں جنکی ساخت سے ہیں فدیاس کے "اتھینا پارتھینوس" کا بہتر اندازہ ہو سکتا ہے ۔ ایک تو وہ مجسمہ ہے جو لینورموں کے نام پر منسوب ہے اور جو پنکس کے قریب ۱۸۵۹ء میں ملا تھا اور دوسرا وہ اہم مجسمہ ہے جو وار واکیون میں ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا تھا ۔ یہ دونوں بت ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہیں اور اول الذکر کی تصویر کولی نیون کے فدیاس اُمیں صفحہ ۲۵ پر دی ہوئی ہے + پارتھینوس کے سر کے صحیح اندازے کیلیے اسپانزیس کا جواہر (جواب وائنا میں ہے اور جسکی تصویر اس کتاب کی جرمن اشاعت کے سرورق پر دی ہوئی ہے) اور کول او با (پٹرو گراڈ) کے طلائی تمغے قابل ذکر ہیں + ڈھال کیلیے سٹرنگفرڈ کی ڈھال (جو اب عجائب خانہ برطانیہ میں ہے) غور سے دیکھنا چاہیئے لینورموں مجسمے کی ڈھال پر بھی منبت کاری کی گئی ہے +

‡ گورگون وہ کریہہ منظر عورتیں تھیں جنکے سر پر بجائے بالوں کے سانپ لہراتے تھے [مترجم] +

اور قریب سات سو سال تک یہ معبد رائس ایت کا مسکن رہا + مذہب عیسوی کی تبلیغ پر لوگوں نے اسے گرجا بنا کر حضرت مریم کے نام پر منسوب کر دیا مگر ۱۶۸۷ء میں ایتھنز پر وینس والوں نے حملہ کیا اور انکے بمب سے اسکا وسطی حصہ اڑ گیا + انیسویں صدی کی ابتدا میں لارڈ الگن پارتھے نون کے مجسمے انگلستان لے آیا اور انہیں برطانوی حکومت نے خرید کر عجائب خانہ برطانیہ میں رکھ دیا جہاں یہ اسوقت تک موجود ہیں +

اکروپولس کی عبادت گاہ تو تیار ہو گئی اب اسکا صدر دروازہ بننا باقی تھا جو اسکی شان کے شایاں ہو +

ف فون ولاموور ٹز میولینڈ وزف نے اپنی کتاب تحقیقات لسانیات" کی پہلی جلد میں شہر پناہ اور قلعے پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پرانی شہر پناہ پی ستراتوس نے مسمار کر دی اور ۴۹۰ ق م میں اسکا وجود ہی نہیں رہا + میولینڈ وف کے اس نظریہ کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ پی ستراتوس نے محض اسلیئے فصیل مسمار کرائی کہ یہ وہ غیر محفوظ شہر پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اسنے ایسا ہی کیا ہو اور ۴۹۰ یا ۴۸۰ ق م میں یہ دیواریں باقی نہ رہی ہوں + پیلارگی کوان یا پیلاسگی کون اور اسکے نو دروازوں کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے۔ گرتیس (۱۸۴۴ء) کے نزدیک یہ اس فصیل کا نام تھا جو قلعے کے گرداگرد کھنچی ہوئی تھی اور اسمیں نو دروازے تھے جنمیں باہر سے نو سڑکیں قلعے کے اندر جاتی تھیں + اور اسکا سطحی خاکہ یوتی شر کی کتاب "اکروپولس" (نقشہ، صفحہ ۵) میں دیا ہوا ہے مگر جب سے شاہی محل برآمد ہوا ہے اسوقت سے وہ نظریہ دوبارہ پیش کیا گیا ہے جو گرتیس کے نظریئے سے پہلے مانا جاتا تھا اور وہ یہ ہے کہ دراصل قلعے کے اندر جانے کا راستہ تو ایک ہی تھا مگر اسکی حفاظت کیلیئے نو دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔ غالبًا پارتھے نون کی تعمیر کیلیئے اراضی اسیوقت مسطح کی گئی ہوگی جب کیمون نے جنوبی فصیل بنائی + پیلارگی کون کیلیئے لولنگ کا مضمون (مجموعہ اثینولر) ۳، صفحہ ۳۳۷-۳۸ اور قلعے کے جغرافیے کے بیئے صفحہ ۳۳۶ دیکھنا چاہیئے اور بوتی شر کے نقشۂ اکروپولس" (۵) میں خاکوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے + پیشگاہ یا صدر دروازے کے مسئلے پر رایون نے اپنی تصنیف "پروپی لیا" (برلن ۱۸۸۲ء) میں مفصل بحث کی ہے اور ڈرم نے "جریدۂ فن مصوری" میں اور ڈیورپ فیلڈ نے

کیمون کا مقصد تو یہ تھا کہ اس عمارت سے قلعے کا کام بھی لے مگر چونکہ طولانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) معلومات متعلق شہر ایتھنز" میں کی ہے "فتح" کے مندر پر روس، شٹو برٹ اور ہیمنن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے (برلن ۱۸۳۹ء) اور کیکولے نے جنگلے کی منبت کاری کا حال لکھا ہے (اسٹٹگارٹ ۱۸۸۱ء) + ان تصانیف کے علاوہ لولنگ کا مضمون (۱، میولر ۳، ۱۴۱) کارآمد ہے۔ اور اسی مورخ کی تحقیقات اریکیتوم (میولر ۳، ۳۴۹) بھی قابل دید ہے جہاں اسناد کی فہرست دی ہوئی ہے اور فارقلیس کی عمارت اوویوم کے لیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۳) اور لولنگ (میولر ۳۲۶) کے خیالات کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اکروپولس کے حالات کے متعلق اا ملشہوفر نے اخبار "ڈوئچے رنڈ شاؤ" (ماہ مئی ۱۸۸۸ء) میں ایک نہایت قابلانہ مضمون لکھا ہے جسکے چند فقرے اسقدر حسب حال اور مناسب ہیں کہ یہاں انکے نقل کرنے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے:۔

غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م سے یہ قلعہ گویا شہر کا تتمہ ہوگیا اور جسطرح اس کے نام (اکروپولس) میں لفظ "پولس" برابر قائم رہا اسی طرح وہ شہر اور اسکی بہترین عمارات کا منتخبہ تھا اور اسمیں استحکامات، حرم، خزانہ اور عجائب خانہ سبھی چیزیں موجود تھیں چونکہ یہ اتھینا کا مسکن تھا جو ایتھنز کی محافظ تھی اسلیئے اسے ایسا بنایا گیا تھا کہ باہر سے قلعہ معلوم ہو۔ اسکے صدر دروازے کی ساخت بدلکر اب اسے پروپی لیا یا پیشگاہ کردیا گیا تھا + رواقوں سے باہر فتح کی دیبی اتھینا کا خوبصورت چھوٹا سا مندر تھا اور فصیل کی جگہ اب سنگ مرمر کی ایک دیوار تعمیر کردی گئی تھی اور اسکے شمالی حصے میں اتھینا کے قدیم تبخانے کے ستون اور حاشیئے چن دیئے گئے تھے تاکہ ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کے نقصانات اور اسکی کامیاب مدافعت کی یاد تازہ رہے + دراصل یہ قلعہ کا قلعہ ایک عظیم الشان حرم تھا اور اسکی ساخت بہت بڑی قربانگاہ کی سی تھی اور وہ گویا اتھینا، زیوس، پوسیدون اور دوسرے دیوتاؤں کے نام پر ایک چڑھاوا تھا + اس کی چوٹی پارتھنون سے مزین تھی اور اریکیتوم گویا پالاس کے بت اور اسکے متعلق قدیم روایات اور باقیات کا مسکن تھا + خواہ اکروپولس میں خواہ اسکے نیچے کے محترم حدود کے اندر یونان کے سب سے بڑے

فصیل کی تعمیر سے ایتھنز میں کسی قلعے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اکروپولس کے مزید استحکام سے ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ فارقلیس خود سر بننے کا آرزومند ہے اسلیئے اس نے اکروپولس کی قلعہ بندی کا خیال ہی چھوڑ دیا + اتھینا دیبی کا مسکن خاص ہونے کی حیثیت سے خود مذہبی روایات ہی گویا اس کی محافظ تھیں اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ بجائے قلعہ بند پھاٹک کے ایک عالیشان صدر دروازہ تعمیر کیا جائے۔ اسکا علم نہیں کہ اکروپولس کی چٹان کے نیچے کس قسم کی عمارت بنائی گئی مگر چٹان کی چوٹی کے قریب ایک کنارے پر میر عمارت منے سکلس کی نگرانی میں غالباً ۴۳۷-۳۲ ق م میں پروپی لیا یا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا + اس کے سامنے کے حصّے میں چھ ستون تھے۔ باہر سے یہ بجائے خود ایک مندر معلوم ہوتا تھا اور اسکے اطراف کے ستون باہر کو نکلے ہوئے اور بیش گاہ کے بالکل مقابل تھے + شمالی حصّے میں تصویر خانہ تھا اور یہ حصّہ جنوبی حصّے سے زیادہ چوڑا تھا اسلیئے کہ جنوب کی طرف پروپی لیا کے قریب ہی بازو دار نیکے ("فتح") کا مندر تھا اور اس مندر کا دروازہ حائل ہونے کی وجہ سے جنوبی حصّے کو مزید وسعت نہ دیجا سکتی تھی اس مندر کی عمارت نہایت مختصر یعنی طول میں ۵½ میٹر اور عرض میں ۵ میٹر تھی +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیوتاؤں اور دیبیوں کے نام پر نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور بئوروں کے ارتمیس، دِمیتر (ام الارض) ہیفاسٹوس، دیونی سیوس (جسکی تماشہ گاہ اسوقت تک چٹان کے جنوب مشرقی حصّے پر ہے)، اسکلے پیوس، افرودیت، کاری تیس، پان اور نمف۔ غرض اس قلعے میں دیوتاؤں کا مجمع تھا اور یہی اٹیکا کا "پان تھیون" (دیوآلیا) تھا + پان تھیون کے ساتھ ہی یہ قلعہ خزانے کا بھی کام دیتا تھا اور اسمیں اراکین لیگ کا خراج اور اتھینا اور دوسرے دیوتاؤں کا مخصوص روپیہ بت خانے کے ظہری کمرے (اوپستھودوموس) میں رکھا رہتا تھا۔ اسمیں عجائب خانہ بھی تھا جسمیں مختلف طرز تعمیر کے نفیس ترین نمونے اور نذروں اور پیشکشوں کا ہجوم رہتا تھا جسپر اس دور کے بڑے بڑے صناعوں نے اپنی تمام صنعت صرف کردی تھی۔ اور ان سب خصوصیات کے سوا پروپی لیا میں تصویر خانہ بھی تھا +

اس کے گردنے کا بیشتر حصہ جس میں دیوتاؤں کے جلسوں اور باہمی جنگ و جدل کے مجسمے وئے ہوئے تھے اسوقت تک محفوظ ہے، مگر وہ اتنے خوبصورت نہیں جتنی وہ منبت کاری ہے جو اس طرف کے لنگوروں پر کی گئی ہے، جہاں فتح کی دیبیاں فتح و نصرت کے نشانات قائم کرتی ہوئی قربانی کے جانور چڑھاتی ہوئی نظر آتی ہیں +

اگر کوئی مسافر فتح کے مندر کے مغرب کی طرف کھڑا ہو تو اسکے سامنے ایک وسیع بحری اور بری منظر ہوگا اور وہ الیوسس، سالامس، کوہستان میگارا، اکروکورنتھ، خلیج سارون، آئی گینا تک تمام ملک بلکہ ارگولی اکتے کے جنوب میں جزیرہ ہیدریا تک دیکھ سکے گا + اس موقع سے وہ تمام کارروائیاں نظر آتی تھیں جو ایتھنز کے دشمن اسکے خلاف کرتے تھے اور چونکہ یہاں سے "فتحمند" اتھینا اپنی محفوظہ اراضی پر اچھی طرح نظر دوڑا سکتی تھی اور اپنے حریف کورنتھ کی دیبی افرودیت کو آسانی تمام دیکھ سکتی تھی اسلیئے اسکے مسکن کیلیئے اس سے بہتر جگہ ممکن نہ تھی +

ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اکروپولس کی چوتھی اہم عمارت یعنی ارکیتیوم کی تعمیر فارقلیس ہی کے زمانے میں شروع ہوئی مگر باقیات سے یہ ضرور پتہ لگتا ہے کہ اسمیں کیمون کے دور کی جملہ خصوصیات پائی جاتی ہیں خواہ درحقیقت یہ اسکے بعد ہی بنا ہو + جس جگہ "مربیہ" اتھینا کے ساتھ ارکیتیوس کی پوجا ہوتی تھی وہاں ابتدا ہی سے اسی قسم کی عمارتیں موجود تھیں اور پارتھنون کا اولین بتکدہ اسی جگہ بنا ہوا تھا۔ مگر ان عمارتوں کی ظاہری شکل و صورت کا ہمکو پتہ نہیں + قلعے میں ارکیتیوم ہی سب سے قدیم عمارت تھی اور یہیں زیتون کا وہ درخت تھا جسے (نعوذ باللہ) اتھینا نے پوسیڈون سے جنگ کرتے ہوئے پیدا کیا تھا + مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ارکیتیوم کی جو صورت آج نظر آتی ہے وہ جنگ پیلوپونیز کے بعد تک مکمل نہیں رہی تھی۔ یہ ایونیائی طرز کی عمارت ہے اور اسکا رخ مشرق سے مغرب کی طرف کو ہے اور اسکی شکل بے قاعدہ ہے۔ اسکی مغربی جانب ستونوں کی دو قطاریں شمال اور جنوب کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کا سب سے مشہور وہ برآمدہ ہے جسکی چھت بجائے ستونوں کے کاریاتی دیس یا عورتوں کے مجسموں پر استادہ ہے اور یہ عورتیں پتھر اور مٹی کے چبوترے پر

کھڑی ہوئی ہیں۔ (واضح ہو کہ یونانی فن تعمیر کے احیاء کے بعد اسی ارکٹیتوھم ہی کے نمونہ پر اطالویوں نے اکثر کمانچے تیار کئے ہیں) اس کے قریب ہی پوسئیدون اور ہفاسٹوس پوتئیس سورما، اور کگروپس کی بیٹیوں یعنی پندروسوس اور اگلاؤروس کی پوجا ہوتی تھی اور اگلاؤروس کے نام پر ایک چھتا بھی منسوب تھا جو اسوقت تک موجود ہے۔ ارکٹیتوم میں تو اتھینا دیبی کی خاص پجارن اور قریب کے مکانوں میں باقی پجارنیں یعنی آریفورے رہتی تھیں۔

جسطرح اکروپولس اور اسکی بڑی اور چھوٹی عمارات اور مجسمے (جنمیں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں کیا گیا) گویا ایتھنزیوں کی طرف سے ایک نذرانہ تھا جو انکی اپنی دیبی کے قدموں پر چڑھایا گیا تھا اسی طرح پین اتھینیا کا تہوار اس عقیدت مندی کا اظہار تھا جو ایتھنز کو اپنی مربیہ کے ساتھ تھی۔ یوں تو یہ تہوار ہر سال ہوتا تھا مگر ہر چوتھے برس اس میں غیر معمولی تزک و احتشام کیا جاتا تھا اور یہ مہاپین اتھینیا کہلاتا تھا۔ اسمیں تفریح کے متعدد سامان تھے۔ یعنی کشتیاں اور گھوڑوں کے کرتب (جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینا اور پوسئیدون دیوتا کی پوجا میں کیا تعلق ہے)۔ ورزشی کرتب، اور فن موسیقی کے مقابلے جنمیں بانسری اور بربط بجائے جاتے تھے اور محفلہائے سرود منعقد ہوتی تھیں۔ ابتدا میں تو موسیقی کے مقابلوں کے بجائے ہومر کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں مگر فارقلیس نے ان مقابلوں ہی کو ترجیح دی اور ان کے لیئے باکھوس کی تھیٹر کے قریب ایک سرودگاہ (''اوویون'') زرکسیز کے اس ڈیرے کے نمونے پر بنایا جو لڑائی میں یونانیوں کے ہاتھ لگا تھا اور اسمیں بہت سے ستون لگائے اور اسپر ایرانی جہازوں کے پردوں اور مسطولوں کی چھتگیری لگائی اس عمارت کا تو کوئی حصہ باقی نہیں رہا مگر ایک اور سرودگاہ کے کھنڈر موجود ہیں جو ہیرودیس اٹیکوس نے بنایا تھا یہ بالکل تھیٹر کی سی عمارت تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ اس طرز کی عمارات یعنی اوویا (سرودخانے) مسقف ہوتی تھیں اور یونانی تھیٹر عام طور پر کھلے ہوئے بنائے جاتے تھے۔

موسیقی اور ناٹک کے مقابلوں کا اصل مقصد سنگیتے مہیا کرنا تھا اور رئیس جو لگ

اوّل آتے تھے انھیں انعام میں تپائیاں دی جاتی تھیں - مگر جیتنے والے بجائے انھیں اپنے گھر لیجانے کے کسی نہ کسی دیوتا کے نام پر منسوب کر کے کسی عام گزرگاہ پر رکھ دیتے تھے - خود انھیں حتے المقدور آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور جن ستونوں پر وہ رکھی ہوتی تھیں وہ بھی نہایت نفیس ہوتے تھے - ایسی بہت سی تپائیاں اس سڑک کے کنارے رکھی تھیں جو دیونی سیوس کے تھیٹر سے مشرق کی طرف اکروپولس کا دور کر کے شمال کی طرف چلی گئی ہے اور ان میں سے ایک یعنی لیسکرائٹیس کی تپائی آجتک موجود ہے +

جہاں پین اتھینا کے میلے کا سب سے نادر جزو وہ جلوس تھا جو پارتھے نون کے حاشیئے کے مجسموں کی وجہ سے غیر فانی ہو گیا ہے + اس تہوار کے موقع پر ایتھنز کے مرد، عورتیں، شہری اور غیر شہری سب اپنی مربی دیبی کے سامنے شہر کی ناکتخدا لڑکیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی اور زردوزی کی ہوئی ایک خلعت پیش کرتے اور زمانۂ مابعد میں یہ خلعت ایک جہاز نما گاڑی پر لہراتی ہوئی مندر کو جاتی تھی + اور وہاں اتھینا "پولیاس" کے بت کے ہر چہار طرف لٹکائی جاتی تھی - اور جو بیل اس موقع پر قربانی چڑھتے تھے انکے گوشت سے ایتھنزیوں کی دعوت کی جاتی تھی +

آریوپاگس (یا کوہِ "آریس") کے شمال اور اکروپولس کے شمال و مغرب میں ایتھنز کا بازار یا چوک تھا اور اسکے مغرب میں ایک بتکدہ تھا جسے عام طور پر تھی سیوم کہتے تھے[1] اس چوک میں اور اسکے قرب و جوار میں ایتھنزیوں کے

---

[1] تاریخی زمانے میں بازار صرف آریوپاگس کے شمال کی جانب تک ہی محدود تھا + کٹوپرٹ نے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات ایتھنز" کے ضمیمہ[2] میں اگور اکی ترتیب اور مختلف پبلک عمارتوں کی شرح تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے - اس موضوع کیلئے ملش ہوفر کا مضمون "ایتھنز" (ڈیموسٹیٹر) اور لولنگ کا مضمون (اُمیولر) قابل ذکر ہیں + پری تانیوم چوک میں نہ تھا بلکہ قلعے کے شمالی جانب اگلوریوم کے قریب تھا + چوک یا بازار کے مشرق کی عمارات تو اسوقت تک باقی ہیں (مثلاً وہ عمارت جسے ورزش گاہ ہیڈریَن کہتے ہیں - "ہوا برج" اور اس کے قریب کی بیٹھکاہیں اور وہ دروازہ جو بازار میں نہ تھا مگر جسکا نام "دربازار" پڑ گیا ہے) -

پبلک اور خانگی معاملات طے ہوتے تھے۔ جنوبی حصہ تو شہر کی سیاسی زندگی کا مرکز اور شمالی خرید و فروخت کے لیے مخصوص تھا + شمالی حصے کے مغربی کنارے پر دو نہایت خوبصورت بالاخانے جنھیں "صحن خسروی" اور "صحن مشتری" (استوا ایلیو تھر یوس) کہتے تھے اور اپولو پیتر ویس کا بتخانہ تھا اور "صحن مشتری" بارہ دیوتاؤں کی تصاویر سے مزین تھا + اس کے مغربی جانب ایوانہائے مملکت تھے مثلاً میترو ئم (دفترخانۂ مملکت)، بولیو تیر یون (ایوان مجلس خاص)، ایوان مدور یعنی تھولوس (طعام خانۂ پری تانیس) استراتی گیوم (دفتر افواج)، دسوں قبیلوں کے سورماؤں کے بت، خود سروں کے قاتلوں کے مجسمے، اور مشرق کی طرف ذرا ہٹکر میترو ئم اور بولیو تیر یون کے دونوں طرف پوئے کیلے تھے جنکا بیان اس سے پہلے باب دوازدہم میں کیا جا چکا ہے "صحن خسروی" اور پوئے کیلے سے ایک راستہ نکلتا تھا جسے شاہ راہ ہرمیس کہتے تھے مگر یہ ٹھیک نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ کس طرف کو جاتا تھا + اس بازار کے شمالی حصے میں دو کانیں اور مشرقی جانب شاہ اتالوس دوم کا رواق تھا (جسکے باقیات تاحال موجود ہیں) جسمیں اکثر عصر کے وقت مختلف قماش و طبائع کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ جنوبی پینگا ہوں میں وہ لوگ بیٹھتے تھے جنھیں عدالتوں میں کام ہوتا شمال کی طرف وہ لوگ جاتے جنھیں کچھ خرید و فروخت کرنی ہوتی یا کسی دوکاندار سے کچھ کہنا سننا ہوتا۔ بازار میں ہر قسم کا مال و اسباب پٹاروں میں چنا رہتا۔ وہیں صراف سکوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھتے۔ اور وہیں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آتے جنھیں کوئی کام نہ ہوتا + قدیم روایات کے مطابق پنکس یا نشست گاہ جمعیت عوام اسی بازار کے جنوب کی طرف کو تھی اور شاید مقرر اسی چٹان کے ٹکڑے پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہونگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر خاص چوک کی عمارتوں کے اب بہت کم نشانات باقی ہیں + پتا ہوں کی سڑک کیلئے لولنگ (۱ میولر) ۳، ۳۲۶، پنکس کے لیے ۳۲۱ وغیرہ، ایتھنزی قبرستان اور خانگی حضیروں کے لیے جن کا رواج چوتھی صدی ق م سے پڑا) ۳۳۰ کا مطالعہ بہتر ہوگا +

جو اسوقت تک اس موقع پر آگے کو نکلا ہوا ہے + بازار کے شمال و مغرب کی طرف شاہراہ درموس ایتھنز کے صدر دروازے یعنی دپیلون کی طرف جاتی تھی اور اسکے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں اور شہر کے باہر قبرستان میں ہوتی ہوئی اقادمیہ اور کولونوس کی طرف چلی جاتی تھی + اس قبرستان میں بہت سے ایتھنزی سورماؤں اور مدبروں شلاً سولون اور فارقلیس کی قبریں تھیں۔ اس محلے کو دیموس کیرامی کوس یعنی کمھاروں کا محلہ کہتے تھے اور حال میں ہی اس محلے میں بہت سے مقبرے برآمد ہوئے ہیں جنسے تاریخ فنون لطیفہ میں معتدبہ معلومات کا اضافہ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م کی اٹیکا کی قبروں پر جو منبت کاری ہے وہ اپنی سادگی کے سبب سے نہایت ہی دلفریب ہے +

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنزی صنعت کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اتھینا کی عظمت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کیا جائے مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے اس دیبی کے سوائے دیگر معبودوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور یہ بعض تپائیاں (جنکا ذکر اوپر آچکا ہے) باکھوس کے نام پر بھی چڑھائی گئی تھیں ہم رفتہ رفتہ دیوی سیوس کا بھی ذکر کرینگے مگر بہتر ہے کہ یہاں سنگتراشی کے ضمن میں ان عمارتوں کا بیان مناسب ہے جو دیمیتر کی خاطر بنائی گئی تھیں + گو دیمیتر کے شہر ایلیوسس کی مقدس عمارتوں کے کھنڈر اتنے عالیشان نہیں ہیں جتنے اکروپولس کے مگر اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع صرف ایتھنز کی ہی تزئین نہ کریں بلکہ ایلیوسس کو آراستہ کرکے بھی اپنے جوہر دکھائیں[۹] اور یہاں کی مذہبی عمارتوں سے

---

۹ ایلیوسس کی عمارات کیلئے بیڈیکر (دوسری اشاعت) دیکھنی چاہیئے جہاں بجائے پرانے نقشے کے جو بٹومیٹسٹر کے مجموعے کی پہلی جلد سے لیا گیا تھا ایک بالکل نیا نقشہ لگایا گیا ہے + بنکدے کی کھدائی کا کام یونانی انجمن آثار قدیمہ کر رہی ہے + ایلیوسس کی جو منبت کاری ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہے اسکی بٹومیٹسٹر میں صـ۴۱۳ پر نقل ہے + مختلف

ایک مخصوص طرز تعمیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ باہر کی طرف کی پروپی لیا یا پیش گاہوں سے تو ایتھنز کی پیش گاہوں کا نقشہ سامنے آجاتا ہے مگر ان کے علاوہ اندر کی طرف بھی چھوٹی چھوٹی پیش گاہیں تھیں جو بیرونی پروپی لیا کی نسبت سے ذرا ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رازوں کے فاش ہونے کے خیال سے اسکی ضرورت تھی کہ پروپی لیا اور بیرونی دنیا کے درمیان کوئی نہ کوئی سدراہ حائل ہو۔ خاص "بتکدۂ اسرار" کی بنیاد تو اکتینوس نے ڈالی تھی مگر یہ نہایت آہستہ آہستہ تعمیر ہوا اور جنوب و مغربی برآمدہ تو چوتھی صدی ق م میں فیلو نے اضافہ کیا تھا۔ یہ بتکدہ قریب قریب مربع تھا اور اسکے وسط میں سات سات ستونوں کی چھ قطاریں تھیں جن سے وہ متعدد ایوانوں میں تقسیم ہوجاتا تھا۔ ان ایوانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مخفی رسوم کی ادائی میں بہت سے لوگ شریک ہوسکیں۔ ایلیوسس میں ایک نہایت عمدہ ابھرت برآمدہ ہے جسمیں دیمتر کورے اور ایک نوجوان شخص کی شبیہیں ہیں اور اس سے پانچویں صدی ق م کی صنعت کا اور اس اثر کا جو ایلیوسس کی پوجا کا صنعت وفنون لطیفہ پر ہوا اندازہ ہوتا ہے۔

ان عمارتوں کے علاوہ اور مقامات پر بھی دور فارقلیس کے نمونے موجود ہیں۔ راس سونیوم پر اتھینا دیبی کے نام کا ایک مندر تھا جسکے نو ستون اسوقت تک زیب راس ہیں اور انہی کی وجہ سے اب اسے راس کولونائس کہتے ہیں۔ مگر امتداد زمانہ سے اس مندر کے مجسموں کو بہت نقصان پہنچا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موضوعوں کیلئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:-

سونیوم: ڈیورپ فیلڈ۔ ۹۔

رھامنوس: لولنگ ۴۔

فگالیا: تصانیف سٹاکلبرگ (روما۔ ۱۸۲۶ء) اور کوکریل کی کتاب (جوپیٹر پین ہیلینوس کا بتخانہ آئی گینا اور اپولو اپی کیوریس کا بتخانہ باسئے)۔ لندن ۱۸۶۰ء بٹوسٹیڈر کا مضمون جو اسکے مجموعے (ص ۱۳۱۹) میں درج ہے۔

آجکل لوگ اس راس کو صرف وہ خوشگوار منظر دیکھنے کیلیئے جاتے ہیں جو وہاں کھڑے ہوکر نظر آتا ہے۔ اسی طرح مارا تھون کے شمال میں ایک بتخانہ بمقام رھامنوس اسوقت تک ہے جو نیمیسس یعنی انتقام کی دیبی کی طرف منسوب ہے۔ روایت ہے کہ اس دیبی کا بت فدیاس یا اگوراکریتوس نے اس پاروسی سنگ مرمر کے ٹکڑے سے تراش کر بنایا ہے جسے ایرانی ایتھنز فتح کی یادگار قائم کرنے کیلیئے مارا تھون لائے تھے۔ اگوراکریتوس سے بھی مشہور الکامنیس ساکن لیمنوس ہے جسکا ذکر اس سے پیشتر اولمپیا کے بیان کے سلسلے میں کیا گیا ہے اور اسی الکامنیس کی طرف دسکوبولوس کا وہ استادہ مجسمہ منسوب کیا جاتا ہے جسکی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں۔ اٹیکا کے حدود سے باہر اسی صنعت کا ایک نمونہ وہ بتخانہ ہے جو جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں فگالیہ کے قریب بمقام باسئے واقع ہے اور جسے اکتینوس نے عظیم الشان قدرتی مناظر کے وسط میں اپولو ایپی کیوریس کے اعزاز میں غالباً ۴۳۰ق م اور ۴۲۹ق م کے طاعون کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔ اس بتخانے کی اندرونی ساخت اور اسکی تین چوتھائی بلندی کے ستون اور طاق قابل غور ہیں۔ یہاں ۱۸۱۱ء میں ایک حاشیہ برآمد ہوا جسمیں امیزنون کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ یہ حاشیہ اب عجائب خانہ برطانیہ میں رکھا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فدیاس اسی آرگوسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جسنے خود آرگوس میں بھی بڑے بڑے صناع پیدا کیئے اور فدیاس کا سب سے نامور ہم مدرسہ ایک آرگوسی ہی یعنی پولیکلے توس تھا جو غالباً سنگتراش پتروکلیس کا بیٹا اور دو صناعوں یعنی نئوکیدیس اور دیدالوس کا بھائی تھا۔ اس پولیکلے توس نے نوجوان انسان کی ایک خاص شبیہہ ایجاد کی جو بڑے بڑے اہالیان صنعت کیلیئے اسوقت تک برابر نمونہ رہی جبتک لسی پوس نے فن سنگتراشی میں نئے اصول کا اضافہ کیا۔ اسکے متعدد مصنوعات کا ہمیں علم ہے۔ اسکا سب سے مشہور مجسمے کا نام دوریفوروس تھا جسکی متعدد نقول پائی گئی ہیں۔ اور اسی نے ایک نوجوان دیادی مینوس کا بت تراشا ہے جسمیں وہ اپنی آنکھوں پر

پٹی باندھتا نظر آتا ہے۔ اور اسی کی طرف امیزن کی ایک مشہور شبیہہ منسوب کیجاتی ہے۔ اسی پولیکلیتوس نے آرگوس کی قدیم مربی دیبی ہیرا کا مشہور سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ تراشا جو فدیاس کے زیوس کا گویا جواب تھا۔ اسمیں بھی آرگوس کی دیبی بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور ایک ہاتھ میں انار لیئے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے عصا پر رکھا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں اور آرگوس کے سکوں پر اسکا سر کندہ ہے + ان تمام بتوں کے علاوہ سکیونی آرگوسی طرز کے سنگتراش ان لوگوں کے مجسمے بھی بناتے تھے جو مختلف مقابلوں میں اوّل آتے تھے [۱] اب صرف تصویر کشی باقی رہ گئی۔ جسکا ذکر باب دوازدہم میں آچکا ہے +

گو جو کچھ باقیات جزیرہ سسلی میں دریافت ہوئی ہیں وہ سب محض عمارتوں تک ہی محدود ہیں مگر ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور مشرقی یونان کی طرح وہاں بھی صناعی کمال کو پہنچ گئی تھی + ان عمارتوں میں سب سے بلند مرتبہ سلی نوس اور اکراگاس کے بتخانوں کا ہے جنکی عظیم الشان وسعت اور نفیس آرایش سے خود فدیاس انگشت بدنداں تھے + اس بڑے بتخانے کے علاوہ اکراگاس میں دو اور بتخانے ہیں جو اس سے زیادہ محفوظ ہیں اور انمیں ایک عجیب خوبصورتی اور شان نظر آتی ہے۔ سلی نوس اور اکراگاس کے کھنڈر قدیم زمانے کے جلیل القدر کھنڈروں میں سے ہیں اور گو سلی نوس ۴۰۹ ق م میں اجڑ گیا اور اسکے بعد کبھی اسکی مرمت نہیں ہوئی پھر بھی اس کے باقیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فن تعمیر کیا کچھ کر سکتا تھا +

[۱] پولیکلیتوس کیلیئے برومیسٹر صفحہ ۱۳۴۵ دیکھنا چاہیئے جہاں ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے جو اس صناع پر لکھی گئی ہیں + حال ہی میں مورخوں کی توجہ اسکے ان مجسموں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو ابھی دوروس (دھقولوس) میں برآمد ہوئے ہیں + ہیرا کی تصویر والے آرگوسی سکوں کیلیئے امہوف بلومر اور پی گارڈنر کے مراسلات جو "جریدہ مطالعہ یونانیات" (۱۸۸۵ء تصویر ۱ - ۱۲ تا ۱۵) میں شائع ہوئے ہیں دیکھنا چاہیئے +

پوسیدونیہ (پیسٹوم) کے عالیشان مندر کی تاریخ تعمیر کا تعین آسان نہیں مگر میٹاپونتوم کے مندر کے کھنڈروں سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی بنا پانچویں صدی ق م میں ڈالی گئی تھی +

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں بہت سی عمارات محض مفاد عامہ کیلیئے تیار کی گئیں اور ان میں بجائے صناعی کے عوام کا فائدہ زیادہ مقصود تھا+ ان عمارتوں میں وہ آب گزار اور بدروئیں جن کا خاکہ مشہور آفاق ہیئت دان میتون نے تیار کیا تھا بلدہ اور پرئی اوس کی درمیانی فصیل اور خود پرئی اوس کی عمارات تھیں جو جنگ ایران میں مسمار ہو گئی تھیں [۱] ہمیں معلوم ہے کہ اس دور سے قبل ہی دونوں مقامات کے درمیان دو طویل دیواریں تعمیر ہو چکی تھیں مگر مشکل یہ تھی کہ جنوبی دیوار اس فالیروم تک چلی گئی تھی اور خود فالیروم کی لنگرگاہ قلعہ بند حدود کے اندر آ گئی تھی اسلیئے اگر بالفرض کوئی غنیم خاص فالیروم پر جہاز سے اتر آئے تو وہ طویل دیواروں کے درمیانی میدان میں ہوکر باسانی تمام ایتھنز کو آسکتا ہے + ان ہی وجوہ سے فارقلیس ان استحکامات کو کافی نہ سمجھتا تھا اور اس نے ایک اور دیوار تعمیر کی جو شمالی فصیل کے متوازی خلیج فالیروم کی شمالی حد تک چلی گئی ۔ ان دونوں یعنی شمالی اور جنوبی دیوار کے درمیان صرف ۱۰۰ گز کا فاصلہ تھا اور اسکی حفاظت ایک مختصر فوج بہ آسانی کر سکتی تھی ۔ اب پرئی اوس ہی ایتھنز کا بندرگاہ رہ گیا تھا اور اسمیں متعدد تجارتی گودام بنائے گئے جنمیں سے ایک عین بندرگاہ کے کنارے تھا اور چونکہ اس میں

---

[۱] نقشہ جات اٹیکا" کے پہلے نمبر (برلن ۱۸۸۱ء) میں ملش ہوفر کا مفصل و مدلل مضمون دیکھنا چاہیئے + آب گزاروں کے لیئے اڈلر کی تحقیقات کا جو "رودادہائے انجمن تعمیرات" (۲، ۷، ۱۰ وغیرہ) میں درج ہے مطالعہ سودمند ہوگا + ملش ہوفر ("ایتھنز" بئو میئیسٹر صـ ۱۸۱) کہتا ہے کہ غالبًا پانچویں صدی ق م سے ہی ایتھنز کیلیئے کوہ پنتےلیکون کے چشموں سے پانی آنے لگا تھا + گرتیس نے (۲ (۶) ۲۸۰ و ۲۸۱) میتون اور علم ہیئات کی ترقی پر بحث کی ہے +

مختلف اشیاء کے نمونوں کی نمائش ہوتی تھی اسلئے اسے وے اگمایا نمونہ خانہ کہتے تھے + شہر پرئی اوس ملطی مہیر عمارت ہپوداموس کے نقشے کے مطابق شہر تھورِئی کے اصول پر بالکل باقاعدہ بنایا گیا تھا ۔ اس کے اور شہر ایتھنز کے درمیان صرف چار پانچ میل کا فاصلہ تھا اور یہ ہی ایتھنز کی تجارت کا مرکز اور سلح خانہ تھا۔ اکثر باشندگان ایتھنز پا پیادہ ہی ایتھنز کو آتے جاتے تھے ۔ ان ہی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان تجارت میں بہت ترقی ہوئی +

اب ہم عملی زندگی سے ہٹ کر مذہب و فلسفے کے تخیلی دائرے کی طرف مائل ہوتے ہیں + جسطرح اتھینا دیبی کے اثر سے ایتھنزی مذہب ممتاز و مشرف ہوا اسی طرح دیوتی سیوس کی پوجا کا ایتھنزی ادبیات کے ایک خاص شعبے پر اثر پڑا اور وہ شعبہ ناٹک تھا ۔ ناٹک دراصل عید دیوتی سیبہ کی ایک شاخ تھی اور اس زمانے میں اسکا سب سے بڑا ماہر ایس خیلوس تھا جسکا ذکر اس سے پیشتر آچکا ہے اسی وجہ سے پیشتر کی طرح یہاں محض درویہ کا بیان کیا جائیگا اور سرودیہ کی بحث جنگ پیلوپونیز کے دور تک چھوڑ دی جائیگی +

فارقلیس کے عہد کا سب سے بڑا دردیہ نویس سوفوکلیس[12] تھا + وہ ایتھنز کے

[12] سوفوکلیس پر بسٹل کا پراز معلومات بیان اس کی "تاریخ ادبیات یونان" ۳، ۲، ۲۶۷ تا ۲۰۹ اور کرسٹ کا مضمون میولر کے مجموعے جلد ۸ ، ۱۶۸ تا ۱۸۰ دیکھنا چاہیئے + بلاشبہ اسکی زندگی کے بعض واقعات مخترعہ ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوفوکلیس سرودیہ نویسوں کا نشانۂ تضحیک نہ تھا اسلیئے وہ کیوں اس کی خصوصیات کو خواہ مخواہ غلط جامہ پہنانے کی کوشش کرتے + دیکھیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۸ + لاٹیرن عجائب خانے میں جو اسکا قابل تعریف مجسمہ ہے اس سے خود ستائی اور تصنع کی بو آتی ہے + فرائی تاغ نے برن ہارڈی ۲، ۲، ۱، ۳۱۳ میں اسکی صنعت کی بہت تعریف کی ہے ۔ اور ال شمڈٹ نے "اخلاق اہل یونان قدیم" ۲، ۱۰۱ میں ناٹک انتی گونے کے سطور ۹۰۵ تا ۱۲۱۹ پر بحث کی ہے + برن ہارڈی نے دردیہ الکترا کو "قہرمانی آمیز" کا لقب دیا ہے (۲، ۲، ۳۶۶) اور اسکے پرحسرت انجام کی وجہ سے قدیم نقادوں نے اس ناٹک کو ہجویوں کے زمرے میں رکھا تھا +

قریب کولونس کے دیمے میں ۴۹۶ قم میں پیدا ہوا اور سالامس کی فتحیابی کے بعد ایتھنز میں جو میلا ہوا تھا تو جن بچوں نے اس فتح کی خوشی میں اس میلے میں نظمیں گائی تھیں انہیں سے ایک سوفوکلیس بھی تھا + پچیس سال کی عمر میں یعنی ۴۶۸ء میں اس نے اپنے مدمقابل ائس خیلوس کو ہرا دیا اور اسی زمانے سے ایتھنزی اسے دل وجان سے چاہنے لگے اور فارقلیس کا خاص منظور نظر ہونے کی وجہ سے وہ استراتی گوس بن گیا اور اسی حیثیت سے جنگ ساموس میں ایتھنزی فوج کی کمان کی + مگر میدان جنگ میں بھی اسنے عیش وعشرت کے سامان کو خیر باد نہ کہا اسلیئے فارقلیس کو اسے فہمائش کرنی پڑی + روایت ہے کہ اس میں اور اسکے بیٹے یوفون میں جھگڑا ہو گیا اور یوفون نے اپنے بوڑھے باپ پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنا چاہیں تو سوفوکلیس نے اپنا ناٹک ایدیپوس کولونیوس ججوں کو سنایا اور اسطرح اپنے ذی شعور ہونے کا ثبوت دیا + ۴۰۶ قم میں اسکا انتقال ہو گیا اور اپنے عزیز وطن کا ستارہ گویا غروب ہوتے ہوئے دیکھ لیا +

سوفوکلیس نے ائس خیلوس کی طرز کا تہ ناٹکا یعنی ایسے تین دردیلوں کا مجموعہ جنکا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو نہیں لکھا اسی لیئے اسے ائس خیلوس سے زیادہ اپنے ناٹکوں میں اندرونی ربط پیدا کرنا پڑا + اسکے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں میں یہ امتیاز ہے کہ اسکے ناٹکوں میں نیسرا اکیٹر بھی رہتا ہے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں سے زیادہ انہیں زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے مگر ترتیب مناظر میں وہ اپنے پیشرو سے آگے نہیں بڑھا + سوفوکلیس اپنے ناٹکوں میں سنگت سے اتنا کام نہیں لیتا جتنا ائس خیلوس یعنی وہ صرف ناٹک کا اصل مقصد اپنی زبان سے چند نفیس اور دانشمندانہ الفاظ ادا کر کے بیان کر دیتا ہے + سوفوکلیس یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ انسان اپنے مقدر کا غلام ہے اور تقدیر اور تدبیر کے تنازع کا حل ناٹک کے ساتھ اس اعتقاد کا اظہار کر کے کرتے تھے کہ خود رائی اور یکطرفہ سرکشی دیوتاؤں کو پسند نہیں + سوفوکلیس ناٹک کے "اسلوب" کا یعنی اس فن کا جس کے ذریعے سے

ناٹک کے پیرائے میں زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے گویا استاد ہے۔ اور آجکل کے قابل ترین مبصرین کی رائے ہے کہ وہ ناٹک کی ساخت کے قواعد پر نہایت خوبی اور صحت کے ساتھ کاربند ہوتا ہے اور جہاں تک دلچسپی انتہائے کمال اور انجام کا تعلق ہے آجکل کے زمانے میں اسکے بہت کم ہمسر پیدا ہوئے ہیں +

روایت ہے کہ سوفوکلیس نے کم و بیش ایک سو سے زیادہ ناٹک اور ڈرامے
277 تصنیف کیئے مگر حوادث زمانہ سے صرف سات ڈرامے باقی بچے ہیں اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سے انتی گونے بہترین ہے + یہ ۴۴۲ ق م میں پہلی مرتبہ کھیلا گیا تھا اور ناٹک کی دلچسپی میں متواتر اضافہ اور سانحوں کی خصوصیات میں مسلسل ارتقا اعلیٰ ترین طریق سے دکھایا گیا ہے + بادشاہ کی بے انصافی اور اسکی درشتی مزاج اور انتی گونے کے ایثار اور استقلال کا مقابلہ نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے اور ناٹک کے اختتام پر دکھایا گیا ہے کہ کریون کے بیٹے کی موت ہی اسکے افعال کی سزا ہے + "الکترا" میں ماں سے بیٹی کی نفرت پر بہت زور دیا ہے اور مصنف نے اس واقعے سے حاضرین کو تذبذب میں رکھا ہے کہ عرصۂ دراز تک الکترا یہ سمجھتی ہے کہ اسکا بھائی مرچکا ہے + ناٹک "ایدیپوس خودسر" میں بادشاہ اپنی بے صبری سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کرلیتا ہے اور "ایدیپوس کولونوس" میں اس قصے کا انجام ایسے الفاظ میں ہوتا ہے جن سے ایتھنز کے اقبال اور اقتدار کا اثر پیدا ہو + نابینا بادشاہ اور اسکی بہن انتی گونے کولونوس میں یومنیدیس کے باغ میں دست التجا دراز کرتے ہوئے جہاں عام فانی انسان داخل نہیں ہوسکتے نظر آتے ہیں۔ اب تھیبز یوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اس بادشاہ کی واپسی کے تھیبز کی خیریت نہیں اور اسکی واپسی کی ضرورت پر متفق ہوکر کریون اور پولی نکیس کو اسے طلب کرنے کیلئے روانہ کرتے ہیں۔ مگر ایدیپوس واپسی سے انکار کرتا ہے اور خود شاہ ایتھنز تھیسیوس تھیبز یوں کے زور و ظلم سے اسکی حفاظت کرتا ہے ایدیپوس سرزمین اٹیکا پر ہی اپنی جان دیتا ہے اسکی نعش کا جس تزک و احتشام سے استقبال کیا جاتا

وہ اس ملک کے لیئے باعث رحمت اور موجب برکت ہوتا ہے + ناٹک "ایاکس" کا ہیرو اپنی اہمیت کے گھمنڈ میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اس خبط میں وہ اکثر کوئی نہ کوئی حماقت آمیز فعل کر گذرتا ہے اور دوسروں کا نشانۂ تضحیک بن جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کر لیتا ہے + ناٹک فیلوکٹیٹیس میں سوفوکلیس نے شخصی خصوصیات کی تصاویر کھینچنے میں اعلیٰ درجے کی صناعی سے کام لیا ہے ۔ ناٹک کا ہیرو ٹرواۓ طلب کیا جاتا ہے اسلیئے کہ اسکی کمان کے بغیر اس شہر کی تسخیر ناممکن ہے ۔ مگر وہ خود وہاں جانے سے انکار کرتا ہے ۔ اسپر اودیسیوس اور نیوپطلیموس اسے دھوکہ دیکر کہ وہ اسے وطن لیئے جارہے ہیں اپنے جہاز پر سوار کرا لیتے ہیں اور جب وہ نیوپطلیموس کو اپنی کمان
امانتاً سپرد کرتا ہے اور نیوپطلیموس اودیسیوس کو دیدیتا ہے اور چونکہ فیلوکٹیٹیس ۲۷
سنسان وویران جزیرے پر بغیر تیر کمان کے گزارہ نہیں کرسکتا اسلیئے وہ مجبوراً انکے ساتھ جاتا ہے مگر بالآخر نیوپطلیموس اسپر ترس کھاکر اسکا ہتھیار اسی کو دیدیتا ہے + بدیں وجوہ اگر غیب سے ہرقلیس نہ پہنچ جاتا اور ہمارے ہیرو کی راۓ نہ پلٹ دیتا تو ٹرواۓ ہرگز تسخیر نہ ہوسکتا ۔ سوفوکلیس کے ناٹکوں میں سب سے کمزور تراخینی سنئے ہے جسمیں ہرقلیس کی موت کا ذکر ہے +

چونکہ اسوقت ہم یونان کے سب سے بڑے دردیہ نویس کے ناٹک پر بحث کررہے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ یونانی دردیئے کی خصوصیات دکھائیں اور وہ فرق ظاہر کریں جو قدیم یونانی اور زمانۂ حال کے دردیئے میں پایا جاتا ہے اور اسطرح اول الذکر کی تاریخی اہمیت کو عیاں کردیں[۱۳] + قدیم یونانی دردیئے اپنے

۱۳ جہاں یونانی ناٹک کا ذکر آیا ہے اور اسکا مقابلہ دوسرے ممالک کے ناٹک سے کیا گیا ہے وہاں ایک خاص بات ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ قارئین کرام کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کیجائے جو اسپین اور رومن اور زمانۂ حال کے ناٹک میں پایا جاتا ہے + قدما اسٹیج کے طویل مکالمے پسند کرتے تھے اور اس ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم گیوٹے کے "سفر اطالیہ" (وینیس، اکتوبر) کا ایک فقرہ درج کریں جو حسب حال ہے +

گیوٹے تھیئٹر جاتا ہے اور ایک اطالوی دردیئے کے طویل مکالمے کو سنکر لکھتا ہے:-

اصل مقاصد اور ظاہری حالت میں نہایت ممتاز ہیں ۔ جو تعلق اسکے اصل اور اسکے مقاصد کا تاریخ سے ہے وہ تو صاف ظاہر ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے مطالب اور معنے پر ان تخیلات کا نہایت زبردست اثر ہے جو اس زمانے کے شعرا کے پیش نظر تھے + یونانی ڈرامہ در اصل ان مزاری تذکروں سے نکلا ہے جسکا مقصد یہ تھا کہ یونانی دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کی جائے + اسٹیج پر جو اشخاص ہوتے تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ ایک تو ایکٹر جو ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے اور جنکی تعداد تین چار سے زیادہ نہ ہوتی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو اس مکالمے کو سنتے تھے اور اپنے خیالات اور جذبات کا مزاری مصرعوں میں اظہار کرتے تھے + اسکے برخلاف موجودہ ناٹک کی بنا ازمنۂ وسطے میں پڑی ہے اور اسکے حالات قدیم یونانی ناٹک سے بالکل مختلف ہیں ۔ یوں تو اسکا ابتدائی تعلق بھی مذہب کے ساتھ تھا مگر چونکہ ناٹک عیسائی مذہب یا اسکی عبادت کا کبھی جزو نہیں رہا اسلیئے یہ تعلق بہت جلد جاتا رہا ۔ اسکے ماسوا ازمنۂ وسطے (اور زمانہ حال) کا ناٹک محض نظموں کی ہی کشادہ صورت نہیں ہے بلکہ زندگی کے حرکات اور اعمال کی چلتی پھرتی تصویر ہے اسلیئے زمانہ حال کا ناٹک حقیقی زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پیش کرتا ہے ۔ اور چونکہ ایکٹروں کی تعداد محدود نہیں اسلیئے بہ نسبت یونانی ناٹک کے اسمیں پلاٹ نہایت آسانی سے قائم کیا جاسکتا ہے اور اس پلاٹ کو بسہولت تمام سمجھایا جاسکتا ہے + مثلاً تاسو اور الفی گینیا میں بھی جنکا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ؟ اسکے بعد یونانی ڈرامے کی لمبی تقریریں اور لامتناہی مباحثے میں بہ آسانی تمام سمجھ سکتا ہوں اسلیئے کہ موجودہ اطالویوں سے زیادہ ایتھنز کے خطیبوں کی تقریریں سننے اور ان پر رائے قائم کرنے کے اہل تھے اور انھیں بحد انتہائے تماشہ میں جہاں وہ اپنا اکثر عزیز وقت گذارتے تھے بہت حظ حاصل ہوتا تھا ۔ ایک اور امر ہے جو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مصنوعی چہروں اور ایسی پاپوشوں سے جیسے پنڈلیاں تک ڈھک جاتی ہوں باریک ترین جذبات اور طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا کامل اظہار مشکل سے ہوسکتا ہے +

گیوٹے بعض مرتبہ بیک وقت پانچ پانچ ایکٹر ایک ہی منظر کے دوران میں اسٹیج پر بلا لیتا ہے ۔ یونانی فن ناٹک نویسی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایسی صورت حال سے گریز کیا جائے، اور گو اسمیں مصنف کو حال کے ناٹک نویسوں سے زیادہ ہوشیاری اور طباعی کرنا پڑتی تھی مگر یہ ناٹک حالات اور واقعات کا آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اٹیکائی اسٹیج زیادہ چوڑی چکلی نہ ہوتی تھی اور اسپر تین چار ایکٹروں سے زیادہ ایک ہی وقت میں نہیں آسکتے تھے اور یہ ایکٹر ہمیشہ حاضرین کے سامنے رہتے تھے اور وزن دار مکالموں سے انھیں محظوظ کرتے رہتے تھے ۔ اسکے برعکس آجکل کے ناٹکالیہ کا اسٹیج خوب وسیع اور کشادہ ہوتا ہے اور اسپر بعض مرتبہ ایکٹروں کا ایک انبوہ عظیم جمع ہو جاتا ہے ۔ کبھی ایک دو ایکٹر علیحدہ ہوکر گفتگو کرتے ہیں کبھی اسٹیج ہی پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ ایکٹر باقی ایکٹروں سے ایسے ہی مل جاتے ہیں جیسے واقعی زندگی میں ۔ اگر یونانی اسٹیج کی فن پیکر بندی سے مشابہت دیجا سکتی ہے تو آجکل کے ناٹک کا حالت بالکل فن مصوری کی سی ہے اور جب موجودہ ناٹک کو زندگی کی ایک تصویر قرار دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سنگتیا نہ صرف بیکار محض ہو جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو کھیل میں اسقدر حارج ہو جاتا ہے کہ اسے ناٹک میں شامل ہی نہیں کیا جاتا ۔ ہمارے ناٹک کی طرح قدیم ناٹک میں بھی اخلاق کا پہلو تھا مگر ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ قدما کا اخلاقی معیار ہمارے اخلاقی معیار سے بالکل جدا تھا اور بہت سے ایسے نادر اور نفیس جذبات ہیں جو ہمیں فطری معلوم ہوتے ہیں مگر قدما ان سے ناواقف محض تھے اسی طرح سوفوکلیس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے ہمارے کان مطلق ناآشنا ہیں ۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ زمانہ مابعد کے مصنفوں نے بہت سے فقرے اضافہ کر دیئے ہوں مگر یہ اضافہ بھی قدیم زمانے میں کیا گیا ہوگا اور اسمیں قریب قریب اُن ہی جذبات کا اظہار کیا گیا ہوگا جن سے خود صاحب کتاب واقف تھا ۔ ایک اور امر یہاں قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض مرتبہ شعرا اسٹیج پر ذو معنی الفاظ کی بھرمار
کر دیتے ہیں اسکے دو اسباب ہیں اول تو یونانی عموماً اور ایتھنزی خصوصاً اس قسم ۲۸۰
کی لفاظی پسند کرتے تھے اور دوسرے پانچویں صدی ق م کا زمانہ وہ زمانہ ہے

جب فن بلاغت کو بہت ترقی ہو رہی تھی اور اسکی ہر دلعزیزی کی وجہ سے اسٹیج کی لفاظی کو بھی بہت تقویت پہنچی در اصل قصہ یہ تھا کہ یونانی محض زندگی کی متحرک تصاویر دیکھنے ہی کے آرزومند نہ تھے بلکہ اسکے خواہشمند تھے کہ ایکٹروں کی زبان سے طول طویل تقریریں سنیں اور جو کچھ انسان کے دماغ میں گزرتا ہے اسکی آواز انکے کانوں میں گونجے۔ یونانی اسٹیج کے مکالموں کا مقصد یہ نہ تھا کہ زندگی کی تصویریں اتاری جائیں بلکہ سنگتی دو ہوں اور طویل تذکروں اور بیانوں کی طرح وہ بھی گویا لفظی صنعت کا ایک امتحان ہی تھا۔

یونانی درد یہ نویسوں میں صرف تین بڑے درد یہ نویس ایسے ہیں جنکی تصانیف سے ہم واقف ہیں۔ ان میں سے دو کا بیان تو کر دیا گیا ہے تیسرے یعنی یوری پدیس کا ذکر آئندہ دور میں آئیگا۔ بعض مصنف ایسے بھی ہیں جنکی تصانیف تلف ہو گئی ہیں۔ مثلاً خیوس کا ایون اپنے زمانے میں اپنی قسم کی نظموں کیلیے مشہور تھا اور اگاتھون کا زمانہ موجودہ دور سے بعد کا زمانہ ہے اور اسکی شہرت کا دارمدار صرف یہ ہے کہ اسکا بیان افلاطون نے اپنے سمپوزیون میں کیا ہے۔

جہانتک ہمیں علم ہے چوتھی صدی ق م سے پیشتر تھیٹر اور اورکیسترا یعنی ناچ گھر میں کسی قسم کا فرق نہ تھا اور ابتدائی یا ضابطہ تماشہ گاہیں جنکے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اس صدی کے دوسرے حصے میں تعمیر ہوئی تھیں[۱۲۱]۔

گو ایتھنز کا تیسرا نامور درد یہ نویس یوری پدیس سوفوکلیس کے بعد پیدا ہوا تھا مگر اسکا انتقال سوفوکلیس سے پیشتر ہی ہو گیا۔ اسکا بیان در اصل اسلیئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اسکی تصانیف کی خصوصیات بالکل مختلف ہیں اور در اصل وہ ایک اور تہذیب کا نام لیوا ہے جسکا اثر یونان پر عموماً اور ایتھنز پر خصوصاً پانچویں صدی ق م

[۱۲۱] تماشہ گاہوں اور ناٹکیوں کے لیئے کاویراؤ کا مضمون (ہومیٹر صفحہ ۱۷۳) اور امیولر کی کتاب "تاریخ تماشہ گاہ یونان" (فریبرگ ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے۔ یونانی تماشہ گاہ کی ساخت کے مسئلہ پر آخر ترین تحقیقات سے ایک خاص روشنی پڑتی ہے۔

۔۔۔۔کے آخری میں سال میں پڑا اور جسکا ذکر بعد میں کیا جائیگا + مگر در اصل اس نئی تحریک کی ابتدا ان ذہنی رجحانات میں تلاش کرنی چاہیئے جنکی اصل ایشیائے کوچک میں تھی ۲۸۱
اور اس سے ایتھنز ایک حد تک فارقلیس کے دور میں ہی متاثر ہوچکا تھا + اب بھی ایونیائی بلدیات ایتھنز ہی بحری لیگ میں سب سے سرسبز اور مالدار شمار کیئے جاتے تھے اور اب بھی ان شہروں میں بڑے بڑے صناع اور علما پیدا ہوتے تھے ۔ مگر یہ صناع و علما اپنے وطن میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے ایسے ہی ایتھنز انھیں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور وہ اپنے ساتھ ایونیائی تہذیب و شائستگی کا بیج لے آتے تھے۔ مگر ان ایونیائی تخیلات میں ایک ذاتی عنصر بھی تھا جو پرانے خیال کے ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہ تھا اسی لیئے ایونیائی اصولوں کو جنھیں ایونیائی علما و فضلا رواج دینا چاہتے تھے ایتھنزیوں نے خوش آمدید نہیں کہا ۔

ایونیائی فلسفیوں نے اسوقت تک محض کائنات کا عنصر اولیں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی ۔ مگر اب اس میدان میں مطلق گنجائش نہیں رہی تھی ۔ بہرحال یہ ممکن تھا کہ تحقیقات کی روش تبدیل کردی جائے اور بجائے مادے کو اس قدر اہمیت دینے کے اس قوت کی جستجو کی جائے جو مادے کو متحرک کرکے اس میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے + اس طریق تجسس کا موجد انکساغورس ساکن کلازومینائے تھا +[۱۵] اسکے نزدیک (ہر شئے کی اصل) ایک عنصر اولیں تھا جسمیں عناصر متبائنہ کی بے ترتیب آمیزش تھی ۔ اس آمیزش میں ترتیب اور تہذیب ایک اور حی و ذی شعور وجود نے پیدا کی جسے وہ نوئس (”عقل“) کہتا ہے ۔۔ اسکا

۱۵؎ انکساغورس کے واقعات کے لیئے آخرترین تحقیقات کا ملخص بوسولٹ ۲، ۳۰۶ میں دیکھنا چاہیئے + کرتیس کا خیال ہے کہ (۲، ۶، ۸۳۳) کہ یہ فلسفی ۴۸۰ق م میں ہی ایتھنز آگیا تھا مگر یہ قابل یقین نہیں اسلیئے کہ امیر جنگ پیلوپونیز سے ذرا پہلے ہی فارقلیس کی دوستی کا الزام عائد کیا گیا تھا + اسکے برعکس بوسولٹ کا خیال زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ انکساغورس ۴۶۲ق م سے ۴۳۲ق م تک ایتھنز میں رہا +

قول ہے کہ مادّے میں ابتدا سے ایک مستدیر حرکت کی قابلیت ہے اور لوئس اس
حرکت کو کام میں لاکر مادّے میں تہذیب و ترتیب پیدا کرتا ہے اور یہ حرکت امتداد
زمانہ سے برابر بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ عمل انفصال و افتراق سے مختلف اجسام
پیدا ہو جاتے ہیں اور کائنات کی یہ تنظیم ابد تک جاری رہتی ہے + اپنے
وطن سے انکساغورس ایتھنز پہنچا اور نہ صرف فارقلیس سے دوستی پیدا کی
بلکہ ایتھنز کے دیگر نامور شہریوں مثلاً یوریپدیس اور طوسی دیدش پر بھی گہرا اثر
ڈالا + مگر ایتھنزیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی خصوصیات اور مذہبی رنگ قائم رکھنے
کا خاص انتظام رکھتے تھے اور جب ان امور کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا
تو وہ خود فارقلیس کا کہنا بھی نہیں مانتے تھے انکساغورس کو اس اصول کا
علم اپنے تلخ ذاتی تجربے کے بعد ہوا اور اس پر الحاد کا الزام لگایا گیا اور فارقلیس کی
وفات سے پیشتر ہی اسے ایتھنز چھوڑ دینا پڑا + سیاسی اور فرقی سازشیں بھی
فارقلیس کی کمزوری کا اصل باعث تھیں بہت سے ایتھنزی تو فارقلیس کے
تدبّر کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی شخص کا فارقلیس کا دوست یا زیر حفاظت ہونا
ہی انہیں نفرت کے جذبات بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔ بعض ایسے تھے جو اس کی ۲۸۲
سیاسی تدبیروں کے تو مداح تھے مگر اسکا غیر ملکی فلسفیانہ ماحول انھیں بالکل پسند نہ
تھا۔ غرضیکہ فارقلیس کے دو قسم کے مخالف تھے جنکا ایتھنز میں بہت اقتدار تھا
مگر ان کی اہمیت اس لیئے کم تھی کہ انہیں آپس میں اتفاق نہ تھا۔ اور جب
کبھی وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور فارقلیس اور اسکے دوستوں کو کسی نہ کسی
خطرے کا سامنا کرنا پڑتا + بہرحال فارقلیس کو اسلیئے بہت نقصان پہنچا کہ ایتھنزیوں
میں سے بہت سے افراد ایونیائی تہذیب سے نفرت کرتے تھے اور فلسفے کو
اسلیئے ضرر پہنچا کہ بہت سے ایتھنزی فلسفے کے اس سرپرست سے متنفر تھے
جو ایتھنز پر حکومت کر رہا تھا +

ایونیائی تہذیب کو فارقلیس کی داشتہ اسپازیہ سے جو شہر ملطہ کی باشندہ تھی بہت
فائدہ پہنچا + [16] اسپازیہ اپنے فہم و دانش اور اپنے حسن دونوں کیوجہ سے مشہور آفاق تھی

---

[16] اشمڈٹ نے اپنی کتاب "دور فارقلیس" (۱۸۷۶ء) میں اسپازیہ کی زندگی کے

اور فن بلاغت میں ید طولی رکھتی تھی مکالمہ مینیکسینوس میں سقراط یہ لکھتا ہے کہ
اسنے اسپازیہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا۔ بلکہ ایتھنز میں تو یہ مشہور رہا تھا کہ جو کچھ روانی
اور کمال خود فارقلیس کو فصاحت و بلاغت میں حاصل ہوا ہے وہ سب اسی
اسپازیہ کی بدولت ہے۔ مگر بلاشبہ اس میں نہ صرف مبالغہ آمیزی معلوم
ہوئی بلکہ طعن کا پہلو بھی ہے۔ ایک اور صفت اسپازیہ کو ممتاز کرتی تھی اور
وہ امور خانہ داری میں مہارت رہی تھی اور جب زینوفون اس مسئلے پر بحث کرتا
ہے کہ نو عمر لڑکیوں کو امور خانہ داری کیونکر سکھانا چاہیئے تو وہ اسپازیہ کا ہی
قول نقل کرتا ہے + وہ ان تمام صفات سے ملو تھی اور یقیناً اس رتبے کے
شایاں تھی جو ایتھنز میں اسکو میسر ہوا تھا اور وہ فارقلیس کے گھر اور اس دائرے کا
مرکز تھی جسکا زیور صناع اور علماء و فضلا تھے اور جیسے انکساغورس اور ایلیاٹی
زینو، پروتاغورث اور سقراط مورخ جیسے ہیروڈوٹس اور غالباً طوسی دیدس
شاعر جیسے سوفوکلیس اور صناع جیسے فدیاس، اکتی نوس، کالیکراتیس
اور منے سکلیس مہذب و شائستہ اشخاص جیسے ہپوداموس (جسکا عنقریب
ذکر کیا جائیگا) اور موسیقی داں دامون جسے نہ صرف موسیقی میں کمال تھا بلکہ سیاسیات
میں اسقدر پیش پیش رہتا تھا کہ اسے بعضوں نے تو خود فارقلیس کا سیاسی استاد بتایا
ہے [۱] اور لامپون جیسے پیش بین تھے + ایسے دائرے کا مرکز بن کر اسپازیہ نے ۲۸۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تقریباً ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے + اور وہ (ص ۲۸۸ تا ص ۲۹۷) یہ ثابت
کرتا ہے کہ اسپر جتنے الزام لگائے گئے تھے وہ سب اسکے ہمعصروں کے گھڑے ہوئے
تھے اور امتداد زمانہ سے یہ سب الزام مدون ہوتے گئے +

[۱] دامون کیلیئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ اور پلوٹارک "فارقلیس" ۴، ۹ (جس میں لفظ
"دامونیدیس" استعمال کیا گیا ہے + پلوٹارک کی "حیات ارسطیدش" و "حیات نکیاس" سے
معلوم ہوتا ہے کہ دامون بالآخر جلاوطن کر دیا گیا + ڈنکر نے جو محض اپنے تخیل کی بنا پر
تاریخ کا گویا ضمیمہ ترتیب دیا ہے اسمیں دامون ایک ممتاز جزو ہے + فارقلیس اور
فلسفیوں کیلیئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ دیکھنا چاہیئے +

ان عقیدت مندوں کا راستہ گویا صاف کر دیا جو ایتھنز میں آزاد نشو و نما کے حامی تھے + یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسپازیہ سیاسی معاملات میں بھی اپنے ساتھی کی مشیر تھی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ ملطہ کا ساتھ دینے کیلئے اسپازیہ کو فارقلیس کو ابھارنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر ساموس کی مہم کی اسپازیہ نے یقیناً مخالفت نہ کی ہوگی بلکہ حمایت ہی کی ہوگی + بلاشبہ قدما کی رائے ہے کہ اسپازیہ نے فارقلیس پر بیجا سیاسی اثر ڈالا مگر اسکا کوئی کافی و شافی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الزام ان الزامات کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسپازیہ کے چال چلن پر لگائے گئے + اصل یہ ہے کہ عوام کے لیئے یہ بالکل کافی تھا کہ اسپازیہ خوبصورت اور ہوشیار تھی اور ایتھنز کے سب سے ممتاز سیاسی کی ہمنشین تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ غیر ملکی تھی پہلے تو سری شعرا نے اسپر الزام تھوپنے شروع کیئے۔ اسکے بعد قدیم علما آئے۔ اور آجکل کے طالب علم کے دل میں جسقدر رنگ مطبوعات پیدا کیئے ہے اس سے زیادہ لگاؤ قدما کو تحریروں سے تھا اور جو کچھ انھیں ملا فوراً ضبط تحریر میں لے آئے اس وجہ سے یہ الزامات زبان زد ہو گئے۔ اب موجودہ زمانے میں مورخوں اور فضلا کی زمانۂ دراز تک یہ عادت رہی کہ جو کچھ انھوں نے لکھا دیکھا اسے جمع کر لیا غرض یہ ہے کہ خوبصورت ملطیہ کے چال چلن پر جو دھبہ تھا اسپر مہر سی لگ گئی۔ حال ہی میں بعض مورخوں نے کوشش کی ہے کہ جس اعلیٰ پایہ سے اسے ان الزامات کی وجہ سے اترنا پڑا اسکا دوبارہ اندازہ کیا جائے اور جب مورخوں نے بہت سے دوسروں کو بھی مختلف قسم کے الزامات سے بری کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ تو اسکی ان سب سے زیادہ مستحق ہے + اسمیں شبہ نہیں کہ اسکا تردید الزامات میں بہیں حد سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے اسلیئے کہ اسپازیہ کو قدیم زمانے کی خوش اخلاق نیک شعار رومن بڑھیا کا رتبہ کبھی نہیں مل سکتا۔ قدیم یونانی طرز معاشرت اور تمدن نہ صرف زمانۂ حال کے طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا بلکہ رومن زندگی سے بالکل متغائر تھا اور اگر فارقلیس کا تعلق ایک خوبصورت غیر ملکی عورت سے ہو گیا تھا جو یونان کے مدینۃ الحکما کے عالم ترین اور متبحر ترین اشخاص سے

ملاکرتی تھی تو ممکن ہے کہ اسکے کانوں تک ایسے امور بھی پہنچتے ہوں جنھیں ہم آجکل کے زمانے میں پسند نہ کریں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالنا چاہیئے کہ اسپازیہ آرام طلبی میں عیش سے گریز کر جاتی تھی + جب موجودہ زمانے کے لکھے ہوئے تذکروں سے صحیح واقعات اخذ کرنے میں اسقدر دشواری ہوتی ہے تو پانچویں صدی ق م ۲۸۴
کی یونانی سوانح عمریوں میں اصلیت کی تہ کو پہنچنا کس طرح ممکن ہے +

الیونیا ہی میں ہیپوداموس ملطی پیدا ہوا جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے۔ ہیپوداموس کی طبیعت بدعت آفریں تھی - وہ نہ صرف میر عمارت تھا بلکہ فلسفے میں بھی کمال حاصل تھا اور اسنے ذہنی علوم کے بہت سے شعبوں میں نام پیدا کیا [۱۸] اسکی شہرت کا اصل سبب یہ تھا کہ اسنے پرائیوس، تھوری اور رو ڈس کے شہروں کے نقشے تیار کیئے اور متعدد نئے شہروں کو علم ہندسہ کے مطابق ایک نہایت باقاعدہ اصول کے ماتحت تعمیر کیا + دیوڈوروس کا بیان ہے کہ روڈس سنہ ۴۰۸ ق م میں اور تھوری سنہ ۴۴۶ ق م میں بنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہیپوداموس کی عملی زندگی نہایت طولانی تھی - اسکے بنائے ہوئے شہروں میں بہت سی سڑکیں ایک دوسری کو زاویہ قائمہ پر عبور کرتی تھیں اور شہر کے متعدد مستطیل حصے بن جاتے تھے مگر اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ طریقہ ہیپوداموس کا ایجاد کردہ نہ تھا سالینوس کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی ساخت میں بھی یہ ہی اصول مدنظر رکھا گیا تھا اور اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ اس کی دو مرکزی سڑکیں ایک دوسری کو زاویہ قائمہ پر

---

[۱۸] ابوسولیٹ ۲، ۵۶۶ - ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" (۲، ۵، ۲) میں ہیپوداموس کا قول نقل کرتا ہے کہ شہر میں دس ہزار اشخاص آباد ہوں + ہرمان: "ہیپوداموس ملطی" ماربرگ سنہ ۱۸۴۱ء م۔ ارڈمان: "ہیپوداموس ساکن ملطہ" + اسکے فلسفے اور شہروں کی ساخت کے درمیان یہ تعلق ممکن ہے کہ تھوری کے مکانوں کے بیس مستطیل مجموعوں میں ۱۰۰۰۰ نفوس اور شہر کے دس قبیلون (قبیلوں) میں ایک ایک ہزار نفوس ہوں +

کاٹی تھیں ۔ اور یہی اصول نیپلس (کمپانیہ) میں بڑے پیمانے پر کیا گیا ۔ اصل یہ ہے کہ بعض دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح یہاں بھی مشرقی اثر کا پتہ چلتا ہے اسلیئے کہ بابل اور دیگر مشرقی بلدیات کی تعمیر اسی مستطیل قاعدے کے مطابق ہوتی تھی اور اس طرز تعمیر کے مطالعے کا مرکز ملطہ ہی تھا ۔ غرض یہ کہ پانچویں صدی ق م سے پیشتر ہی مختلف بلدیات اسی طرز پر تعمیر کیئے جاتے تھے اور ہیپوداموس کو صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اس طریقے کو چند نہایت اہم بلدیات کی تعمیر میں رواج دینے کا موقع مل گیا اور اسکے فلسفے اور تصانیف سے اسکا نام اور بھی مشہور ہو گیا ۔ لطف یہ ہے کہ ہیپوداموس کا خیال تھا ان علوم ہی میں ریاضی کی سی صحت اور پابندی کی ضرورت ہے ۔ مثلاً اسکا عقیدہ تھا کہ شہر کے باشندوں یا شہریوں کی تعداد دس ہزار ہونی چاہیئے اور اسے تین طبقوں میں تقسیم کیا جائے یعنی کاشتکاروں کا طبقہ سپاہیوں کا طبقہ اور کاریگروں کا طبقہ اسی طرح اراضی کے بھی تین ہی حصے ہوں ایک مذہب کے لیئے وقف ہو دوسرا ریاست کی ملک ہو تاکہ اس سے سپاہی متمتع ہو سکیں اور تیسرے کے مالک کاشتکار ہوں ۔ کاریگروں کے لیئے کسی حصے کو مختص نہیں کیا گیا اور وہ بہر حال ۲۸۵
مذہبی پجاریوں کے دست نگر رہتے ۔ ہیپوداموس اپنے خیالات کو کبھی عمل میں نہ لا سکا ۔

ایونیہ سے تو انکساغورس، ایون، ہیپوداموس اور اسپازیہ ایتھنز آئے مگر ہالی کارناسوس ہی کو (جو در اصل دوریائی تھا مگر جسمیں ایونیائی تہذیب سرایت کر گئی تھی) یہ فخر حاصل ہے کہ اسمیں اپنے زمانے کا سب سے بڑا مورخ ہیروڈوٹس پیدا ہوا ۔[19]

---

[19] ہیروڈوٹس کے حالات کیلیئے مفصلۂ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے :-
وائڈمان : کلیات ہیروڈوٹس " (اشٹائن کی تمہید خاص طور پر قابل مطالعہ ہے)
کرائسٹ :- " تاریخ ادبیات یونان " ۲ ، ۳۶۰ تا ۳۹۳ ۔
کرسٹ :- صہ ۵۲۱ تا صہ ۵۲۹ ۔
بوسولٹ : " تاریخ یونان " ۲ ، ۸۹ تا ۱۰۳ ۔

ہیروڈوٹس سنہ ۴۸۹ قبل مسیح اور سنہ ۴۸۰ قبل مسیح کے درمیان پیدا ہوا جب نہ صرف ہالی کار ناسوس بلکہ کوس، انسی روڈس اور کالیدنا پر وہی ارتے میزیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال ہے کہ خود وہ مصنف جو ہیروڈوٹس کی تصانیف کے شائق ہیں اسکے ساتھ پوری طور پر انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً انشٹائن کہتا ہے کہ "مصنوعات اور واقعات کے انتخاب۔ مختلف واقعات کی تاریخ کا تعین اور انکی ماہیت کو سمجھنے کے اصول نہ تو قابل اطمینان ہیں اور نہ اسمیں یکسانی پائی جاتی ہے"۔ نہیں معلوم وہ کونسے واقعات اور کن اشخاص کی خصوصیات ہیں جنھیں ہیروڈوٹس سمجھنے سے قاصر ہے اور تاریخ کے وہ کون سے اجزا ہیں جن کی تاریخ اور تسلسل واقعات کے تعین اشکال کے باوجود طوسی دیدش لاثانی مرتبہ رکھتا ہے۔ انشٹائن کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس بھی اپنے پیشروؤں کی طرح "تاریخی مواد کے انتخاب بلکہ استعمال میں بھی" قابل اطمینان نہیں ہے۔ مگر جب ان "پیشروؤں" کی تصانیف ہی موجود نہیں تو پھر انکا مقابلہ ہیروڈوٹس سے کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

طوسی دیدش کا مشہور قول کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ اسے کوئی وقتی انعام مل جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے نام آوری کا خواہاں تھا، در اصل ہیروڈوٹس پر ایک حملہ تھا۔ اور آگے چلکر ہم دیکھینگے کہ طوسی دیدش کا فخر کرنا کہ اسکی تصانیف برتر و ارفع ہیں حق بجانب نہ تھا۔ اور اس قول کی صرف یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اسکی تصانیف محض دل خوش کن ناٹک کا تماشہ نہ تھیں بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک وقتی ضرورت پوری کیجائے اور ان ممالک کی بابت معلومات بہم پہنچائی جائیں جنسے ایتھنز کو تعلق تھا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ ہیروڈوٹس تو ایک غیر ملکی تھا جسکی ایتھنز میں قدر کیجاتی تھی اور طوسی دیدش ایک ایتھنزی تھا جسے دیس نکالا دیدیا گیا تھا اور یہ فرق طوسی دیدش کیلئے نہایت دلخراش تھا۔ یونانی ہیروڈوٹس کی ویسی ہی قدر کرتے تھے جیسی وینس کے باشندے اپنے سفرا کی کرتے تھے اور ہمارے لئے دونوں کی تحریرات کی ایک ہی قدر و قیمت ہے وینس اور ہیروڈوٹس دونوں انہی امور کی اطلاع دیسکتے تھے جو انکے نامہ نگاران سے بیان کرتے تھے اور جیسے قابل ترین وینسی سفرا سے بھی غلطیاں سرزد ہو جاتی تھیں اور جو اوسط درجے کے سفرا تھے وہ غیر شعوری طور پر دھوکہ بھی دیسکتے تھے ایسے ہی ہیروڈوٹس کا بھی حال تھا۔

زیر سیادت ایران حکمران تھی جسنے جنگ سالامس کے موقع پر اپنے جوہر اور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا ایک رشتہ دار پنیاسس نامی تھا جسنے رزمیہ نظموں کا احیار کیا اور اسکی نظمیں لوگوں کو اسقدر پسند آئیں کہ بعض تو اسے خود ہومر کا ہم پلہ بتاتے تھے۔ ہیروڈوٹس اور پنیاسس میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اپنے دوست کا بہت زبردست اثر پڑا۔ مثلاً ہیروڈوٹس تو ہمیشہ قدیم مذہب کا راگ گایا کرتا ہے اور پنیاسس کا تو لقب ہی "معبر علامات" تھا۔ اگر پنیاسس نے ہرقل کی فتوحات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا تو ہیروڈوٹس بھی مختلف اقوام انکے مذاہب اور رسوم کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بچپن ہی کا زمانہ یونانیوں کی عظیم الشان فتوحات کا زمانہ ہے اور ان کا اسکے دماغ پر نہایت زبردست اثر پڑا جو مرتے دم تک نہ مٹ سکا۔ جب ہالی کارناسوس نے ایرانی جوا اپنے کندھوں پر برقرار رکھنا مناسب سمجھا اور زمانہ دراز تک ارٹیمیزیا کی اولاد وہاں حکمران رہی تو پنیاسس اور ہیروڈوٹس دونوں وہاں سے ساموس بھاگ گئے اور ساموس سے ہی اپنے شہر کو آزاد کرانے کے منصوبے گانٹھنے لگے بلکہ ان ہی کوششوں میں پنیاسس کا کام تمام ہو گیا۔ پنیاسس کے مرنے کے بعد ہیروڈوٹس نے شہر کے خود سر لیگدامِوس کو نکال دیا مگر چونکہ اس میں الیونیائیوں کا تجسس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیئے وہ بہت زیادہ عرصے تک وطن میں نہ رہا بلکہ سیر و سیاحت کیلیئے نکل گیا گو ایتھنز اسے نہایت پسند تھا مگر وہ اسے بھی چھوڑ کر تھوریؔ چلا گیا اور ایتھنز کی سیراکیوزی ۲۸۶
لڑائی سے پیشتر ہی اسکا انتقال ہو گیا خود اسکی تصانیف میں اسنے لکھا ہے کہ اسنے ایشیا میں اشور، افریقہ میں مصر و سرنہ اور یورپ میں پونٹوس تک کی سیاحت کی مگر اسکے "یونان عظمے" (اطالیہ) اور سسلی جانے کا ثبوت محض "اندرونی شہادت" سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ اسکی عظیم الشان تاریخ اسکی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ اسکے عقائد، اسکے مطالعے اور ذاتی تحقیقات کے نتائج سے ملو ہے۔ گو اس کا اکثر حصہ جنگ پیلوپونیز سے بیشتر ہی کا لکھا ہوا ہے مگر اسکی تکمیل کے بعد بھی ہیروڈوٹس اس میں برابر

اضافے کرتا رہا۔ اسلیئے اسمیں اس جنگ کے ابتدائی واقعات کا بھی ذکر ہے۔
اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی کتاب اسکی زندگی میں ہی شائع ہوگئی ہو
مگر اسکی موت سے پہلے ہی ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیروڈوٹس کوئی کتاب
لکھ رہا ہے اور اس کتاب کا ایک خاص مقصد ہے۔ بلکہ خود مصنف ہی نے
اسکے چند اجزا یونانیوں کے سامنے پیش کیئے تھے مثلاً اولمپیہ کے چہار سالہ
میلے میں اسنے اپنی تاریخ کے چند حصے یونانیوں اور خاصکر ایتھنز یوں
کے سامنے پڑھکر سنائے اور ایتھنز یوں نے اسکے لیئے دس تالنت انعام
تجویز کیا۔ ان تمام امور کے باوجود بھی چونکہ اسے دور و دراز ممالک کی سیاحت
کا ذوق تھا اسلیئے اسکو کبھی ایتھنز میں مستقلانہ قیام کی خواہش نہ ہوئی۔
خاکے اور ترتیب مضامین، خیالات اور طرز تحریر سب میں ہیروڈوٹس
کی تاریخ اپنی قسم کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور اسمیں نفس مضمون
اور خارجی شکل کی یکسانی، بیکار پیچیدگیوں اور نامناسب اختصار سے گریز
غرض فنی تصانیف کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ جہانتک ہم کو معلوم ہے یہ کتاب ۲۸۷
ہیروڈوٹس کے پیشرو واقعہ نگاروں اور اسکے بعد کے قدیم مورخوں دونوں
کی تصانیف سے ممتاز ہے اور اسمیں اور طوسی دیدش کی تصنیف میں
تقریباً ہر تفصیل میں فرق ہے۔ اسکے ابتدا میں ہی ہیروڈوٹس کتاب کا
نام ہستوری ایس ایودی اس یعنی "تحقیق واقعات" تجویز کرتا ہے۔
اور اسی زمانے سے یونانی لفظ "ہسٹوریا" (یعنی تحقیقات) فن تاریخ پر دلالت
کرنے لگا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہیروڈوٹس نے دائرہ زندگی اور دائرہ
عمل کی ہر چیز کی تحقیقات کی جسکا تعلق صنف انسانی سے ہو اور ہر مادی شئے
کی اصلیت کا راز دریافت کرنے کی کوشش کی اور چونکہ اسے ایسے مضامین
(جیسے مسئلہ مبدء کائنات) سے مطلق رغبت نہ تھی جنھوں نے ایونیائی
فلسفیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اسلیئے ان سے قطعی کنارہ کشی اختیار کر لی۔
ماسوا ان مسائل کے اسکی نظر میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی پایہ ہے۔
اسکی کتاب میں تاریخی بیان اور جغرافی حالات دونوں موجود ہیں اور نفس مضمون کا

تقاضا بھی یہی ہے اسلیئے کہ اسمیں جغرافی اور تاریخی معلومات، یورپ اور ایشیا، یونانی وغیر یونانی اقوام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ تضاد زرکشیز اور داریوش کے معرکوں سے نہایت بدیہی طرز سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ واقعات تھے جنکے بیان کرنے کیلئے ہیرو ڈوٹس نے قلم اٹھایا۔ مگر یہ تنازعات بیان کرنے کیلئے اسنے اپنے مقصد کو زیادہ وسعت دی اور ابتدائی واقعات سے قصہ شروع کیا۔ اسنے اپنی کتاب آیندہ نسلوں یا صنف انسانی کے فائدے کیلئے نہیں لکھی بلکہ اسکا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہمعصر یونانیوں کو مزید معلومات حاصل ہوں اور ہیرو ڈوٹس میں جو خصوصیت ہے یعنی غیر یونانیوں اور مشرقی ممالک کے حالات اور واقعات بیان کرنا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ اسکے ہمقوم ہمعصر مشرقی ممالک کی حالت سے واقف ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ یونانی خود اپنے عادات واطوار سے بخوبی واقف تھے اور ہیرو ڈوٹس کو اسکے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اسی لیئے جو کچھ حال یونانی طرز معاشرت کا اس تصنیف سے اخذ کیا جاسکتا ہے وہ صرف استدلال اور اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے جو مشرقی اور یونانی رسوم میں تھا۔

اس کتاب کی ترتیب عجیب وغریب ہے اور مصنف نے محض اعادۂ واقعات
۴۸۸ اور تذکرے کو نہایت صنعت کے ساتھ ایک دوسرے میں پرویا ہے وہ اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ انسان واقعات یا تذکرہ پڑھنے سے ہرگز نہیں تھکتا۔ ابتدا میں لدوی قوم نے ساحلی یونانی بلدیات کو فتح کیا تھا اسی لیئے ہیرو ڈوٹس انکا بیان اپنی کتاب کی ابتدا میں کرتا ہے اور لدوی تاریخ پر تبصرہ کرتا ہے اور چونکہ ایرانی لدویوں کو مغلوب کرلیتے ہیں اسلیئے تاریخ ایران بیان کی جاتی ہے۔ جب کبھی ایسے ملک کا بیان آتا ہے جسے ایرانیوں نے مغلوب کیا ہو اور جسکی خصوصیات بھی قابل لحاظ ہوں فوراً ہیرو ڈوٹس اس موقع کو غنیمت جانکر اسکی تاریخ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسکی کتاب کے پہلے مقالے میں بابل اور دوسرے میں مصر کا حال ہے اور تیسری جلد بھی تاریخ ہی کیلیئے وقف ہے اور اسمیں کیکاؤس اور

دروغ گو اسمرڈیس کا ذکر ہے اور دارا یوش کی تخت نشینی کے ذکر کے ساتھ سلطنتِ ایران کے صوبوں کی تقسیم بتائی گئی ہے + ایرانی محض ارض ایشیا پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ جزائر کی طرف پیشقدمی کرکے ساموس پر قبضہ کر لیتے ہیں + اب دارا یوش شمال اور مغرب کا رُخ کرتا ہے اور اسکیتیون کے خلاف ایک مہم تیار کرتا ہے جنکے رسوم و رواج اور ملک کے خصوصیات کا ہیروڈوٹس اپنی کتاب کے چوتھے مقالے میں ذکر کرتا ہے + دارا یوش کو تو اسکلتیہ سے بے نیل مرام واپس آنا پڑتا ہے مگر اسکے سپہ سالار تھریس کو فتح کر لیتے ہیں اور مقدونیہ اور سیرنہ کو مطیع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں + ہیروڈوٹس سیرنہ کا تو نہایت مفصّل ذکر کرتا ہے مگر مقدونیہ کا حال بالکل نہیں لکھتا اسلیئے کہ اسکے نزدیک مقدونوی قوم اور یونانیوں میں کوئی امتیاز نہ تھا اور جن لوگوں کے فائدے کیلیئے وہ لکھ رہا تھا انھیں مقدونویوں کے متعلق مکمّل معلومات حاصل تھیں + پانچویں اور چھٹے مقالے میں الیونیہ کی بغاوت کا ذکر ہے اور جب مصنّف ارسطاغورس کی اپیل کا حال لکھنے لگتا ہے اور اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلّقات پر بھی بحث کرتا ہے مگر صرف اسی قدر کہ اس زمانے کے سیاسیات پر روشنی پڑ سکے + اب ایرانی ارض یونان کو مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مہر نوش اپنی ابتدائی مہم میں ناکام ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ہیروڈوٹس اسپارٹی ویکارالوس
اور کلیومنیس کے باہمی تنازعات کا ذکر کرتا ہے ۔ اور داتیس اور ارتافرنہ ۲۸۹
کے حملوں کے بعد ماراتھون کے عظیم الشان معرکے کا حال لکھتا ہے + تختِ ایران پر زرکسیز جلوہ گر ہوتا ہے اور بنفس نفیس اس جلیل القدر مہم کا سامان کرتا ہے اس جنگ کا ذکر آخری مقالوں ہی تک کیا گیا ہے + بہت سے مورخوں کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے مگر ہم اس سے متفق نہیں ہیں محض الفاظ "ختم شد" کے ہونے سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے ۔ ہیروڈوٹس نے صرف زرکسیز کے حملوں تک کا حال بیان کیا ہے اسلیئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان کسی صلحنامے پر دستخط نہیں ہوئے اور اگر ماراتھون پر جنگ ختم نہیں ہوتی تو پھر اسکے بعد کوئی اور واقعہ

ایسا نہیں ملتا جسپر جنگ ختم ہوئی ہو۔ اگر ہیروڈوٹس اسکے بعد کے واقعات لکھتا تو یقیناً اسے یونانیوں کی جارحانہ کارروائی کا ذکر کرنا پڑتا جسکے حالات بالکل مختلف النوع ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جنگ ماراتھون پر کتاب ہی ختم ہوگئی۔

ہیروڈوٹس کی تاریخ کا ہومری نظموں سے عموماً اور اوڈیسی سے خصوصاً بطور ایک تصنیف کے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کتابوں میں اوّل تو ہمیں بحر و بر کی سیر کرائی جاتی ہے اور پھر ایک عظیم الشان جنگ کے بعد بدکردار حملہ آوروں کو مغلوب کیا جاتا ہے۔ تمسطاکلیس اور چالاک اوڈیسیوس دونوں قریب قریب ہم شکل ہیں اور اوڈیسیوس بھی یونانی خصوصیات کے ایک ممتاز رمخ کا کوئی برا قائم مقام نہیں۔ ہیروڈوٹس کی کتاب بھی سستوس کی فتح پر ہی ختم ہوتی ہے جہاں ایک مغرور ایرانی کو حسب حال سزا دیجاتی ہے۔

ابھی ہیروڈوٹس اور ایتھنز کے تعلقات کی بابت کچھ کہنا باقی ہے۔ چھٹے مقالے کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارقلیس کو نہایت قابل سمجھتا تھا۔ مگر یہ فرض کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ وہ عام طور پر الکمونیوں کو بھی پسند کرتا تھا جنکے روایتی جدامجد کو اسنے تاریخ میں ایک نہایت خراب حصّہ دیا ہے۔ جس قدر عام طور پر مورخوں کا خیال ہے وہ اس سے زیادہ غیر جانب دار تھا مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسنے ایتھنز کی بہت خدمت کی اور اس خدمت کا اب اعتراف نہیں کیا جاتا۔ کم از کم مفصلۂ ذیل واقعات کی اہمیت پیش نظر رکھنی چاہیئے:۔ ۲۹۰

اسمیں شبہ نہیں کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ ایتھنزیوں کی نظر میں نہایت اہم اور مفید مطلب ہوگی۔ یہ تاریخ سی سالہ صلحنامے کے بعد لکھی گئی تھی جو ۴۴۵ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہوا تھا اور ہمیں اسی دور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان یونانیوں کیلئے جنھیں ایرانیوں کی دشمنی کا احساس تھا ایتھنز گویا نقطۂ اجتماع تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں تو اسکے لیئے سب سے اہم مسئلہ خود اپنی حفاظت اور بچاؤ کا مسئلہ تھا مگر قبل اسکے کہ اس جنگ میں شدت کی صورت پیدا ہو ایتھنزی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے اور اسکے لیئے

یہ از بس ضروری تھا کہ مشرقی ممالک کے حالات اور اسکے باشندوں کی طرز معاشرت اور رسم و رواج کی معلومات انکو ہوجائے اور سلطنت ایران کی پیداوار اور طرز حکومت اور ادارات سے ایتھنز ہی خوب اچھی طرح سے واقف ہوجائیں، اس اہم کام کے پورا کرنے کیلئے ہیروڈوٹس سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہ تھا اور وہ ایتھنزیوں کو جملہ امور کے متعلق نہایت قابل اطمینان اطلاعیں بہم پہنچاتا ہے اور جن حصہ جات ایران سے ایتھنزیوں کو خاص لگاؤ تھا انکے مفصل حالات بیان کردیتا ہے۔ انھیں مصری امور سے بہت دلچسپی تھی بلکہ ہزاروں ایتھنزیوں نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کیمون کے انتقال کے بعد ایتھنزیوں نے مصری معاملات سے براہ راست کنارہ کشی اختیار کرلی تھی مگر ممکن تھا کہ انکی پالیسی پھر پلٹ جائے اور مصریوں کی طرز معاشرت کے متعلق جو اطلاع ہیروڈوٹس نے منضبط کی وہ یقیناً نہایت کار آمد تھی۔ مصر کے سوائے ایک اور خطہ شمال کی جانب تھا جہاں سے ایتھنز کو غلہ اور مچھلی آتی تھی اور ایتھنز ہی ہر طرح سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کیلئے ایسے خطے کے حالات معلوم کرنا خالی از دلچسپی و سودمندی نہ تھا اور اس مسئلے پر ہیروڈوٹس نہایت عمدگی سے روشنی ڈالتا ہے اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر پونٹوس کی یونانی نوآبادیوں کا بھی مفصل حال بتاتا اور انکی تاریخ اور عام خصوصیات کا ذکر کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ مگر وہ انکی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسلیئے کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا ۲۹۱
کہ جن امور سے یونانی کماحقہ واقف تھے انکا اعادہ کرے۔ دس تالنت کا جو انعام اسے دیا گیا تھا وہ اس تعریف و توصیف کا انعام نہ تھا جو اسنے ایتھنز اور ایتھنزیوں کی کی تھی۔ اسکے لیئے تو حسب معمول محض پتوں کا حلقہ کافی ہوتا۔ بلکہ دراصل یہ اس رقم کے معاوضے میں ایک تحفہ تھا جو ہیروڈوٹس نے ایتھنزیوں کی خاطر سیر و سیاحت میں خرچ کی ہوگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مقامات کو وہ محض ایتھنز کی خاطر گیا ہوگا اور ان امور کے سوا جنکا اسنے اپنی کتاب میں اعادہ کیا ہے اور بہت سی باتیں پھر ایسی ہونگی جنسے ایتھنزیوں کو خاص دلچسپی ہوگی اور بہت سے امور سے واقفیت حاصل ہوگئی ہوگی جنکے بیان کرنے کیلئے وہ ہی

خاص طور پر موزوں تھا اور جنکی ایتھنز یوں کیلئے خاص قدر و قیمت تھی + جب
رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اس درجہ مشکل تھا تو ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے
کہ ایتھنز نے اپنی سلطنت کے دور دراز اجزا کو کسطرح اپنے قابو میں رکھا اور اگر
کسی ایسے شخص کا پتہ مل جائے جس نے اس مشکل کام میں ایتھنز کی مدد کی ہو تو یقیناً
ہمیں اس سے بہت نفع ہوگا۔ غالباً فارقلیس کی ہی کوشش سے ایتھنز یوں نے
ہیروڈوٹس کو دس تالنت نذر کیئے اور انکی اور اس روپے کی نوعیت جو فارقلیس
بلاحساب دیئے ہوئے خرچ کیا کرتا تھا ہم شکل تھی +

ہیروڈوٹس نے غالباً اسوجہ سے ایتھنز میں آکر سکونت اختیار نہیں کی
کہ اسے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اسکے ساتھ ہی ممکن ہے کہ اسے یہ احساس ہوا ہو
کہ ایتھنز یوں کو تمدن ایونیہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں + ہم انکساغورس
کے انجام سے واقف ہیں اور خود حکیم بقراط نے بھی جسکا حال عنقریب بیان کیا ۲۹۲
جائیگا ایتھنز میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور دیمقراطیس نے جو اپنے زمانے کے مشہور
آفاق فلسفیوں میں سے تھا اور ہیروڈوٹس کی طرح سیر و سیاحت کا بھی شائق
تھا ایتھنز میں محض آمد و رفت ہی کافی سمجھی ہے[۲۰] +

۲۰؎ دیمقراطیس کے حالات کی جو آخری تحقیقات ہوئی ہے اسکا پوسولٹ (۲ ۱۸ ۳۰۰) میں
ملخص دیا ہوا ہے +

بہت سے مورخوں نے ممتاز یونانیوں کے مشرقی ممالک کی سیاحت کے حالات کو محض
استخراجی وجوہ سے مشکوک سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ مملکت ایران میں غیر ملکیوں کے ساتھ سختی
یا تشدد کا برتاؤ نہ ہوتا تھا اور جو یونانی چھٹی یا پانچویں صدی ق م میں بابل یا مصر جانا چاہتے
تھے انھیں کوئی امر مانع نہ تھا اور وہ شوق سے جا سکتے تھے۔ اور جب تاریخ یونان پڑھنے
سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یونانیوں میں تفتیش اور تحقیقات کا مادہ تھا تو پھر کوئی وجہ شک
و شبہ کی باقی ہی نہیں رہتی + اصل وجہ اس ظاہری شک و شبہ کی جو مورخوں کی تحریرات سے
یونانیوں کی سیاحتوں وغیرہ کی بابت ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوئی ہے کہ انکی یہ خواہش تھی
کہ اسکا شائبہ اظہار بھی ہو کہ یونانی فلسفہ مشرقی فلسفے کا کسی طرح بھی مرہون منت تھا۔ مگر اب

دیمقراطیس ساکن ابدیرا نہایت مرفہ الحال تھا اور اپنا روپیہ سیر و سیاحت میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسنے منجملہ دیگر ممالک کے ان ملکوں کی بھی سیر کی جہاں ہیروڈوٹس گیا تھا مثلاً وبابل گیا اور روایت ہے کہ اسنے مصر میں پانچ سال تک قیام کیا اور وہاںسے واپس آکر اسنے وطن مالوف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسے عام طور پر "حکیم ضاحک" کالقب دیاجاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام دنیوی اشیاء اور ان اشخاص سے جنسے وہ ملتا تھا افضل اور اعلیٰ تصور کرتا تھا۔ اپنے دوست لیوکیپس کی مدد سے جو غالباً اسکا استاد بھی تھا اسنے "نظریہ سالمات" دریافت کیا اور چونکہ ابدیرا تیوس کی نوآبادی تھی اسلیئے یہ نظریہ گویا ایونیہ کے فلسفہ طبیعی کی چوٹی کی دریافت تھی۔ اسکا ٹھیک پتہ نہیں لگ سکا کہ دیمقراطیس کو کس دور میں رکھا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی سنین میں زندہ تھا اور اس سے پیشتر ہی ایونیائی فلسفی ان عناصر اولین کی تحقیقات کر چکے تھے جو انکے نزدیک جملہ کائنات کا مبدء و منبع تھے اور اناکساغورس اس قوت پر بحث کر چکا تھا جسمیں ان عناصر کی ہیئت میں "تغیر و تبدل" کرنے کی قابلیت تھی۔ اب صرف ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ یہ عمل تغیر کیونکر ممکن ہے۔ دیمقراطیس اور لیوکیپس نے یہ جواب دیا کہ کائنات در اصل نہایت باریک اجزا یا سالمات سے مرکب ہے جنکا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا اور جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور فضائے محیط میں چکر لگاتے ہوئے اپنی باہمی مشابہت یا غیر مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے رہتے یا علٰحدہ ہوتے رہتے ہیں اور اکثر محض اتفاق کی ہی بدولت ہر منفرد شئے کے حدوث کا باعث ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مورخوں کے خیالات میں گونہ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ دیمقراطیس اور اسکے بھائی مسمی ہیروڈوٹس کا نام پانچویں صدی میں ابدیرا کے سکوں پر جہاں وہ حاکم تھا اور ٹمفوڈوروس کے سکوں پر کندہ ہے (طوبی دیدش ۲۹۲) [ہیڈ: تاریخ سکہ جات صفحہ ۲۲۱ وندل بانڈ (۱ میولر ۵، ۱۱ صفحہ ۲۰۰ وغیرہ)]

اور ان سالمات میں سے جو نفیس ترین ہیں انسے روح کی ترکیب ہوتی ہے اس نظریئے میں عنصر اوّلین یا کسی خاص مادّی یا ذہنی قوت فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور یہی وہ مشہور ہندسی نظریہ کائنات تھا جسکی چار دانگ عالم میں اشاعت ہوئی + ایک طرف تو دِمیقراطیس محض علم ہندسہ کے اصول پر حقیقت کائنات ۲۹۳
دریافت کرنے کا خواہشمند تھا اور دوسری جانب اسکی تصانیف کے اجزاء سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکو بھی اپنے فلسفے سے اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ اور ہم اسے اس خیال میں غرق دیکھتے ہیں کہ وہ علم جسکا دار و مدار محض حواس انسانی کے ادراک پر ہو ہمیشہ غیر مکمّل رہیگا اور لطف یہ ہے کہ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہترین خوشی وہ ہے جو خوبصورتی کے تخیل سے پیدا ہو + ظاہر ہے کہ ان مختلف نظریوں میں کسی قسم کا تطابق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں +

غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے اناکساغورس کو تو جلا وطن کر دیا، دِمیقراطیس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکا، زمانہ مابعد میں سقراط کو الحاد کے الزام پر سزائے موت دی اور ارسطاطالیس کو ایتھنز سے چلا جانا پڑا[1] + مستغیثوں نے جو الزامات اناکساغورس، سقراط اور ارسطاطالیس پر لگائے تھے وہ سب در اصل محض بہانہ سازی تھی اور انکا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں ان حکما سے چھٹکارا ملے + مگر ان مقدموں کا فیصلہ کرنے کا اختیار عموم ایتھنز ہی کو تھا اور وہ ان معاملات پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے تھے + دور شباب میں آزادانہ تحقیقات کے ارتقا کا جولانگاہ بننے کی ایتھنز کو قابلیت نہ تھی اور اس خصوصیت کا صرف فلسفی ہی شکار نہیں ہوئے جنمیں سے بعض غیر ملکی تھے اور جنکے ساتھ مراعات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ خود شعرا کی بھی جنمیں اکثر ایتھنز ہی کے باشندے تھے مخالفت کی گئی + اگر کوئی ہر دلعزیز شاعر بھی اپنی پرانی لکیر سے نکل آیا (جو

---

[1] ایتھنز کے ذہنی رجحان کی کمزوریوں کو شوارکس اپنی کتاب "عمومیت" (جلد ۱۔ لائپزگ ۱۸۹۳ء) میں خوب واضح کرتا ہے۔ مگر فارقلیس کے مفید منصوبوں پر کافی زور نہیں دیتا۔ اور اسکے لیئے پلوٹارک: فارقلیس (۳۵ و ۴ و ۳) دیکھنا چاہیئے +

محض توصیف، اعتدال اور کائنات کے جمالی تخیل تک محدود تھی تو لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ۔ اور اگر وہ خود رائے اور اپنی ذاتی قابلیت سے آگاہ بھی تھا تو اسکے لیئے ایتھنز کو خیرباد کہنا ہی مناسب تھا۔ ایس خیلوس اور یوریپدیس کے حالات بظاہر بالکل متضاد تھے مگر دونوں میں ایک خصوصیت تھی اور وہ یہ کہ دونوں اپنے خیالات تو دوسروں کے خیالات سے ممتاز سمجھتے تھے ۔ اور بالآخر دونوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا عزیز وطن چھوڑ دینا پڑا۔ فصاحت و بلاغت اور فنون لطیفہ یہی دو شعبے تھے جو ایتھنز میں پسند کیئے جاتے تھے ۔ ان میں سے فصاحت و بلاغت پر تو حملہ ہی ناممکن تھا اسلیئے کہ اس میں کمال حاصل کرنے کیلیئے ذہانت کی مطلق ضرورت نہ تھی ۔ اسکے برعکس حقیقی فنون لطیفہ کا دارومدار عقلیات پر تھا اور اگر اسکا کوئی ماہر ہر دلعزیز ہو تو اس پر حملہ کرنا خلاف امکان نہ تھا۔ کسی نے ایتھنزیوں
سے کہہ دیا کہ فدیاس نے اتھینا دیبی کی ڈھال پر اپنی تصویر کندہ کر کے مذہب ۲۹۴
کی بے حرمتی کی ہے تو وہ سب اسکے خلاف متفق الرائے ہو گئے ۔ اسی طرح انھیں الزامات کا یقین ہو گیا جو ارسطاطالیس پر لگائے گئے جب انکو معلوم ہوا کہ اسنے بجائے دیوتاؤں کے ایک قصیدہ کسی شخص فانی کی توصیف میں لکھا۔ یہ سب مظاہرے در اصل یونانیوں کا مذہب، حب وطن اور قدامت پسندی کا کرشمہ تھے جو انکی فطری خصوصیات سے تھیں ۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب میں کسی جدت یا بدعت کے روادار نہ تھے اور ہمیشہ اپنے کان ان الزاموں کی طرف لگائے بیٹھے رہتے تھے جنکا تعلق مذہب سے ہو۔

فارقلیس کو اپنے ہم وطنوں کی ان کمزوریوں کا خوب احساس تھا اور اسنے حتی المقدور انھیں ایک دوسرے راستے کی طرف مائل کرنا چاہا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کہ تمدن ایونیہ کو تقویت پہنچائی جائے کامیاب نہیں ہوا اور اسے معلوم ہو گیا کہ ایتھنزیوں میں جو قدامت پسندی کا احساس تھا اسکی بنیاد کس درجہ مستحکم تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس مشہور تقریر میں جو طوسی دیدس اسکی طرف منسوب کرتا ہے ان خیالات کے اظہار کیلیئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ مگر اس تقریر میں فارقلیس نے ایتھنزیوں کو وہ جامہ نہیں پہنایا جسمیں

وہ ملبوس تھے بلکہ وہ جامہ پہنایا ہے جسکا وہ خود خواہشمند تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز میں ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر واقعہ اسکے بالکل برعکس تھا اور ایتھنز یوں میں مطلق رواداری نہ تھی۔ اگر ایتھنز اور یونان ہم معنے ہوتے تو حکمت کا آزادانہ ارتقا بالکل ناممکن ہوجاتا۔ اور یہ یونان کیلئے عین خوش قسمتی تھی کہ وہاں بہت سی جمہوریتیں ایسی بھی تھیں جنمیں اہم معاملات پر نہایت آزادانہ رائے زنی ہوتی تھی اور خود ایتھنز کے حلیف بھی اسکے مذہبی اور سیاسی اصولوں کو اپنے لیئے قابل اتباع نہ سمجھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ اناکساغورس نے اپنی جلاوطنی کے بعد نہایت اطمینان سے بلاخوف مزاحمت لیمپساکوس میں بود و باش اختیار کرلی اور حکمت کے میدان میں ایتھنز کی جگہ یونانی تہذیب کے دوسرے مرکزوں نے لے لی۔

محض مادی نقطۂ نظر سے دور فارقلیس کے ایتھنزی شہری کی حیثیت نہایت ممتاز تھی اور فنون لطیفہ سے خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ شہر ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت کا دار الحکومت ہوگیا تھا۔ تھریس اسوقت تک قدیم تہذیب کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ہیلیسپونٹ ایسی بحری شاہراہ تھا جسمیں ہوکر دولتمند پونٹوس ۲۹۵
کا تجارتی مال و اسباب نکلتا تھا۔ ایونیہ بے شمار بلدیات سے بھرا ہوا تھا جن میں ملطہ اور افیسوس سب سے مشہور تھے۔ کاریہ کی تہذیب خصوصیت کے ساتھ اسلیئے ممتاز تھی کہ اسمیں یونانی اور غیر یونانی عنصر مخلوط تھا اور جزائر مقدس جزیرہ دیلوس کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے۔ غرض اس سلطنت میں مشرقی یونان کے سب سے خوبصورت دولتمند اور مہذب حصے شامل تھے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان تمام بلدیات کی حیثیت محض غلامی کی تھی۔ بلاشبہ چند معاملات میں وہ ضرور ایتھنز کے تابع تھے مگر اکثر امور میں انھیں حکومت خود اختیاری حاصل تھی اور مقامی دستور اور مذہبی معاملات میں وہ مختار کلی تھے۔ وہ ایتھنز کو روپے کی ایک قلیل تعداد بطور خراج ادا کرتے تھے اور قانوناً وہ ایتھنز کے صرف اسقدر دست نگر تھے کہ چند مقامات کے فیصلے کیلئے انھیں ایتھنز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ بایں ہمہ ایتھنزی شہری کو اپنی سلطنت میں ایک خاص قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ اگر وہ چاہتا تو سال کے کسی مہینے میں سہ طبقہ جہاز میں بیٹھکر جزائر ایجین

ہیلیسپونٹ اور پونٹوس میں گشت لگاتا اور دیکھتا کہ سمندر پر لوٹ مار کا بازار تو گرم نہیں ہے اور ایتھنز کے حلیف اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر حلیف کو یہ خیال تھا کہ مبادا اہل ایتھنز کسی روز انکے مقدمات طے کرنے پر مامور ہوجائیں اسلیئے جہاں کہیں وہ جاتا اسکی بہت خاطر و مدارات ہوتی اور اس کے لیئے ہر طرح کا سامان تفریح مہیا کیا جاتا + ایسے ایتھنزیوں میں سے اکثر مرفہ الحال نہ ہوتے تھے اور مملکت کے سر اس حصۂ دنیا میں سفر کرنا بسا غنیمت سمجھتے تھے + خود ایتھنز میں رہ کر بھی انھیں خدمت مملکت کا صلہ ملتا تھا۔ اوّل تو جیوری کے اراکین کی حیثیت سے ہفتے میں کئی مرتبہ انھیں اس خدمت کا معاوضہ دیا جاتا اور بہت سے ایتھنزی مجلس خاص کے بھی رکن تھے اور اس حیثیت سے علیحدہ مشاہرہ پاتے اسکے علاوہ شہریوں کے تفریح کا انتظام متعدد میلوں اور تیوہاروں کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اور ان میلوں میں وہ باطمینان کلی شامل ہو سکتے تھے اسلیئے کہ جو مالی نقصان انھیں ہوتا تھا اسکا معاوضہ حکومت کی طرف سے انھیں مل جاتا تھا + بہت سے ایسے تھے جو سرکاری کاروبار پر زراعت کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی کوئی فوج
مغلوب ہوتی تھی اور اسکی اراضی ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہوتی تھی اسوقت انھیں ۲۹۶
اپنا استحقاق جتانے کا موقع رہتا۔ مگر اس قسم کی تقسیم کے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی اراضی اسطرح انھیں حاصل ہوئی تھی۔ قصہ مختصر اگر کوئی شہری عسرت کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تو یہ اسکا ذاتی فعل تھا اسلیئے کہ اگر وہ ریاست کو اپنے حال سے آگاہ کر دیتا تو یہ ریاست اسکے سامان خور و نوش کا انتظام کر دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی ایک عظیم الشان سلطنت پر حکمراں تھے جسپر نہایت خوشگوار اور ملائم طرز سے حکومت کی جاتی تھی اور اسکا انتظام در اصل اشتراکیت کی ایک مرتبہ صورت تھی +

یہ ایسی باتیں ہیں جن سے کسی امیر یا حاکم کی بھی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں مگر ایسے فارقلیس سے حوصلہ مند شخص کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ اور ایتھنز کی مادی مرفہ الحالی ایتھنزیوں کی بحیرۂ روم میں سیادت، انکا فنون لطیفہ سے مسرور و محظوظ ہونا غرض یہ سب باتیں فارقلیس کیلئے بالکل ناکافی تھیں وہ اسکا خواہشمند نہ تھا کہ ایتھنزی صرف

حکومت ہی کریں بلکہ وہ انھیں عالی دماغ اور قابل ترین حاکم بنانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے کاروبار کیلئے ہر طرح سے موزوں ہوجائیں + جمیل کے تخیلہ کی تلاش جسکی ایتھنز ہی نہایت قدر کرتے تھے یونانی قدیمیات کے مستحکم بنا پر قائم تھی اسلیئے کہ فنون لطیفہ خود مذہب کے زرخرید غلام سمجھے جاتے تھے۔ فارقلیس مذہب اور فنون لطیفہ دونو کی دل سے قدر کرتا تھا مگر اسکو یہ ڈر تھا کہ اگر لوگ ان ہی کی طرف توجہ کرنے لگینگے تو کاروبار مملکت کو سخت صدمہ پہنچے گا اور وہ چاہتا تھا کہ انکے لیئے دماغی غذا بھی بہم پہنچائی جائے تاکہ علم و حکمت کے ذریعے سے ان میں روشنی پیدا ہو + وہ اسے محسوس کرتا تھا کہ اسکے اور اسکے ہم وطنوں کے زاویۂ نگاہ میں گونہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف اسقدر وسیع تھا کہ وہ آسمانی یکہ خلاف عادت قدرتی واقعات کو ایتھنز ہی فال نیک یا فال بد سمجھتے تھے وہ ان کو محض واقعات سے ہی تعبیر کرتا تھا + ان تمام یونانیوں کا اندازہ لگا کر اسنے کوشش کی کہ ایتھنز میں علم کے ہر ایک شعبے کا نشو و نما ہو +

فارقلیس کو اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں کو اسکے کسی فلسفے کی خواہش نہ تھی۔ ایتھنز کے قدامت پسندوں کو پرانے پیشگوؤں کی ہی بنائی فراست نئی فطرت کے فلاسفہ کی عجیب و غریب نظریوں سے زیادہ پسند تھی۔ اور بہت سے عمومیت پسند تو عوام الناس کی تعلیم و تربیت سے بالکل ہی بے پروا تھے + حق تو یہ ہے کہ ایتھنز کی سی قدیم قوم کسی نئی تہذیب کو بہ آسانی اختیار کرنے کیلئے مطلق تیار نہ تھی + فارقلیس کے پاس یقیناً اس قسم کے ۲۹۷
ذرائع ہونگے جنسے وہ اس اختلاف کا اندازہ لگا سکے مگر اسنے ہرگز یہ پیش بندی نہ کی ہوگی کہ اسکے خیالات کا اس شدت سے اختلاف کیا جائیگا + ہم بائیسویں باب میں اس بحث کی طرف پھر رجوع کرینگے اور دیکھینگے اس مدبر کے آخری ایام اناکساغورس، فدیاس اور اسپازیہ کے تصدیعہ سے کسقدر تلخ ہوگئے۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ جو رنج اور ملال اُسے ہوا ہوگا وہ اس خیال سے نہیں کہ یہ سب اسکے دوست تھے بلکہ جس بات سے اسے سب سے زیادہ صدمہ پہنچا وہ یہ تھی کہ اسنے جو طریقے ایتھنزیوں کی بہتری کیلئے اختیار کیئے انسے انھوں نے منہ موڑ لیا[23] +

[23] ہم باب ۱۲ کے آخر میں لکھ چکے ہیں کہ کیمون کے دور کے اواخر میں تمدن ایتھنز میں جو لائی

۳۰۶

اکیسواں باب

کورکائرا ، پوتی دیہ ، پلاٹیہ

اس مادی ترقی میں جو ایتھنز کے رتبے اور حیثیت میں ہو رہی تھی ایتھنز اور اسپارٹا میں تنازعات برپا ہونے کی وجہ سے سخت ہرج واقع ہوا جن کی ابتدا اور اصل کورنتھ اور ان دونوں مملکتوں کے باہمی تعلقات سے ہوئی کورنتھ کا بحری اور تجارتی دنیا میں خاص رتبہ تھا اور اس میدان میں اسکے اور ایتھنز کے درمیان جھگڑے پیدا ہونا نہایت آسان تھا ۔ اسکے برعکس پیلوپونیز ہی کو اسپارٹا اپنی دنیا اور اپنا عالم "سمجھتا تھا اور اسکے اور کورنتھ کے درمیان بہت گہرے دیرینہ تعلقات تھے ؛

جب کورکائرا نے اپنی دانسوں کی آبادکاری کی تھی تو اتفاقاً وہاں کے آبادکاروں کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ - اور جملہ فنون لطیفہ کے موضوع جنگ آزادی کے کارنامے ہی قرار دیئے جاتے تھے مثلاً الس خیلوس اور پولیگنوٹس نے اسی خیال کے مطابق اپنی تصانیف تصاویر ترتیب دیں ، مگر دور فارقلیس کے مقاصد بالکل جداگانہ تھے ۔ اور اس زمانے کے ماہران فن قومی اور تاریخی میدان کو چھوڑ کر محض تخیلے کی طرف رجوع ہوئے اور سوفوکلیس اور فدیاس نے محض قدیم روایتوں ہی کو پیش نظر رکھنا کافی سمجھا + غالباً ایتھنز کے ناٹک کیلئے یہ باعث منفعت نہ تھا کہ ڈرامہ نویس بجائے قومی مقاصد اور قومی حوصلوں پر زور دینے اور لوگوں کی ذہنی سطح بلند کرنے کے محض قدیم روایتوں اور رزمیہ قصوں پر اکتفا کریں اور حقیقی رزمیہ حالات کو سرور یہ نویسوں پر چھوڑ دیں جنھوں نے جو تھوڑا بہت اثر ماراتھون کے سپاہیوں کی تعریف و توصیف کر کے پیدا کیا وہ امن پسند کمزور طرز عمل کی حمایت کر کے بالکل کھو دیا ؛

پیشوا ایک کورنتھی تھا۔ اب اپی دامنوس کے شرفا اور عوام الناس کے درمیان
کسی بات پر مناقشہ برپا ہوا اور عموم نے شرفا کو شہر سے نکال دیا۔ مگر جب شرفا کی باری
آئی تو انھوں نے ساحل براعظم کے غیر یونانی باشندوں کی مدد سے عموم کو شکست
دیدی اور عموم کو اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اپنے مادر بلد یعنی کورکائرا سے امداد
کے خواستگار ہوں۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ کورکائرا والوں نے کسی قسم کی مدد دینے سے
انکار کر دیا اور انھوں نے ڈیلفی سے استفسار کیا کہ آیا وہ کورنتھ کے سامنے
دست استدعا پھیلا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اپی دامنوس والے
یقیناً کورنتھ سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ کورکائرا ہمیشہ اپنے مادر بلد کورنتھ کی مخالفت
پر کمربستہ رہتا تھا اسی لیئے اپی دامنوس کے سفرا کا کورنتھ میں نہایت جوش و خروش
سے استقبال ہوا۔ اس سفارت کے جواب میں کورنتھیوں نے چند نئے آباد کار
اپی دامنوس روانہ کیئے اور چونکہ کورکائرا نے رفتہ رفتہ اپنی بحری قوت کو اعلیٰ ترین
مدارج پر پہنچا دیا تھا اور یہ آسانی سوا سو سے جنگی جہاز میدان کارزار میں پہنچا سکتا
تھا اسلیئے یہ آباد کار بجائے بحری راستے کے بری راستے یعنی اپولونیا ہو کر
اپی دامنوس گئے تاکہ کورکائرا کے چنگل سے بچ سکیں۔ اب کورکائرا والوں نے
اپی دامنوس شرفا کی نہایت سرگرمی سے پشت پناہی کرنی شروع کی اور وہاں کے
عموم کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً شرفا کو واپس بلالیں اور جب عموم نے اس حکم کی تعمیل سے ۳۰۷
گریز کیا تو انھوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا[1]۔ کورکائرا کی طرح کورنتھ نے بھی
اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینا شروع کی اور نئے آباد کاروں کی تعداد
بعض اپی دامنوس روانہ کرنے کا قصد تھا بڑھا دی۔ کورنتھ کا میدان عمل بھی وسیع
ہو گیا اسلیئے کہ نہ صرف میگارا، اپی دوروس، ہرمیونے اور تروئیزن بلکہ

[1] اب گویا کورنتھ تو اسپارٹا کی دوستی کا دم بھر کر عومیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے
اور کورکائرا ایتھنز کا حلیف بھی ہے اور شرفا کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ مختلف مخالفوں کی بنا محض اشرافیت پسندی یا عمومیت پسندی ہی نہ تھی بلکہ ایسے مخالفوں
میں زیادہ تر بلدیہ کا انفرادی مفاد بھی ملحوظ رہتا تھا۔

لیئوکاس، امبریسیہ اور پالیے (کیفالے نیا) بھی کورنتھ کا ساتھ دینے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسکے علاوہ اسنے تھیبز اور فلیوس سے روپیے کا اور ایلس سے خالی جہازوں کا مطالبہ کیا۔ مگر کورکائرا والے جنگ آزمائی پر کمر بستہ نہ تھے۔ انھوں نے فیصلے کی غرض سے چند تحریکات پیش کیں اور کہا کہ اگر کورنتھ اپی دامنوس سے اپنی فوج ہٹالے تو پھر وہ جملہ معاملات پنچایت کے سپرد کر دینگے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر فریقین میں باضابطہ جنگ شروع ہو کر دفتی طور پر بند ہو گئی پھر بھی وہ ان ہی شرائط پر قائم رہینگے۔ کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ انکے مطالبات کلیتًا پورے ہو جائیں اور کسی قسم کا فیصلہ ثالثی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر قسمت نے انکی یاوری نہ کی اور انکے پچھتر جہازوں کو کورکائرا کے اسی جہازوں نے شکست دیدی اور جس روز یہ واقعہ ہوا ہے اسی دن اپی دامنوس نے کورکائرا کی فوج کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے اور کورکائرا نے اپنی فتوحات اور مغربی سمندروں کی سیادت سے فائدہ اٹھاکر لیوکاس کو تاراج کر دیا اور کی لینے میں جو ایلس والوں کا بحری اسلحہ سازی کا کارخانہ تھا اسے جلادیا۔ اب کورنتھ نے یہ چاہا کہ اس نواح میں اپنی قوت حتی المقدور مستحکم کرے اور کورکائرا کے مقابل والے ساحل پر ایکتیوم اور کیمیریوم کی قلعہ بندی کر لی جسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی جزیرہ نمائے لیوکمنے پر جہاں انھوں نے اپنی فتح کی ایک یادگار قائم کی تھی ایک قلعہ تعمیر کر لیا۔ غرض یہ ہے کہ کورنتھ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب کبھی انکا جی چاہتا وہ نہایت آزادی سے کورکائرا پر براہ راست حملہ کر سکتے تھے اور اسکے برعکس کورنتھ کے بندرگاہوں کو کورکائرا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب کورکائرا والوں نے ایک طاقتور حلیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور ایتھنز سے گفت و شنید شروع کی۔ جب کورنتھیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے بھی ایتھنز سفرا روانہ کیئے تاکہ کورکائرا کے سفرا کا جواب دے سکیں۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ دونوں ملکتوں کے سفرا نے ایتھنز کی جمعیت عوام میں یکے بعد دیگرے تقریریں کیں اور اسنے اپنی کتاب میں

ان تقریروں کا ملخص دیا ہے[۲] اس مورخ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ان تقریروں کی
صحت کیلیئے جو اسی تاریخ میں درج ہیں صرف اپنی ہی سند کافی سمجھتا ہے اور یہ ایک ۳۰۸
کلیہ ہے کہ ان تقریروں کے دلائل و استدلال میں ذاتی رنگ آمیزی کا بھی دخل
ہوتا ہے۔ اس کلیے سے کورنتھ اور کورکائرا کے سفرا کی تقریریں بھی مستثنے نہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں گفت و شنود زمانہ مدید تک جاری رہی ہوگی جسے
طوسی دیدش نے ایک ہی جگہ بیان کر دیا ہے + بدیں وجوہ ہم محض ان دلائل
کے اعادے پر اکتفا کرتے ہیں جو فریقین نے ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیئے +

اپنے استدعا کی تمہید کی طور پر کورکائرا والوں نے کہا کہ اسوقت تک جو وہ
الگ تھلگ رہے اسکا انھیں نہایت افسوس ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ انھیں
کہیں نہ کہیں سے مدد کی ضرورت ہے۔ اگر ایتھنز نے انسے محالفہ کر لیا تو یہ خود
اسی کیلیئے مفید ہوگا۔ کورکائرا خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ وہ ان دو یونانی بیڑوں میں
سے ایک کا مالک ہے جو ایتھنز کے اثر سے آزاد ہیں۔ اور اگر دونوں دولتوں
میں محالفہ ہو گیا تو ایتھنز کیلیئے یہ نہایت سودمند ہوگا اسلیئے کہ جنگ کی ابتدا
کے بعد پیلوپونیزیوں کا پہلا وار ایتھنز ہی پر ہوگا۔ ایک اور امر بھی قابل
لحاظ ہے اگر ایتھنز نے کورکائرا کو اپنے حلیفوں میں شامل کر لیا تو اس فعل سے
کسی قانونی حق کی خلاف ورزی نہ ہوگی اسلیئے کہ پنچایت کورنتھ نے قبول نہیں
کی تھی اور وہی قصوروار تھا بلکہ کورنتھ نے تو اتنی جرأت کی تھی کہ ایتھنز
کے حلیف بلدیات تک سے فوج مہیا کرنے کی کوشش کی اور اسطرح گویا
ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا + طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ان
دلائل کا کورنتھیوں نے یہ جواب دیا کہ انکے اور کورکائرا کے آپس کے

[۲] جنگ پیلوپونیز کے اسباب کیلیئے پلاس کی کتاب "اسباب جنگ آرکی داموس" شٹاڈے
۱۸۶۰ء دیکھنا چاہیئے + کورکائرا کی مہم کے حالات کے نوشتے (مجموعہ نوشتہائے قدیمہ"
۱۰۱ و ۱۷۱) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاؤکون کا ساتھی اندوکیدیس نہ تھا بلکہ دراکونتیدیس
تھا۔ طوسی دیدش کا بیان اس کے مخالف ہے +

تعلقات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کورکائرا والے بالکل لغو ہیں۔ انھوں نے پنچایت کی تحریک اسوقت پیش کی تھی جب کورکائرا ایک بالکل خلاف قانون حرکت کا مرتکب ہو چکا تھا اسلیئے یہ تحریک لغو اور بیکار محض تھی + کورنتھ کے خلاف یوں بھی ایتھنز کورکائرا والوں سے معاہدہ نہیں کرسکتا اسلیئے کہ ایتھنز اور کورنتھ کے درمیان عہد نامے موجود ہیں اور چونکہ کورنتھ نے ایتھنز کے ساتھ اسوقت دوستانہ سلوک کیا تھا جب اسکے اور ساموس اور آئی گینا کے درمیان مناقشے برپا تھے اسلیئے ایتھنز ہی کورنتھ کے مرہون منت بھی ہیں + دوسرے یہ ہرگز یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اور پیلوپونیز کے درمیان لڑائی چھڑ ہی جائیگی۔ کورنتھ اور ایتھنز کی دوستی امن اور صلح کیلیئے بہترین شاہراہ ہے اور ایمانداری سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں ہے +

۴۰۶ غرض یہ ہے کہ دو روز کی گفت وشنود کے بعد ایتھنز نے کورکائرا کی استدعا اس حد تک منظور کی کہ اسکے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ کرے مگر انھیں اپنی مشارکت میں شامل کرنیسے انکار کر دیا +

یہ قطعی طور پر طے کرنا کہ کورنتھ برسر حق تھا یا کورکائرا بالکل ناممکن ہے اور یہ ہمارا کام بھی نہیں کہ جو دلائل طوسیدیدس نے بیان کیئے ہیں انکی جانچ پڑتال کریں + کورنتھ نے ہی پنچایت کی تحریک مسترد کر دی تھی اور کوئی شخص ایتھنز کو اسپر ملامت نہ کرسکتا تھا کہ اسنے کورکائرا کی پشت پناہی کی۔ کورنتھ کا یہ کہنا کہ وہ کسی زمانے میں ایتھنز کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تھا مطلق بے سود تھا اسلیئے جب اسنے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس زمانے میں غالباً یہی کورنتھ کیلیئے مفید مطلب ہوگی + اگر کورکائرا کی پشت پناہی کرنے میں ایتھنز نے بے انصافی کی تو وہ ایسی بے انصافی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ ایسی ہی حکمت عملی پر کاربند ہوا کرتا تو وہ یقیناً عدل وانصاف کا نمونہ بن جاتا + ایتھنز کی حکمت عملی کا جزو لاینفک یہ تھا کہ کورکائرا کی بحری قوت کو کسی اور مملکت کے قبضۂ قدرت میں نہ جانے دے۔ اور کورکائرا سے معاہدہ کرنے میں اسے کسی کے قانونی استحقاق کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ یہ محض دفاعی تھا اسلیئے کوئی شخص اس کی

ظاہری شکل وصورت پر اعتراض ہو کرسکتا تھا +

ابتدا میں تو ایتھنز نے کورنتھ کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے صرف دس جہاز کورکائرا روانہ کئے مگر کورنتھ ایسا ڈرنے والا آسامی نہ تھا اور اس نے اسی جوش وخروش سے کورکائرا کا مقابلہ کیا جس سے خود فارقلیس سامومیں کے ساتھ لڑچکا تھا + کورنتھ کے ڈیڑہ سو جہازوں میں بارہ میگارہ کے دس لیوکاس کے، ستائیس امبریسیہ کے اور ایک اناکتوریوں کا تھا اور ان سب جہازوں نے کیمیرنوحم پر لنگر ڈال دیا۔ اسکے جواب میں کورکائرا والے ایکسو دس جہازوں کو لیکر راس لیوکمنے کے قریب جزیرہ سی بوتا پر لنگر انداز ہوئے جہاں انکی فوج اور زاکینتھوس کے ایک ہزار سپاہی خیمہ زن تھے + ایتھنز یوں کو حکم تھا کہ لڑائی میں محض اشد ضرورت کے وقت دخل دیں اور انھوں نے کورکائرا کے بیڑے کے داہنے جانب اپنے جہاز لاکھڑے کئے۔ ان کے مقابل کورنتھی بیڑا تھا جنھوں نے کورکائرا کی طرح اپنے حلیفوں کو داہنے ہی بازو پر رکھا تھا + لڑائی کے دوران میں دونوں فریقوں میں سے کسی نے فن حرب کے جوہر نہیں دکھائے اور بالآخر دونوں کے داہنے بازوؤں کو شکست ہوئی یہانتک کہ ایتھنزی اس خطرے کو محسوس کر کے کہ مبادا کورکائرا والے بالکل مغلوب ہو جائیں جنگ میں کود پڑے + یہ دیکھکر کورنتھیوں نے اپنے مردوں اور تباہ شدہ کشتیوں کو تو میدان جنگ سے علیحدہ کر دیا اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے ہی کو تھے کہ یکایک انھوں نے بیس اور ایتھنزی جہاز جنوب کی طرف سے آتے ہوئے دیکھے اور چونکہ اب انمیں اتنی جان باقی نہ رہی تھی کہ وہ ان تازہ دم جہازوں سے پھر برسرپیکار ہوں اسلیئے وہ فوراً رک گئے جس سے کورکائرا والے اور انکے ساتھیوں کو بہت تعجب وتحیر ہوا اور دوسرے دن جب انھوں نے لڑنا چاہا تو کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا۔ اصل میں انھوں نے دشمن کے ایک ہزار سپاہی گرفتار کر لئے تھے اور انکی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان قیدیوں کو کورنتھ پہنچا دیں۔ کورنتھی سپاہی یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر کورنتھ اور ایتھنز میں مسلسل مڈبھیڑ ہوئی تو انپر ایک سیاسی ذمہ داری عائد ہو جائیگی جسکے وہ اسوقت تک

اہل نہ تھے جب تک کورنتھی شہریوں سے استمزاج نہ کیا جائے + اسی لیئے انھوں نے صرف اسپر قناعت کی کہ ایتھنز کے سپاہیوں کو برا بھلا کہیں اور انسے دریافت کیا کہ اگر کورنتھی میدان جنگ چھوڑکر چلے جائیں تو وہ مزاحم تو نہ ہونگے۔ اس کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ اگر کورنتھی کورکائرا پر حملے کی غرض سے جانا چاہتے ہیں تو وہ ضرور سد راہ ہونگے ورنہ انکا یہ مقصد نہیں کہ انکی راہ میں حائل ہوں + جب کورنتھیوں کو اطمینان کلی ہوگیا تو وہ بھی یونان میں اپنی "فتح" کی یادگار قائم کرکے روانہ ہوگئے اسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی اسلیئے کہ گو انھوں نے کورنتھ کے صرف تیس جہاز برباد کئے تھے (درآنحالیکہ خود انھیں ستر جہازوں کا نقصان ہوا تھا) مگر یونانیوں کے نزدیک چونکہ کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا تھا اسلیئے گویا انھوں نے کورکائرا کی اعلیٰ قوت کو تسلیم کرلیا بہر حال گو واپسی میں کورنتھیوں نے شہر انکتوریوں پر دھوکے سے قبضہ کرلیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ کورنتھ نے جو مہم سر کی تھی اسمیں انھیں محض ایتھنز کی مداخلت کی وجہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا +

ان دونوں سلطنتوں کے باہمی تنازعات کو ان واقعات سے اور بھی قوت پہنچی جو مشرق میں رونما ہو رہے تھے + پوتی دیہ خاکنائے پالینے پر ایتھنز کا ایک باجگزار شہر تھا۔ مگر اپنی مادر بلد کورنتھ کے ساتھ اسکے نہایت گہرے تعلقات تھے اور کورنتھ ہی سے ہر سال ایک عامل (ایپی ڈیمیورگوس) پوتی دیہ آتا تھا + اب ایتھنز نے اس سے ڈر کر کہ مبادا کورنتھ کے مسلسل اثر کی وجہ سے پوتی دیہ ایتھنز سے بغاوت کر بیٹھے اس شہر کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے ایپی ڈیمیورگوس کورنتھ سے نہ آنے پائے اور شہر پالینے کی طرف کی فصیل جو سمندر کی جانب شہر پناہ کا کام دیتی تھی مسمار کردی جائے تاکہ جب ایتھنزیوں کی خوشی ہو وہ شہر میں داخل ہوسکیں + اسمیں شبہ نہیں کہ اگر پوتی دیہ کے ہمسائے یعنی مقدونوی اسے بغاوت پر آمادہ نہ کرتے تو محض دورودراز کورنتھ کے کہنے سے وہ ہرگز بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا + گو پرڈکاس اور ایتھنز میں دوستی تھی مگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ اسکی قوت حد سے زیادہ تجاوز نہ کرجائے اسی لیئے بعض مرتبہ

ایتھنز پرو کاس کے مخالف دروداس اور فیلقوس کی طرفداری کرنے لگتا۔ بہرحال یہ تو ایتھنز ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پوتی دیہ اور مقدونوی شاہزادوں میں زیادہ ربط ضبط ہو۔ اسکے جواب میں پردکاس نے کالکدیسیوں، بوتیوں اور پوتی دیوں کو ورغلا یا بلکہ خود انکے لیئے مدد طلب کرنے کیلیئے اسپارٹا کو سفارت بھیجی۔ جب ایتھنز کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے فوراً تیس جہاز اور ایک ہزار ہوپ لیت مقدونیہ روانہ کئے تاکہ وہاں سے وہ پوتی دیہ جاکر یرغمال حاصل کریں اور شہر کی فصیل مسمار کردیں۔ اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز اور اسپارٹا دونوں جگہ اپنے سفیر روانہ کئے تاکہ ایتھنز سے تو یہ استدعا کریں کہ وہ اسکی موجودہ حیثیت کو حسب حال رکھے اور اسپارٹا سے یہ کہیں کہ اگر ایتھنز پوتی دیہ پر زیادتی کرے تو وہ اسکی مدد کرے۔ مگر قبل اسکے کہ ایتھنز کی فوج پوتی دیہ پہنچے اس نے اور کالکدیس کے باشندوں اور بوتیوں نے علم بغاوت بلند کردیا اور کالکدیسیوں نے جو ساحل پر آباد تھے پروکاس کے کہنے سے یہ طے کیا کہ اپنے قدیم مساکن کو خیرباد کہدیں اور اولنتھوس میں جاکر آباد ہوجائیں۔ مگر اولنتھوس نے انکو خوشی سے قبول نہ کیا اور وہ بولبے جھیل پر مقدونیہ کے زیر سایہ آکر آباد ہوگئے۔

بجائے اسکے کہ باغی شہروں کے خلاف ایتھنز ہی کوئی مہم سر کریں انھوں نے اپنی فوج ان باغیوں کے پشت پناہ پروکاس کے طرف روانہ کی۔ دوسری طرف کورنتھ نے ارتیوس ولد اوکانتوس کی کمان میں ۱۶۰۰ ہوپلیت اور ۴۰۰ ہلکے ہتیار والے رضاکار اور اجیر سپاہی بھیجے۔ جب ایتھنز کو پوتی دیہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اسنے دو ہزار ہوپلیت اور چار جنگی جہاز کالیاس اور چار اور افسروں کی ماتحتی میں کالکدیس روانہ کئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے تھرمے پر (جسکا بعد میں تھسالونیکا نام پڑگیا) قبضہ کرکے خود مقدونوی پایہ تخت پیدنا کو محصور کرلیا ہے۔ جب افسروں کو ان نمایاں کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے مشورہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ ایتھنز کے لیئے سیاسی بساط میں کچھ تبدیلی پیدا ہوجانا ہی بہتر ہے اور یہ سوچکر پروکاس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ اور چھ سو مقدونی

سوار اور تین ہزار ہوپلیت لیکر پوتی دیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر قبل اسکے کہ اس مہم میں کچھ کیا جاسکے پر دکاس وفعتہً پوتیدیہ کا طرفدار ہوگیا اور وہاں کے سواروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حکمت عملی کے اس تبدیلی کی دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں۔ یا تو پردکاس۔ فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی دوستی کو اپنے لیئے خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا ورنہ ممکن ہے کہ ابتداہی میں اسکا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ اثر زائل کردے جو ایتھنزیوں کا پیدا نا میں تھا۔ وجہ خواہ کچھ ہی ہو اب اسکا اور اسکے حلیفوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایتھنزیوں پر دو طرف یعنی اولنتھوس اور پوتیدیہ کی سمتوں سے حملہ کریں اور انکی فوج کو تباہ کردیں مگر جو جوش وخروش ابتدا میں انکی صفوں میں تھا وہ بہت جلد ٹھنڈا ہوگیا اور جس فوج کو اولنتھوس کی طرف سے حملہ کرنے پر مقرر کیا تھا اسنے صرف اسی پہ کفایت کی کہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا معائنہ کرے تاکہ عین وقت پر آکر جنگ میں شریک ہوکر سستی شہرت مول لے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوتیدیہ کے حملہ آور تنہا رہ گئے اور انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور ارتیوس کو شہر پوتیدیہ بھاگ جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ واضح ہو کہ یہی وہ معرکہ تھا جسمیں خود ایتھنزی سپہ سالار کالیاس کام آیا اور جسمیں حکیم سقراط نے الکبیادیس کی جان بچائی ۳۲ اب ایتھنز سے کمک بھی آپہنچی اور ایتھنزیوں نے پوتیدیہ کو چاروں طرف سے محصور کرلیا۔ ارتیوس پیلوپونیز سے فوج لانے کے بہانے یہاں سے چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا اور اسوقت تک برابر کالکدیس ہی میں رہا جب فورمیوں کی پیشوائی میں ایتھنزی اس ضلع میں لڑرہے تھے۔ اب کورنتھی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایتھنزیوں کی برابری نہیں کرسکتے اور کسی مددگار کو چاروں طرف اس خیال سے ڈھونڈنے لگے کہ ایتھنز کے خلاف تمام پیلوپونیزی لیگ کو کھڑا کردیں۔ ایک طرف تو آئی گینا کے باشندے

۳۲ مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۴۴۲ میں اس منظوم کتبے کی نقل ہے جو مقتول ایتھنزیوں کی قبر و نپر لگایا گیا تھا۔

محض مجبوراً ایتھنز کا ساتھ دیرہے تھے اور پوتیدیہ کی آگ بھڑکانے میں خفیہ طور سے مدد کر رہے تھا اور دوسری طرف غالباً موسم گرما ۴۳۲ ق م میں ایتھنز نے مگارا کے باشندوں کو ایک تجویز عوام سے ایتھنز کی بازاروں اور بندرگاہوں سے نکال دیا تھا اور اب مگاری علی الاعلان ایتھنز کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ یوں تو ایتھنز اور مگارا ایں زمانہ قدیم ہی سے مناقشے برپا رہتے تھے، مگر وہ قعر جو دونوں ریاستوں کے درمیان تھا اسوقت سے اور بھی وسیع ہوگیا جب سیبوتا کی لڑائی میں مگاریوں نے شرکت کی۔ اور اگر ایتھنزیوں نے اپنے دشمنوں کا اپنی سلطنت کے بازاروں سے اخراج کردیا تو یقیناً وہ مورد الزام نہیں ہوسکتے تھے۔ مگر

۲؎ الرخ کی کتاب "مگاری پسے فزما" (ہامبرگ ۱۸۳۸ء) کا مقابلہ ڈنکر (۹، ۳۲۹) سے کیا جائے۔

گ، ہرتسبرگ ("تاریخ یونان و روما" برلن ۱۸۷۹ء - ۱، ۲۹۵) کہتا ہے کہ حریف کی تجارت کو تباہ کرنا ان طاقتور اسلحہ میں سے تھا جو جمہوریہ ونیس اپنے حکومت یونان کے دور میں استعمال کیا کرتی تھی۔

ارسطوفانیس اپنے ناٹک موسومہ "اکارنیان" (۵۲۰) میں اسپازیہ کی بدکاری کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مگاری اسپازیہ کو لیکر بھاگ گئے۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اسی قسم کے بہت سے قصے جنکے صدق وکذب کا ہمیں مطلق علم نہیں باشندگان ایتھنز کی تفریح کیلئے مرتب کئے جاتے تھے۔ اور اس جگہ مثال کی طور پر ایسے افسانوں کا ذکر بےموقع نہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ پی ستراتوس یا سولن کے زمانے کے لڑائیوں میں مگاری چند ایتھنزی عورتوں کو اپنے ساتھ بھگالے گئے تھے اور اسی طرح اس واقعے کے بہت عرصے کے بعد پیلاسگی قوم نے براؤرون کی چند عورتوں کو اپنے ساتھ فرار کردیا اور ایک روایت کے بموجب براؤرون کی دیونیسیا کے میلے کے موقع پر اکثر "تیہ لوگ" شراب پی پی کر عورتوں کو بھگالے جاتے تھے اور انسے بدکاری کرتے تھے۔ بدیں وجوہ عورتوں کے بھگائے جانے کے الزامات اور ان افسانوں کا تماشہ گاہ پر لایا جانا ایکا کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایسے سوانگوں کے سلسلے میں اسپازیہ کا نام بھی شامل کرلیا جاتا تو حاضرین یقیناً محظوظ ہوتے۔ اب علمائے قدیم آئے اور انھوں نے اس افسانے کو تاریخی جامہ پہنادیا۔

یونانی خیال کے مطابق جو شرکت مگاریوں نے سیبوتا کی لڑائی میں کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کریں اور محض اس امداد سے ایتھنزیوں کا یہ استدلال کہ مگاری انکے دشمن تھے صریح غلطی تھی۔ بدیں وجہ ایتھنز کو کوئی اور بہانہ تلاش کرنا ضروری تھا۔ اور اب انھوں نے یہ معلوم کیا کہ مگاریوں نے نہ صرف ایسی اراضی کی کاشت کی تھی جو الیوسس کے دیوتا کی ملک تھی بلکہ کچھ متنازعہ فیہ سرحدی اراضی پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور ایتھنز کے مفرور غلاموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ یہ الزامات لگانے سے ایتھنزیوں کا مقصد یہ تھا کہ یونانیوں کی نظر میں دونوں کی باہمی عداوت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعات ایک حد تک صحیح بھی ہوں مگر ایتھنزی احکام سے مگارا کی تجارت کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور اب اسکا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

چونکہ چند ایتھنزی ایلچی اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں اسپارٹی کونسلوں کی تقریریں سننے اور انکا جواب دینے کی اجازت دیتے تھے اسلئے جسقدر امید تھی اس سے زیادہ مدلل و مفصل طور سے اسپارٹا میں ایتھنز کے خلاف شکایتوں اور الزاموں کے متعلق گفت و شنود ہوتی رہی۔ طوسی دیدیس کہتا ہے کہ یہ ایلچی محض اتفاقاً اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں کسی اہم مسئلے پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی۔ مگر اس موقع پر بھی گفت و شنود غالباً اتنے سیدھے سادھے طریقے سے نہ ہوئی ہوگی جیسا وہ فرض کر لیتا ہے بلکہ گفتگو سے قبل خفیہ بات چیت بھی ضرور ہوئی ہوگی اور ایتھنزیوں نے اپنے قائم مقاموں کو ان مسائل کے متعلق پوری ہدایتیں کر دی ہونگی جنکے پیش ہونے کی انھیں امید تھی۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جو تقریریں طوسی دیدیس سفیروں کی طرف منسوب کرتا ہے ان میں وہ الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہونگے جو اسکی کتاب میں دئیے ہوئے ہیں۔ بلکہ دراصل اسکا بیان ان تمام خفیہ اور علانیہ دلائل و استدلال کا ملخص ہے جو فریقین کیجانب سے پیش کی گئیں۔[۵]

۵ اس موقع پر ایتھنزی ایلچیوں نے یہ اعلان کیا کہ ایتھنز جملہ امور کے متعلق پنچایت کرنے پر آمادہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ضرور مملکت کی جانب سے یہ ہدایت ہوگی۔

کورنتھی اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایتھنز یوں نے بین قومی قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ کورکائرا اور پوتیدیہ کی طرف ایتھنز کی دست درازی سے آئندہ کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسپارٹا کا جوش بڑھانے کیلیئے وہ اسکی تعویقانہ کارروائیوں پر اسے مطعون کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکے مقابلے میں ایتھنزی اپھر بھی بھاری بھرکم ہیں اور انہیں عجلت پھرت کی ممتاز خصوصیت ہے۔ اس امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے وہ دونوں اقوام کے عام خصوصیات کا تجزیہ اور تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یاتو اسپارٹا ایتھنز پر حملہ کرے ورنہ کورنتھ اسپارٹی لیگ سے علیحدہ ہو جانے پر مجبور ہو جائیگا۔ اسکے جواب میں ایتھنزی ایلچی بعض قانونی مسائل کا اعادہ کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ابتدا ہی میں وہ ایتھنز کی تعریف و توصیف کرکے ایتھنز کی کارنامہائے جنگ ایران پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نازک زمانے میں اسپارٹا نے ہرگز ایتھنز کے برابر یونان کی خدمتیں انجام نہیں دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایتھنز سے لوگ صرف اسلیئے متنفر ہیں کہ اسنے اپنی لیگ کے اراکین میں سیادت کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے مگر یہ سیادت تو خود اسپارٹا نے اپنی ہی خواہش سے ایتھنز کے سپرد کی ہے اور اگر دونوں کی صورت حال یکساں ہو تو یقیناً اسپارٹا کو بھی اسی قسم کے اتہام کیلیئے تیار ہونا پڑیگا اسلیئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ طاقتور اپنے احکام میں حق و ناحق کا خیال نہیں کرتا اور فطرت انسانی کی متقاضی ہے کہ انسان اپنے برابر والوں کے دعوے ماننے کیلیئے اتنی آسانی سے تیار نہیں ہوتا جتنی ایک قوی دشمن کی اطاعت کرنے کیلیئے[1] اسپارٹا کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے جھگڑوں میں شریک ہونا چاہیئے جن میں امور تنقیح طلب کا پتا ہی نہ ہو۔ بہرحال ایتھنز گفت و شنود کرنے اور پنچایت کے اصول کو تسلیم کرنے کیلیئے تیار ہے۔

اکثر اسپارٹی اصولاً جنگ کے مؤید تھے مگر شاہ آرکی ڈاموس کے خیال میں

---

[1] طوسی دیدش ۱، ۷۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اور اسکے بعد سا موسی گفت و شنود کے موقع پر طوسی دیدش نے خارقلیس پر اظہار ناراضی کیا ہے۔

موجودہ موقعہ ایتھنز سے لڑنے کیلیئے مناسب نہ تھا - اسنے کہا کہ ایتھنز کی قوت واقتدار کا دارومدار اس کے بیڑے اور اسکے روپیہ پر ہے اور ان دونوں کے مہیا کرنے میں یقیناً اسپارٹا کو زمانہ دراز درکار ہوگا جسکے بغیر اسپارٹی کسی طرح ایتھنزیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتے - اس لیئے بہتر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہو جائیں - اور اسمیں شبہ نہیں کہ اگر جنگ دو تین سال تک ملتوی رہی تو وہ اتنی تیاری کر لینگے کہ اسکے بعد جنگ کا نتیجہ بالکل مختلف ہوگا چونکہ جنگ کا دارومدار مادی سرمائے پر ہے اسلیئے ہمیں محض التوائے جنگ سے ہرگز شرمانا نہ چاہیئے - دراصل وہی حزم واحتیاط جسکا الزام کورنتھی ہم پر رکھتے ہیں ہماری قوت کا حقیقی راز ہے - ان وجوہ سے مناسب ہے کہ بالفعل ہم ایتھنزیوں کو یہ کہہ کے ٹال دیں کہ وہ ہمارے حلیفوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں ۔

آرکی داموس کے بعد ایفور ستھینے لائداس کھڑا ہوا اور اسنے نہایت ایمانداری اور بیباکی سے آرکید اموس کے دلائل کا جواب دیا - اسنے کہا کہ ایتھنزیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کی کہ انپر غلط الزام لگایا گیا ہے اسپارٹا کی عزت و وقار کو ملحوظ رکھکر صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ جنگ ہے - اس تقریر کے بعد اس نے حاضرین سے بہ آواز بلند رائے لی کہ لڑائی کا اعلان کیا جائے یا نہیں - جو واقعات اس رائے زنی کے بعد پیش آئے اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں ہے اسلیئے کہ طوسی ڈیدیش کا بیان بالکل ناکافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محض آواز سے کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی - بہر حال ایفور مذکور الصدر نے تمام بقیہ کارروائی کو نظر انداز کر دیا اور لوگوں سے نام بنام رائے دینے کیلیئے درخواست کی - مگر بجائے مسئلہ جنگ پیش کرنے کے اب سوال کا پیرایہ بدل دیا اور جو سوال پیش کیا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ایتھنز نے صلحناموں کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں اور وہ برسر ناحق ہے یا نہیں - ایسے سوال کا جواب نفی میں دینے کیلیئے جس سادگی کی ضرورت تھی وہ ہرگز اسپارٹیوں میں موجود نہ تھی اسلیئے ستھینے لائداس کو کثرت رائے کا گویا پہلے ہی سے یقین تھا - اور جب اکثریت یہ قرار پا گیا کہ ایتھنز غلط راستے پر تھا تو پھر جب اسپارٹا کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ جائیں

اسی وقت لڑائی چھیڑ دینے میں کسی قسم کی قباحت ہوگی رائے دینے کے وقت اسپارٹیوں نے یہ نہیں سوچا کہ انسے جنگ و صلح کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا اور قرارداد صرف یہ تھی کہ ایتھنز نے صلحناموں کے خلاف ورزی کی ہے۔ اب الفوروں نے یہ حکم دیا کہ اسپارٹا کے حلیف بھی اپنی رائے اسپارٹا ہی میں ظاہر کریں۔ اور اس سے جنگ کی امید میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اس یقین کو اور بھی قوی کرنے کی غرض سے ڈیلفی کے دیوتا سے تفاول کیا گیا اور وہاں سے وہی جواب ملا جسکی تمام اسپارٹیوں کو قوی امید تھی یعنی یہ کہ خواہ اس سے مدد طلب کیجائے یا نہیں وہ اسپارٹا کا ضرور ہی ساتھ دیگا۔ اگر یہ ہی دیوتا ہومر کے عہد کا کوئی دیوتا ہوتا اور تفاول سنہ ۴۳۰ ق م سے پیشتر کیا جاتا تو یقینًا ہر شخص ایتھنز کے طاعون کو اسی دیوتا کے غیض و غضب کی طرف منسوب کرتا۔ مگر اب وہ زمانہ ہی نہ رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ آخر ایتھنز سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا تھا جو اس دیوتا کو اسدرجہ ناپسند ہوا۔

مجلس حلفا اسپارٹا ہی میں منعقد ہوئی اور اسمیں کورنتھی ہی جنگ کے سب سے زیادہ خواہاں نظر آئے اسلیئے کہ اس سے انھیں کو دیگر حلفا سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا۔ انکو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں انکی چال کھل نہ جائے۔ اسلیئے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اندرون ملک (یعنی اسپارٹا) کے باشندوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان پر ایتھنز کی حکمت عملی کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اسلیئے کہ اگر ساحلی شہروں (مثلاً کورنتھ) پر دشمن کا قبضہ ہوگیا اور تجارت درآمد و برآمد دونوں مسدود ہوجائیگی (یعنی ملک کو قحط اور افلاس کا سامنا کرنا پڑیگا)۔ اور بالآخر ایتھنز کے ساتھ جنگ آزمائی اسدرجہ مایوس کن مہم بھی نہیں جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی تمام جہاز تعمیر کرسکتے ہیں اور اولمپیا اور ڈیلفی کے مقدس خزانوں سے روپیہ لے سکتے ہیں (جب فوکس کے باشندے اس خیال کو عمل میں لائے تو انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا گیا !!)۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز کی قوت و جبروت کا دارومدار صرف انکے جہازوں اور روپے پر ہے۔ کورنتھیوں نے یہ دعوی بھی کیا کہ ہم ایتھنزیوں سے بہادر بھی ہیں (کورنتھی اور ایتھنزیوں سے بہادر !!)۔ اور جب ہمارے ہی باپ داداؤں نے یونان کو آزاد کیا تھا تو کیا اب ہم

کسی شہر کو خودسری کی اجازت دینگے؟ اور اگر ہم ایسے شہر سے لڑنے کیلئے آپس میں اتحاد نہ کریں تو یقیناً ہم کہیں کے نہ رہینگے اسلئے کہ بلاشبہ ایتھنز ہم میں سے ہر ایک سے (خود اسپارٹا سے بھی) زیادہ طاقتور ہے۔ کورنتھیوں کے اس مظاہرے کے بعد جنگ کے مسئلے پر رائے لی گئی اور حلیفوں کی کثرت رائے اسکے موافق نکلی۔ مگر چونکہ وہ فی الفور جنگ کیلئے تیار نہ تھے اسلئے اٹیکا پر پہلا پیلوپونیزی حملہ اس قرارداد سے ٹھیک چھ مہینے بعد ہوا۔

اب فوری تدبیریں کیا اختیار کی جائیں؟ یہ سوال اس لئے اہم تھا کہ اگر پیلوپونیزی قرارداد کے بعد ہی ایتھنز لڑائی چھیڑ دیتا تو پیلوپونیز کے ساحلی شہر کسی حالت میں اسکی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے اور ایتھنز کا یہ فعل قانوناً نہیں تو عملاً بالکل درست ہوتا۔ اس سے محفوظ رہنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایتھنز کے ساتھ گفت وشنود کا سلسلہ فوراً شروع کردیا جائے۔ یونانی محض ضابطہ پر کاربند ہونے اور الفاظ قانون کے تتبع کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اور اسی اصول کو ملحوظ رکھکر پیلوپونیزیوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جنگ کی قرارداد ان کا اپنا خانگی معاملہ تھا اور جب تک اسکی باضابطہ اطلاع ایتھنز کو روانہ نہ کی جائے اسوقت تک انھیں اس سے انکار کرنے کا پورا حق تھا۔ نظر بر صورت حالِ مفصلہ بالا ایتھنز کی بہتری اس میں تھی کہ جنگ فوراً شروع کردی جائے تاکہ دشمن کو جنگی تیاریوں کی فرصت ہی نہ ملے اور اسے یہ چاہیئے تھا کہ فوراً اسپارٹا کو ایک پیغام آخری روانہ کردیتا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ فارقلیس میں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کی سی تنومندی نہ تھی۔ اسنے دشمن کے مطالبات کا انتظار کیا۔ اور باہمی گفت وشنود میں جو وقت ضائع ہوا اس سے دشمن کو گونہ فائدہ پہنچا اور اسے جنگ کی تیاریاں کرنے کا وقت مل گیا۔

جو مطالبات اسپارٹیوں نے ایتھنز روانہ کئے وہ اسدرجہ خلاف الضاف تھے کہ ایتھنز انھیں کسی حالت میں منظور نہیں کرسکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ روانہ کردیئے گئے تھے اسلئے ایتھنز کو اسکا جواب دینا لازم تھا اور اس پیام رسانی میں جو وقت صرف ہوا وہ اسپارٹا کی تیاری کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ پہلا مطالبہ

تو یہ تھا کہ اتھنز ہی کیلون کے ساتھیوں کے قتل عام کا کفارہ دیں جسکے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اس مطالبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اتھنز ہی کیلون کے مخالفوں یعنی الکمیونی فارقلیس کو جلا وطن کر دیں! یونان کے عام رواج کے مطابق دشمن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ مکر و فریب میں اپنے مخالف سے بڑھ جائے اور اس مطالبے کا اتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے اسپارٹی ٹینارون اور اتھینے خالکیوئکس کے دو گناہوں کا کفارہ تو دے لیں جو ہیلوتوں کے قتل عام اور پوسانیاس کی موت سے انپر واجب ہوا تھا۔ ان جوابوں سے بظاہر تو اسپارٹیوں کو خود اپنے ہی اسلحہ سے شکست ہو گئی مگر در اصل اس بیکار گفتگو سے انھیں جنگی تیاریوں کیلئے بہت وقت مل گیا۔ اب اسپارٹی نفس مطلب پر آگئے اور پوتی دیہ اور ائی گینا کی آزادی اور مگاری تجویز عوام کے استرداد کا مطالبہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ اتھنز نے اس مطالبے کو بھی نامنظور کر دیا۔ مگر ابھی اپنی تیاریاں مکمل کرنے کیلئے اسپارٹا کو تھوڑا سا وقت اور درکار تھا اسلیئے اسنے ایک اور سفارت بسر کردگی رامفیوس ملی سیپوس اور اگے ساندر اتھنز روانہ کی تاکہ اتھنز سے اسکی لیگ کی برخاستگی کیلئے کہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ پوتیدیہ اور آئی گینا والے مطالبے سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ اسپر اتھنز میں عوام کا ایک جلسہ ہوا جسمیں مختلف شہریوں نے مختلف جذبات کا اظہار کیا اور بعض نے کہا کہ اسپارٹیوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مگاری تجویز واپس لے لی گئی تو وہ راضی ہو جائینگے اس لیئے بہتر ہے کہ یہ تجویز مسترد کر دیجائے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ فارقلیس کسی قسم کی اطاعت کے قطعاً مخالف تھا۔ اسنے کہا کہ اسپارٹا کے مطالبات میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اتھنز کی توہین و تذلیل ہی اسکا تنہا مقصد ہے۔ اور اسمیں مطلق شبہ نہیں کہ اگر اتھنز نے مگارا کے معاملے میں سر خم کیا تو اسکے سوا اور مطالبات پیش کئے جائینگے۔ بوجوہات متذکرہ یہ ظاہر ہے کہ اسپارٹا کے ساتھ جنگ ضرور ہوتی ہے اور اتھنز کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا کے حلیف خود مختار ہیں اور انکے اور اسپارٹا کے حقوق بالکل برابر کے ہیں اسلیئے وہ اسپارٹا کو اپنا اتالیق تسلیم

کرنے کیلیئے تیار نہیں؛ اس کے برعکس ایتھنز کے پاس روپیہ اور جہاز ہیں۔ بدیں وجوہ پیلوپونیزیوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے؛ یہ سچ ہے کہ پیلوپونیزی اٹیکا پر چھاپہ ماریں گے مگر ہم کم از کم اسیقدر آسانی سے خود دشمن کے سواحل پر اپنے جہازوں سے حملہ کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ پیلوپونیزی اتنی جلد بیڑا تعمیر نہیں کر سکتے اسلیئے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا؛ یہاں طوسی دیدش ان دلائل کا جواب دیتا ہے جو اسکے نزدیک کورنتھ کی جانب سے اسپارٹی مجلس میں پیش کیئے گئے تھے اور فارقلیس کی زبانی کہتا ہے کہ اگر پیلوپونیزی اولمپیا اور دیلفی کے خزانوں پر بھی قبضہ کرلیں پھر بھی وہ اس روپیے کو کسی مفید کام میں خرچ نہیں کر سکتے اسلیئے کہ اول تو انھیں ملاحوں کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے وہ بہت سے افراد کو اپنا طرفدار اسلیئے نہیں بنا سکتے کہ ہمارے حلیف شہروں کے باشندے خود اپنے ہی شہروں کے خلاف لڑنا پسند نہ کرینگے۔ دوسرے ہمارے جہازوں کے جتنے ناخدا ہیں وہ سب ایتھنزی ہی ہیں اور وہ کسی حالت میں دشمن سے میل گوارا نہ کرینگے؛ (یہاں طوسی دیدش یہ بھول جاتا ہے کہ خود کورنتھ ہی میں نہایت آسانی سے ملاح اور ناخدا مہیا ہو سکتے تھے)؛ بالفرض اگر اٹیکا بھی تاراج کر دیا جائے پھر بھی ایتھنز کے قبضے میں بہت سے جزیرے اور ساحلی اراضی رہ جاتی ہے اور اگر خود اٹیکا جزیرہ ہی ہوتا تو یقیناً وہ ناقابل تسخیر ہوتا اور بہتر تو یہ ہے کہ تمام اٹیکا خالی کر دیا جائے اور ایتھنز کی حیثیت بالکل ایک جزیرے کی سی کر دیجائے؛ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت اور حالت میں ہمیں بری لڑائی نہ لڑنا چاہیئے اسلیئے اگر ہم ایسا کرینگے تو جو کچھ ہمارے پاس ہے اسکے بھی ہاتھ سے نکلے جانے کا خطرہ ہے؛ آدمی ملک اور اراضی کیلیئے نہیں پیدا کیئے گئے بلکہ ملک اور اراضی انسانوں کیلیئے ہے۔ اور اگر آپ لوگ

۵ طوسی دیدش ۱، ۱۴۱ "مساوی آلاراء" جن حلیفوں کے حقوق اور حیثیت ایک ہی ہوتی تھی وہ زمانہ قدیم میں زیادہ کارآمد نہ ہوتے تھے؛ اسلیئے کہ جب چاہتے وہ مخالفے سے علیحدگی اختیار کر لیتے۔ اور ایتھنزیوں کی خود سری ایک حد تک عام مفاد کے مطابق تھی؛

میرا کہنا مانیں تو میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ خود اپنا ملک تاراج کر دیں۔ لہذا ہمیں جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے مگر اپنی عزت و وقار قائم رکھنے کیلئے ہمیں پنچایت کا اصول بھی مان لینا بہتر ہوگا۔ ایک بات یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جنگ میں ہمیں اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کی یاد تازہ رکھنی چاہیئے جنھوں نے اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ انہی امور کو مدنظر رکھکر جواب لکھا گیا اور جوابی تحریکات کو منسلک کر کے اسپارٹی سفراء کے حوالے کر دیا گیا۔ اب گفت و شنود ختم ہوگئی اور فریقین جنگ کی تیاری میں کلیتہً مصروف ہو گئے۔

اسپارٹی جنگ پر تلے ہوئے تھے اور جنگ لابد تھی۔ ان کے تازہ مطالبات میں ایتھنز کے کسی مفروضہ گناہ کا ذکر نہ تھا بلکہ اس سے سیدھی سادی درخواست کی گئی تھی کہ اپنی لیگ کو برخاست کر دے۔ اور ایتھنز کے لئے فوجی عمل کے سوا اب کیا چارہ کار باقی تھا۔ اسکے سوا یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ جنگ میں اسپارٹیوں کو کامیابی ہوگی۔ اسلیئے کہ اس سے قبل بھی انھیں دونوں میں میدان کارزار گرم رہ چکا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکی جو حالت سی سالہ امن سے پیشتر تھی اس سے یقیناً اسکی موجودہ حالت بہتر ہی تھی اسلیئے کہ اول تو اب اسکا دست نگر کوئی بری مقبوضہ نہ تھا اور دوسرے انکی مدد کیلیئے اب کورکائرا کا بیڑا موجود تھا ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ایتھنز کو گیا ضرورت تھی کہ اگر عزت کے ساتھ جنگ سے نہ بچ سکے تو اسمیں شامل ہونے سے بے کار خوفزدہ ہو۔

جنگ کی ابتدا میں فریقین کی حالت کا نہایت عمدگی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایک طرف نہایت طاقتور فوج اور دوسرے جانب ایک با اثر بیڑہ تھا۔ اسپارٹا کی ماتحت ایک بڑی بری لیگ اور ایتھنز کی ایک عظیم الشان بحری سلطنت تھی جو سواحل اور جزائر پر مشتمل تھی۔ قریباً سب اسپارٹی مزارعین اور قریباً تمام ایتھنزی تجار اور اہل معاملہ تھے۔ اسپارٹی دیہات اور ایتھنزی بلدیات کے باشندے تھے۔ اگر (پچھلی صدی کے آخری دور میں) روس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ہوئی ہوتی تو صورت حال قریب قریب ویسی ہی ہوتی جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں تھی۔

مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اٹیکا انگلستان کی طرح پانی سے گھرا ہوا نہ تھا اور بہ نسبت انگلستان کے اسکی حالت ہالینڈ سے زیادہ مشابہ تھی جب موخر الذکر ملک کو پہلے اسپین سے اور پھر فرانس سے لڑنا پڑا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا ہی سے فارقلیس کی امید تھی کہ اگر پیلو پونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو یقیناً انھیں ناکامی ہوگی۔ یہ امید اس حد تک پوری ہوتی نظر آتی تھی کہ کبھی نہ کبھی پیلو پونیزیوں کو یہ معلوم ہونا لابد تھا کہ وہ شہر ایتھنز کو کسی حالت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اس میں بھی شبہ نہ تھا کہ اگر دوران جنگ میں کسی غیر مرئی وجوہ سے ایتھنز بالکل ہی زیر نہ ہو گیا تو ایتھنز کی کامیابی کے مادی اسباب یقیناً بار آور ہوتے۔ اسکے علاوہ

ف اصولاً تاریخ کا دارومدار واقعات کی فہرستوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر مورخ اگر وقتاً فوقتاً اس دلچسپی کا اظہار بھی کرے جو اسے اپنے مضمون میں ہے تو یقیناً اسمیں کوئی مادی حرج نہیں ہوسکتا۔ اسپارٹا کی روایات اور اسکی فطری خصوصیات کے مطابق جب وہ ایتھنز پر غالب ہوگیا پھر بھی اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسپارٹا کی فتح کی وجہ سے دنیا کو گو نہ نقصان ہی پہنچا۔ ایتھنز کبھی اسپارٹا کے اقتدار کو نیست ونابود کیا توڑ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اسپارٹا کو جنگ آزمائی کی صرف یہ حاجت تھی کہ کورنتھ کی مادی ضروریات پوری ہوسکیں۔ ایونیائیوں اور دوریانیوں میں جو نسلی امتیاز تھا وہ ضرور اس جنگ میں ممد ومعاون ہوا ہوگا۔ مگر محض یہی وجہ جنگ کیلیئے کافی نہ تھی اسلیئے کہ یونان میں بہ نسبت غیروں کے ہم نسل ہمسایوں میں ایک دوسرے سے زیادہ دشمنی اور رقابت تھی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تھبز اور کورنتھ کے باشندے ایتھنز کے سب سے سخت دشمن تھے۔ اسمیں تھبزی تو دوریانی النسل تھے ہی نہیں اور اگر اسپارٹا کو دوریانی خصوصیات کا نمونہ قرار دیا جائے تو کورنتھیوں کی خصوصیتیں ہرگز دوریانی نہ تھیں۔ در اصل تجارتی بغض وحسد ہی ایتھنز کی بربادی کا باعث ہوا۔ کورنتھ کی یہ خواہش کہ وہ اپنی تجارت ویار مغرب میں آزادی کیساتھ جاری نہ رکھ سکے اصل میں اسپارٹا کے زوال کا باعث تھا۔

کرٹیس نے سچ کہا ہے کہ کورنتھ کی نوآبادیوں کا چھٹی صدی ق م تک پتا چلتا ہے اور اسکے اس اقتدار میں کورکائرا ہمیشہ رخنہ انداز رہتا تھا۔ مگر جب کورکائرا اور

دو اور امر کامیابی کیلئے لازمی تھے۔ یعنی ایتھنز یوں کی قابلیت اور انکی قسمت کی یاوری اسلیئے کہ ایتھنز کی شہری بیرونی حملوں سے اسقدر محفوظ نہ تھے جتنا فارقلیس نے سمجھ رکھا تھا۔ اور خود پیلو پونیزیوں میں فن ملاحی کی قابلیت موجود تھی اور انکے لیئے ایک نفیس بیڑا تیار کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسکے برعکس طوسی ویدیش کی روایت کے بموجب فارقلیس نے ایتھنز کی جمعیت عوام کے سامنے یہ اظہار کیا کہ ایسا بیڑا نہایت مشکل سے تیار ہوگا اسلیئے کہ خود ایتھنز کو اپنا بیڑا تیار کرنے میں پچاس سال کا عرصہ لگ گیا۔ ایتھنز کی جمعیت عوام کے اراکین کو فارقلیس کا یہ خیال یقیناً دلخوش کن معلوم ہوا ہوگا مگر افسوس ہے کہ اسکا مدار واقعات اور حالات پر نہ تھا۔ جب سیراکیوز کو ایتھنز یوں نے چاروں طرف سے محصور کر لیا تو اسنے اسی حالت میں دو سال کی قلیل مدت میں اپنا بیڑا آراستہ کیا جسنے ایتھنز کی حملہ آور دل کو شکست دی۔ اور جنگ پیلو پونیز میں جب بالآخر ایتھنز یوں کے اعدا نے انھیں مغلوب کیا تو وہ بھی اس نوساختہ بیڑے ہی کا کرشمہ تھا جسکا فارقلیس بطلان کر رہا تھا۔ لہذا ایک بری اور ایک بحری دولت کا مقابلہ اور بحری دولت ایسی جو ناقابل تسخیر ہو اور ہمیشہ اپنے دشمن کے چنگل سے نکل جائے ضرور ہو سکتا تھا مگر یہ صورت حال مستقل نہ تھی۔ مگر اسکے قیام میں یہ شرط تھی کہ کوئی ایسی آفت ارضی وسماوی نہ آئے جس سے اسکی قوت کو صدمہ پہنچے۔ یہ نازک زمانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ ایتھنز میں اتفاق ہو گیا تو پھر کورنتھ میں قوت برداشت بالکل نہ رہی۔ اگر ہم نام نہاد جنگ پیلو پونیز کو ایتھنز اور کورنتھ کا خانگی تنازعہ تصور کریں تو اس جنگ کے واقعات میں گونہ مطابقت نظر آئیگی۔ یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ سوا کورنتھ کے ایتھنز ہر فریق سے فیصلے کیلئے آمادہ تھا۔ جنگ ایران تک کورنتھ اور ائی گینا میں تجارتی رقابت تھی اسی وجہ سے کورنتھ نے ایتھنز کو ائی گینا کے خلاف مدد دی تھی۔ مگر جب ایتھنز کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوا تو دونوں کے درمیان بغض وحسد کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہ حسد صریح دشمنی کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ کورنتھ کو اسوقت تک امن و آرام نصیب نہیں ہوا جبتک لیساندر نے ایتھنز کو بالکل پست نہ کر دیا۔

اسوقت آپہنچا جب انتھنز میں طاعون کی وجہ سے وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ فنا ہو گیا اور وہ شخص بھی وبا کی بھینٹ چڑھ گیا جس کے بعد ایسا کوئی نہ تھا جو ایتھنز کو اس نازک حالت سے چھڑا سکے + کامیابی کی دوسری شرط یہ تھی کہ ایتھنزیوں کا جوش اسی حالت پر قائم رہے جیسا ابتدا میں تھا اور جنگ میں جو نقصانات پہنچیں انھیں برداشت کرنے کی قوت برابر قائم رہے + ایسے صحیح قسم کے جوش نے جس سے لوگ اپنے پیشوا کا ہر حالت میں ساتھ دیتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ولندیزی آزادی کو بچا لیا۔ مگر افسوس ہے کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز میں یہ جوش موجود ہی نہ تھا اور خود فارقلیس نے بھی جنگ کی رہبری کما حقہٗ نہیں کی[۹] + اگر خاندان آرنیج کے بہترین افراد ولندیزیوں کی رہبری نہ کرتے تو اس قوم کی بقا نہایت مشکل ہو جاتی ۔ یہ عام کلیہ ہے کہ عظیم الشان خطرات کے موقع پر تھوڑے زمانے کیلیے مطلق العنان حاکم لابد ہوتے ہیں ۔ اور فارقلیس کی موت کے بعد ایتھنز کی فوج کی حالت بالکل ایک غیر منتظم انبوہ کی سی ہو گئی جسمیں فوری اثرات کی زد میں آجانے اور عین دوران جنگ میں خطرناک مہمات میں در آنے کی خاص قابلیت تھی + اس عام تبصرے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ ان عناصر پر نظر ڈالیں جو در اصل یونانی تاریخ تمدن کے اجزا ہیں اور جنکے سبب سے آخر کار

[۹] اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایتھنز کی بعض ابتدائی مہمات (مثلاً مگارا کے حملے) میں سنجیدگی اور پابندی قواعد سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک حد تک محض سیاسی پہلو لئے ہوئے تھیں اسکے ساتھ ہی اسمیں بھی شبہ نہیں کہ پلوپونیزی اٹیکا کے حملوں کا رتبہ بھی کچھ اس سے برتر نہ تھا اور دونوں فریق یہ چاہتے تھے کہ وہ اسوقت تک باضابطہ جنگ میں شریک نہوں جبتک وہ دشمن سے بہتر فوج میدان جنگ میں نہ لا سکیں + مگر ان سب باتوں کا لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فارقلیس کو اسوقت کارہائے نمایاں دکھانے تھے جب وہ خاص ارض پلوپونیز پر حملہ آور ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے میدان جنگ میں ضرورت وقت سے زیادہ انسانوں کی جانوں کا خیال تھا +

ایتھنز کو زوال ہو گیا۔

آغاز جنگ میں دونوں فریقوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اوّل تو محض کورنتھ کے تجارتی بغض و حسد کی وجہ سے پیلو پونیزیوں کو ایتھنزیوں پر حملہ آور نہ ہونا چاہیئے تھا اور جب وہ میدان میں آ گئے تو انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ایتھنز اسپارٹا کو مستقل طور سے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھا۔ اسی طرح جنگ میں ایتھنز بھی مجبوراً شامل ہوئے تھے اسلیئے انھیں نہایت ہوشیاری اور دور اندیشی سے شریک ہونا چاہیئے تھا۔ ظاہری صورتِ حال کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ آیندہ چوتھی صدی ق م کی طرح بالآخر ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کی حیثیت بالکل مساوی رہ جاتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اکثر اوقات سلطنتیں محض فوری اور وقتی جذبے کے اثر میں آ جاتی ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتیں۔

لڑائی جس سرعت کیساتھ شروع ہوئی اسکا اصل سبب فریقین کا غیظ و غضب تھا۔ مارچ سنہ ۴۳۱ ق م میں تھیبز کے تین سو سپاہیوں نے یوری مکس کی سرکردگی میں ایتھنز کے حلیف پلاٹیہ پر اسلیئے حملہ کیا کہ وہ اس شہر کی وفاداری کو گزند پہنچائیں۔ حملہ آوروں کو پلاٹیہ کے چند باشندوں نے جو ایتھنز کے اقتدار کے مخالف تھے شہر میں داخل کر لیا اور انھوں نے شہر کے چوک کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اب اگر تھیبزی فوراً ایتھنز کے خیر خواہوں کو گرفتار کر لیتے تو غالباً انکا پلاٹیہ پر قبضہ ہو جاتا۔ مگر بجائے اسکے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اس مداخلت کو قانونی حیثیت بخشیں اور ایک اعلان شایع کیا جس میں انھوں نے پلاٹیہ کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کی ترغیب دی۔ پلاٹیہ والے اس اعلان سے نہایت متعجب ہوئے اور جب انھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں تو انھوں نے اپنے مکانوں کی درمیانی دیواریں توڑ ڈالیں اور تھیبزیوں پر ہر چہار طرف سے یعنی راستوں سے مکانوں سے اور چھتوں سے رات کے وقت حملہ کیا۔ اسوقت بارش کیوجہ سے راستوں میں پھسلن تھی اور تھیبزی شہر کے مضافات سے قطعی ناواقف تھے۔ اور جب خود انکے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ بے تحاشا پلاٹیہ سے

فرار ہو جائیں + بعض شہر پناہ سے کود پڑے، بعض کو وہ دروازہ ملگیا جس میں سے وہ ابتدا میں داخل ہوئے تھے اور اسے توڑ کر وہ شہر سے نکل بھاگے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے غلطی سے مکانات کے دروازوں کو شہر کے دروازے تصور کیا اور انھیں توڑ کر بجائے شہر سے باہر نکلنے کے مکانات میں داخل ہو گئے اور آخر کار اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو بھاگ نہ سکتے تھے ہتیار رکھ دیئے۔ ایتھنز نے اپنے حلیفوں کی مدد کیلئے کمک روانہ کی تھی جو دریائے اسوپوس کی طغیانی کے سبب سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اور جب یہ سب کچھ ہو چکا تو یہ کمک پلاٹیہ پہنچی اور اسکی وجہ سے پلاٹیہ کے باشندوں کی کمر ہمت مضبوط ہو گئی + اہل پلاٹیہ کی ایک تعداد کثیر اسوقت شہر پناہ سے باہر تھی اور یہ خطرہ تھا کہ تھبز والے انھیں گرفتار کر کے بطور یرغمال لیجائینگے۔ اسلیئے فریقین کے درمیان گفت وشنود کا سلسلہ شروع ہوا اور بظاہر یہ قرار پایا کہ پلاٹیہ تھبزی قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرے۔ اور اسکے معاوضے میں پلاٹیہ کے شہری جو فصیل سے باہر تھے وہ محفوظ و مامون ہو گئے۔ مگر پلاٹیہ والوں نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا اور ان ایک سو اسی قیدیوں کو جنھیں انھوں نے گرفتار کر لیا تھا قتل کر دیا + اسطرح محض جوش حیوانی سے پلاٹیہ والوں کی انسانیت بھی کالعدم ہو گئی اور چشم تدبر بھی بند ہو گئی اور ان بے دست و پا قیدیوں کے قتل سے انھوں نے تھبز کے ساتھ گفت وشنود اور اپنے دشمن پر دباؤ ڈالنے کا دروازہ گویا بند کر دیا + جب تھبزی حملے اور انکے قیدیوں کی گرفتاری کا ایتھنز میں علم ہوا تو ایتھنزیوں نے فوراً ایک پیامبر روانہ کیا مگر اسکے پلاٹیہ پہنچنے سے پہلے ہی تھبزی قیدیوں کا قتل عام ہو چکا تھا + اسکے بعد ایتھنزی افواج پلاٹیہ روانہ کر دی گئیں اور عورتیں اور بچے اور وہ لوگ جنھیں لڑنے کی اہلیت نہ تھی پلاٹیہ سے ایتھنز بلوالیئے گئے +

اب فریقین نے نہایت زور وشور سے تیاریاں شروع کر دیں اور دونوں اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافے کی کوشش کرنے لگے + اسپارٹی چاہتے تھے کہ شہنشاہ ایران انکا طرفدار ہو جائے اور اٹلی اور سسلی کے یونانی روپے اور پانچسو سہ طبقہ جہاز انکے حوالے کر دیں + مگر مشکل یہ پیش آئی کہ ایران اسوقت بھی ایتھنزیوں کو

عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسنے اسپارٹا کی استدعا منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اٹلی اور سسلی سے بھی روپیہ اور جہاز آنے کی امید نہ تھی اسلیئے کہ وہانکے یونانیوں کو اپنے ہی گھر کے معاملات سلجھانے سے فرصت نہ تھی اور محض کورنتھ کے تجارتی حوصلوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرنا نہ چاہتے تھے + اسکے برعکس ایتھنز کو امید تھی کہ کورکائرا، کیفالے نیہ، اکارنانیہ اور زاکنتھوس کی مدد سے ہر چہار طرف سے پلوپونیز پر حملہ ہوسکے گا اور اسپارٹا اور اسکے حلیف مشکلات میں گرفتار ہو جائینگے۔ مگر بہت جلد ایتھنز کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسمیں علیحدہ علیحدہ حصص ملک کو نقصان پہنچانے کی بہت کم قابلیت ہے + جو عجیب و غریب علامات ظہور پذیر ہوئے اور جن شگونوں کا اظہار ہوا انسے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کو اپنی کامیابی کی امید نہایت مبالغہ آمیز تھی + عام یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی تو ضرور ہو مگر وہ الگ تھلگ رہیں۔ اگر وہ کسی کے طرفدار تھے تو اسپارٹا کے اسلیئے کہ اسپارٹا تو ایک سیدھی سادی مملکت تھی جسمیں ہر شخص خصوصاً اسکے حلیف نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے اور اسکے برخلاف ایتھنز اپنی لیگ کے اراکین پر طرح طرح کے جبر و استبداد کو روا رکھتا تھا۔ اور عام یونانیوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایتھنز کو مغلوب کیا جائے مگر اس نصب العین کیلیئے وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنے کیلیئے ہرگز تیار نہ تھے + طوسی دیدش ان اضلاع اور بلدیات کا شمار کرتا ہے جنھوں نے فریقین کا ساتھ دیا۔ اسپارٹا کے ساتھ سوائے آرگوس اور اکائیا کے تمام پلوپونیز کی ریاستیں تھیں۔ آرگوس تو متواتر ایتھنز کا حلیف رہا۔ اکائیائی بلدیات میں سے شہر پیلینے جو سکیون کا ہمسایہ تھا ابتداہی سے دوریائی لیگ کا رکن ہو گیا۔ اور دوسرے بلدیات رفتہ رفتہ اسپارٹا کے تابع ہو گئے۔ جزیرہ نما سے باہر مگارا، بیوتیہ، فوکس، لوکرس، امبریسیہ، لیوکاس، اور انکتوریون، اسپارٹا کے طرفدار تھے + کورنتھ، مگارا، سکیون، پیلینے نے، ایلس، امبریسیہ اور لیوکاس سے جہاز۔ بیوتیہ، فوکس اور لوکس سے سوار اور دوسرے حلیف بلدیات سے پیدل سپاہی

ہوتا ہوئے تھے + خیوس، لسبوس، پلاٹیہ، نوپاکتوس، بیشتر حصہ اکارنانیہ، کورکائرا، زاکنتھوس اور ایتھنز کی جملہ باجگزار ریاستیں ایتھنز کا حکم مانتی تھیں اور انہیں سے خیوس، لسبوس اور کورکائرا سے جہاز اور باقی شہروں اور جزیروں سے روپیہ اور سپاہی آتے تھے[10] +

[10] جنگ لیوکمنے سے ابتدائی حملہ اٹیکا تک کے سنوات کے لیئے ل، ہولنسٹائنفل کا بسیط رسالہ "تحقیقات متعلق تاریخ یونان (برلن ۱۸۸۴ء) دیکھنا چاہیئے + اسکے نزدیک مختلف واقعات کی تاریخیں مفصلہ ذیل ہیں۔ —

جنگ لیوکمنے ۔ ۴۳۳ ق م ۔

جنگ سی بوتا ۔ مئی ۴۳۲ ق م ۔

بغاوت پوتیدیہ ۔ جولائی ۴۳۲ ق م +

بیگاری تجویز عوام ۔ موسم گرما ۴۳۲ ق م +

انعقاد مجلس عوام اسپارٹا ۔ اوائل اکتوبر ۴۳۲ ق م ۔

انعقاد مجلس مشارکت اسپارٹا ۔ نومبر ۴۳۲ ق م ۔

حملہ پلاٹیہ ۔ ۵ ر ۶ مارچ ۴۳۱ ق م ۔

حملہ اٹیکا ۔ ۲۵ ر مئی ۴۳۱ ق م ۔

ہولنسٹائنفل طوسی دیدیش ۲ ، ۲ میں "پانچ مہینے کی بجائے دو مہینے" پڑھتا ہے + یہ مسئلہ کہ جنگ کے اولین ایام میں ایتھنز کی فوجی قوت کیا تھی اسوقت تک متنازعہ فیہ ہے اور اسکا دار و مدار کلیتہً طوسی دیدیش ۲ ، ۱۳ پر ہے + بیلوخ اپنی کتاب "آبادی دنیائے یونان و روما" (لائپزگ ۱۸۸۶ء) میں ایتھنز میں صرف چالیس ہزار غلاموں کا اندازہ کرتا ہے ۔ مگر اس کی تردید کچھ مشکل نہیں + اسکا بیلوخ صفحہ ۶۰ - ۶۶ اور ھم، لائوہیر کے مضمون "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ فلولوگوس جلد ۴۷ ، صفحہ ۱) سے مقابلہ کیا جائے +

نوٹ

طوسی ویدیش کی کتاب میں سنہ ۴۱۱ ق م تک کے حالات دئے ہوئے ہیں اور اس باب اور آیندہ ابواب کا دار و مدار زیادہ تر اسی پر ہے + اس زمانے کے ایسے نوشتے بہت کم ہیں جو طوسی دیدش کی برابری کر سکیں اور انھیں جو سب سے اہم ہیں ان کے اقتباس ہم نے دیدیئے ہیں + زمانہ دراز سے مورخ طوسی دیدش کی کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے اسکے متعلق کلیات طوسی دیدش کی تمہید جو کلاسن نے لکھی ہے اور مسٹل کی "تاریخ ادبیات یونان" ۲' ۱۰۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے + یہ سوال اسوقت تک زیر بحث ہے کہ طوسی دیدش نے اپنی تاریخ کب تصنیف کی۔ آیا یہ کتاب اسوقت لکھی گئی جب جنگ پیلوپونیز چند روزہ وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوئی یا (جیسا الرخ کی رائے ہے) طوسی دیدش نے اپنے پہلے مقالے میں مہم آرکی داموس کا ذکر اس جنگ کے بعد ہی کیا جب اسے دیکلیا کی لڑائی کا علم نہ تھا۔ مگر یہ مسائل ایسے نہیں جن سے طوسی دیدش کی تاریخی قدر و قیمت دریافت کرنے میں زیادہ مدد مل سکے + زمانہ حال تک طوسی دیدش سے استناد کرنے میں کسی شخص کو چون و چرا کی گنجایش نہ تھی۔ مگر اب بہت سے مورخ ایسے ہیں جنکے خیال میں طوسی دیدش اسقدر اہم نہیں ہے + جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ نہ صرف آٹھواں مقالہ بلکہ تمام کتاب غیر مکمل حالت میں ہے تو اسکی قدر ایک حد تک کم ہو جاتی ہے اگر یہ رائے قائم ہو جائے کہ اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے اور متن کی حالت نہایت ابتر ہے تو اس کی قیمت اور بھی گھٹ جاتی ہے۔ مگر جب مورخ اور محقق یہ کہنے پر تیار ہوں کہ خود طوسی دیدش میں ایسے نقائص موجود ہیں جو کسی تاریخی استناد کے ناقص کرنے کیلیئے کافی ہیں مثلاً سچی بات کو چھپانا یا جان بوجھ کر افترا پردازی کرنا تو طوسی دیدش بالکل ہی بیکار معلوم ہوتا ہے + مورخ بلاشبہ ہم آواز ہیں کہ اس کتاب میں

متعدد غلط بیانیاں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقولہ ہے کہ ان غلط بیانیوں سے واقعات کی اصلیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ میولر اشٹریوبنگ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ مگر اے باؤر اپنی کتاب "طوسی دیدش و میولر اشٹریوبنگ" (نور ڈلنگن - ۱۸۸۷ء) میں یہ ثابت کرتا ہے کہ میولر اشٹریوبنگ کو اپنے مقاصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ م اسٹریوبنگ کے طرز تنقید پر رائے زنی کرتے ہوئے باؤر کہتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسکے خیالات بالکل متضاد ہوجاتے ہیں۔ اپنے پہلے مضمون "ارسطوفانیس و تنقید تاریخی" (۱۸۷۳ء) میں اشٹریوبنگ صرف اس رائے پر اکتفا کرتا ہے کہ یہ مورخ ہمیشہ غیر جانبدار نہیں اسکے بعد اپنے رسالے "تحقیقات متعلق طوسی دیدش" (۱۸۸۱ء) میں وہ ذرا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے واقعات کا تمام سلسلہ ایک فن کی حیثیت سے مجتمع کر دیا ہے لیکن اگر کوئی بات اس کے پسند خاطر نہیں ہوتی (مثلاً ایک ہزار باشندگان متی لنہ کا قتل عام) اسکے متعلق وہ یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ بعد میں اضافہ کردی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تنقید سے خود طوسی دیدش کی قدر و قیمت میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔ بلاطیہ کے محاصرے اور کور کائرا پر نظر ڈالتے ہوئے ("روئداد سالانہ ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء") وہ کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے ایسے شاعر کا رنگ اختیار کیا ہے جو یا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ مختلف امور کیونکر پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں واقعات اختراع کرتا ہے (مثلاً کسی شہر کا محاصرہ) یا لوگوں کے سامنے ہولناک مناظر پیش کرنے میں اسے خاص لطف آتا ہے (مثلاً کور کائرا کے واقعات)۔ انمیں سے پہلی اور دوسری تنقیدیں اصولاً صحیح اور واقعات کے لحاظ سے ایک حد تک درست ہیں۔ مگر تیسری کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصول یا طرز کے اعتبار سے میولر اشٹریوبنگ کی تنقید بےکار محض ہے اور اسمیں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو خود قابل تنقید ہیں۔ گرسٹ اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان" (آ میولر ، ۲۶۶) میں میولر اشٹریوبنگ کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش کی تصویر واقعات

تخیل محض اور نیم وہمی ہے"۔ مگر یہ خیال اشٹرلونگ کی اس رائے سے جو وہ پہلے باب میں ظاہر کرتا ہے مختلف ہے اور جہاں تک کورکائرا کے واقعات کا تعلق ہے ناقابل ثبوت ہے + غرض یہ ہے کہ میرے اس خیال کی کہ طوسی دیدیش راست گو ہے اسوقت تک تردید نہیں ہوئی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت سے مضامین محض واقعات کے اعتبار سے یکجا نہیں کرتا بلکہ انھیں محض فن کے اعتبار سے ایک ہی قسم کے ہونے کی وجہ سے جمع کر دیتا ہے۔ مثلاً اس نے تقریروں اور موعظوں کو بالکل اسی لحاظ سے مجتمع کیا ہے جس سے خود ہیروڈوٹس نے واقعات کو طوسی دیدیش نے بہت سے اہم واقعات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور اسکی شخصی خصوصیات کی تنقید صرف اسی حالت میں قابل تسلیم ہو سکتی ہے جب واقعات اور حالات سے بھی اسکی تائید ممکن ہو۔ (مثلاً اس نے جو رائے کلیون اور نکیاس کے بارے میں قائم کی ہے وہ غالباً درست نہیں) + یہ بھی ممکن ہے کہ اسنے اپنے مخالفوں کے بہت سے ایسے واقعات کو چھپایا ہو جنسے انکی ذاتی خصوصیات کے اندازہ کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ اس سے کہا گیا اسنے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا خصوصاً جب اسے ایسے واقعات حسب حال اور دلپسند نظر آئیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے اشراف کی سختیوں اور عموم کے مظالم کی مبالغہ آمیز داستانیں پہنچی ہوں اور اس نے ان واقعات کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہو۔ مگر ان تمام امور کو باور کرنے کے بعد بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اسنے محض اپنے تخیل کی بنا پر ہی اس تصویر کی تفصیل پوری کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کے ساتھ ہی طوسی دیدیش کی تاریخی استنادی حیثیت اسوقت تک قائم ہے + اگر بلا کسی قطعی ثبوت کے ہم اسکی سند تسلیم کرنے سے انکار کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسکی جگہ کسے دیجائے؟ ممکن ہے کہ اٹیکائی اخبار نویسوں نے زمانہ ما بعد کے مورخین کو ایتھنز کے متعلق واقعات بہم پہنچائے ہوں مگر طوسی دیدیش کی تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ہیں + چونکہ وہ جنگ کے حالات لکھ رہا ہے اسلیئے اگر کوئی مورخ بظاہر اس سے بہتر ہو سکتا ہے تو وہ ایفورس ہے۔ گر ہم

باب ۷ کے نوٹ میں لکھ چکے ہیں کہ ایفورس دور "خمسینی" کے واقعات کے لیئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا جاتا۔ اور جیسا میں اپنی "تاریخ سسلی" اور "بیان آثار قدیمہ سیراکیوز" میں ثابت کر چکا ہوں محاصرۂ سیراکیوز کے متعلق بھی اسکی شہادت قابل وثوق نہیں۔ فولکوارڈسن اپنی کتاب "تحقیقات ماخذ ڈیوڈورس" (صفحہ ۳۹ وضمیمہ جات ۲ و ۳) میں ثابت کرتا ہے کہ ڈیوڈورس نے جو ہماری جملہ معلومات متعلقہ ایفورس کا دار و مدار ہے ان واقعات کا جو اسنے ایفورس سے نقل کئے ہیں بالکل بیجا استعمال کیا ہے۔ پھر ایفورس میں کیا باقی رہجاتا ہے جسے طوسی ڈیڈش پہ ترجیح دیجا سکے؟ اب رہا پلوٹارک۔ وہ بھی بجائے جنگ کی تاریخ کے محض ممتاز اشخاص کی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے اُن واقعات کے باب میں جنکا تعلق مملکتوں کی اندرونی تاریخ سے نہیں بلکہ حالات جنگ سے ہے معتبر نہیں مانا جاتا۔ پلوٹارک کیلئے فریکے "تحقیقات ماخذ پلوٹارک قند کرہائے نکیاس و الکبیادیس" (لائپزگ ۱۸۶۹ء) دیکھنا چاہیئے۔ بدیں وجوہ اس دور کے اسناد کے استعمال کا طریقہ جسکے واقعات کا طوسی ڈیڈش میں ذکر ہے بالکل صاف ہے۔ سوا چند خاص خاص مواقع کے جب مضمونی Subjective یا ظہوری Objective اسباب کی بنا پر اسکا کلی تتبع نہیں ہونا چاہیئے باقی جملہ امور میں دیگر اسناد کا اعتبار صرف اس حالت میں کیا جائے جب انمیں اور طوسی ڈیڈش میں تطابق ہو۔

جنگ پیلوپونیز کے دور کے اہم ترین کتبے ہکس نے اپنے مجموعے "کتابہ نوشتہ جات تاریخ یونان" (۱۸۸۲ء) میں جمع کر دیئے ہیں۔ مگر اسوقت سے اور بھی کتبے برآمد ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمعصر اور زمانہ مابعد کی تصانیف بھی معلومات سے پر ہیں مگر یہاں انکی فہرست نہیں دیجا سکتی۔ مجموعہ حکایات پر (جو در اصل بعد کی تالیف ہیں) شک و شبہ کیا جاتا ہے اور ارسطوفانیس میں جو گپ شپ بھری ہوئی ہے وہ اسوقت تک صرف اسوجہ سے باد رہجاتی ہے کہ مشکلات و دقائق کے حل میں فراست و فہم درکار ہے۔ ظاہر ہے کے اس دور کے مفصل حالات لکھنے کیلئے یہ تمام مواد استعمال کرنا ہوگا۔

بائیسواں باب

جنگ پیلوپونیز کا بیان فارقلیس کی وفات تک ۴۳۱ ق م تا ۴۲۹ ق م

اسپارٹیوں نے اپنی فوج کا دو تہائی حصہ خاکنائے کورنتھ کو روانہ کیا اور وہاں پہنچکر سپہ سالار شاہ آرکی داموس نے مختلف رسالوں کے افسروں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ایک سپاہی کی مخصوص خوبیاں یہ ہیں کہ وہ دور اندیش بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرے۔ مگر اسنے لڑائی چھیڑنے سے پہلے اتمام حجت کیلئے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اہل ایتھنز راہ راست پر آنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایتھنزیوں نے ان ایلچیوں کا پیغام تک سننا گوارا نہ کیا اور جب انھیں سرحد پار کیا گیا تو انکے سرگروہ میلیسپوس نے باآواز بلند کہا کہ آج یونان کی مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا ؛

آرکی داموس کی تقریر سے ذرا پہلے فارقلیس نے ایتھنزی شہریوں کے روبرو ایک تقریر کی اور صورت حال انکے ذہن نشین کر دی اور نصیحت آمیز پیرائے میں اپنی تجاویز انکے سامنے پیش کیں + اسنے کہا کہ ایتھنزیوں کو اپنے مالی وسائل پر کلیتہً تکیہ کرنا چاہیئے اور میدان جنگ میں کود پڑنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ انکے لیئے یہی مناسب ہے کہ دیہات خالی کرکے ایتھنز کی شہر پناہ کے اندر آجائیں + ایتھنز کی مالی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے ۔ چھ سو ٹالنٹ سالانہ تو خراج کی مد میں آمدنی ہوتی ہے اور گو دو ہزار سات سو ٹالنٹ اکروپولس کی عمارتوں اور پوتی دیہ کے محاصرے میں صرف ہوچکے ہیں تاہم اسوقت چھ ہزار ٹالنٹ خزانے میں موجود ہیں اور ان رقوم کے علاوہ قلعے سے بہت سے قیمتی چڑھاوے مل سکتے ہیں اور صرف اتھینا دیبی کا بالاپوش ہی چالیس ٹالنٹ کا ہے اور بہ آسانی مجسمے سے اتارا جاسکتا ہے[۱] + فوج میں

[۱] جنگ کی ابتدا میں "فتح" کے دس سونے کے مجسمے تھے جنمیں ۵۲۴ کلوگرام (قریب ۱۴ من)

بظاہر تو تیرہ ہزار ہوپ لیت ہیں مگر انکے ماسوا سولہ ہزار ایسے سپاہی بھی ہیں جو اپنی عمر کے اعتبار سے فوج باقاعدہ میں شامل نہیں مگر شہر پناہ اور پرئی اوس کی بہ آسانی حفاظت کر سکتے ہیں۔ فوج میں ایک ہزار دو سو سوار اور تیر انداز سولہ سو پیدل تیر انداز اور تین سو سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن سے فوراً کام لیا جا سکتا ہے + بہرحال سپہ سالار کی ہدایات پر لفظاً اور معناً عمل ہوا اور دیہات سے ہر نقل و حمل کلی چیز ایتھنز کو منتقل کر دی گئی۔ دیہات کے باشندے تو شہر ایتھنز میں آ گئے اور مویشی یوبیہ اور دوسرے جزیروں میں بھیج دیئے گئے + اٹیکا کے باشندوں کیلئے اپنے آبائی مکانات چھوڑنا جہاں کی بود و باش سے وہ ابتدا سے ہی عادی تھے اور جہاں انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کے بعد بہ اطمینان کلی سکونت اختیار کر لی تھی نہایت مشکل کا سامنا کرنا تھا۔ شہر ایتھنز میں ہرگز اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب کیلئے مکان مہیا کر سکیں۔ اور اکثر ایسے بیچارے تھے جنکے لیئے کسی گھر میں جگہ نہ نکل سکی بلکہ جنھوں نے ہیکلوں اور مندروں کے ہر چہار طرف پڑاؤ ڈال لیئے تھے + اسی طرح پیلارگی کون اور طویل دیواروں کا درمیانی حصہ عارضی مکانات سے بالکل بھر گیا اور بعض بیچارے دیہاتیوں کو تو فصیل کے برجوں ہی پہ قناعت کرنی پڑی +

پہلے تو پیلوپونیزیوں نے شہر اوئنوئے کی طرف پیشقدمی کی مگر انھیں اس سرحدی قلعہ پر کئی روز رکنا پڑا جسکی وجہ سے عرصۂ دراز کے بعد مئی کے مہینے میں جب غلہ پک گیا تھا وہ تھریا کے میدان میں پہنچے + انھوں نے پہلے تو ایتھنیا دیبی کے مملوکہ کھیتوں کو برباد کیا اور کوہ ائے گیلیوس کو دہنے ہاتھ پر چھوڑ کر راستے میں ملک ویران کرتے ہوئے اکارنائے کے دیہے پر رک گئے + شاہ آرکی دامس کا یہ خیال تھا کہ جب اکارنائے کے باشندے اپنی عزیز کاشت برباد ہوتے ہوئے دیکھینگے تو انھیں شہر پناہ کے اندر بند رہنا گوارا نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ وزن تھا + اسکے لیئے فوکارٹ کی کتاب محتسبات فتح آدر اکرد پوس'' دیکھنی چاہیئے + (رسالہ معاملات یونان'' جلد ۱۲ ص ۲۸۳ وغیرہ)

ایتھنزی فوج کا بیشتر حصہ اکارنائے کے باشندوں کا ہے اور انھوں نے تین ہزار (۹) ہوپ لیت مہیّا کئے ہیں اسلیئے انکے انتشار کی وجہ سے ایتھنزی فوج کو شکست دینے میں آسانی ہوگی + مگر آرکی داموس کا خیال غلط نکلا - اکارنیوں نے چار دیواری سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور چونکہ فارقلیس بیکار بحث و مباحثے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسلیئے اسنے مجلس عوام کو طلب بھی نہیں کیا + اسنے صرف یہ کیا کہ ایتھنزی اور تھسالوی سوار غنیم کے مقابلے کیلیئے بھیج دیئے جنمیں سے موخر الذکر لارسا، فارسالوس، کرانون، پیراسوس، گیرتون اور فےرائے کے باشندے تھے + جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان سواروں اور پیلوپونیزیوں کے درمیان ہوئیں اس میں بہت کم خونریزی ہوئی اور آخر کار پیلوپونیزی اٹیکا کے اس حصّے میں چلے گئے جو کوہ پارنیس اور بریلیسوس کے درمیان میں واقع ہے اور وہاں سے اور واپس ہوتے ہوئے بوئیشیہ کا راستہ لیا +

غنیم کے تخلیۂ ملک سے پہلے ایتھنزیوں نے خود ایک چھوٹی سی مہم سرکی + انتہائی خطرے کے لیئے انھوں نے ایک ہزار تالنت اور ایک سو جنگی جہاز بچا رکھے تھے - اسکے علاوہ جو روپیہ اور جہاز تھے انھیں کام میں لانیکی ان کو خواہش پیدا ہوئی اسلیئے وہ سو جہاز لیکر چلے اور راستے میں دم لیئے بغیر سیدھے لفونیہ کے شہر مےتھونے پر جاکر ٹھیرے + اس ضلع کا سپہ سالار براسی داس تھا - اور اگر وہ ایتھنزی صفوں کو چیرتا ہوا شہر میں گھس نہ جاتا تو اغلب ہے کہ مےتھونے ضرور فتح ہوجاتا + اس شخص کا یہ پہلا معرکہ تھا اور اسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ ایتھنزیوں کو اس جنگ کے دوران میں چین و آرام سے نہ بیٹھنے دیگا + اب ایتھنزی پیلوپونیز کے مغربی ساحل کے متوازی شمال کی طرف چلے اور ایلس کا شہر فیا لیکر چھوڑ دیا اور اکارنانیہ کے چند مقامات فتح کرنے کے بعد جزیرۂ کیفالے نیا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا + اسکے بعد وہ گویا ایک مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہوکر ایتھنز واپس چلے آئے +

اب ایتھنزیوں نے اِی گینا کے سے اہم مقام پر اپنے قدم پوری طور سے جمانے کیلیئے وہاں کے باشندوں کو جزیرے سے نکال دیا اور ان کی جگہ ایتھنزی

کلیرو فیاں قائم کردیں۔ ان بیچارے آئی گینیوں کو اسپارٹا کے سامنے دست احتیاج پھیلانا پڑا اور آخر انھیں ضلع تھریا میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی جو عرصۂ دراز سے اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ اسکے بعد ایتھنزیوں پر اثر ڈالنے کیلئے فارقلیس تیرہ ہزار ہوپ لیٹ مگارا لے گیا تاکہ ایتھنزی اس خیال سے مطمئن ہوجائیں کہ تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا کفارہ انکے قابل نفرت ہمسایوں یعنی مگاریوں کو ہی دینا پڑیگا + اس مہم میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ سودمند لوکرس اونتیا کی مہم تھی جس میں ایتھنزیوں نے جزیرہ اٹالانتا پر قبضہ کرلیا + ان تمام طریقوں سے ایتھنز نے اپنے دشمنوں پر واضح کردیا کہ وہ ڈرنے والے آسامی نہیں ہیں اور دشمن کے کمزور مقبوضات پر حملہ کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کورنتھیوں نے بھی مغربی ساحل پر یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر انکا میدان عمل اتنا وسیع نہ تھا اور گو انھیں اکارنانیہ میں کچھ کامیابی ہوئی مگر کیفالے نیہ میں وہ کچھ نہ کرسکے + غرض یہ ہے کہ جنگ کے پہلے سال یعنی ۴۳۱ ق م کی مہموں کا نتیجہ علی العموم ایتھنز کیلئے مفید ہی نکلا +

جب فوجی مہمات کا سلسلہ ختم ہوا تو قدیم رواج کے مطابق ایتھنزیوں نے ان لوگوں کے جنازے کی آخری رسوم ادا کیں جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس موقع پر ہر قبیلے کے مردوں کی ہڈیوں کیلئے دس تابوت اور ان مردوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے جنکی ہڈیاں دستیاب نہیں ہوئی تھیں ایک تابوت بنایا گیا اور انھیں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیرامی کوس لے گئے جہاں حکومت کی فرمائش کے بموجب فارقلیس نے ایک تقریر کی +

اسمیں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ طوسی دیدیش نے اس سلسلۂ خیالات کا صحت کیساتھ اعادہ نہیں کیا ہوگا جو فارقلیس کے اس خطبے میں تھا۔ اگر بالفرض اسکے بیان میں نقائص ہیں تو بھی اسمیں شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اس تقریر کو دیگر واقعات اور حالات سے گہرا تعلق ہے اور یہ ان تقاریر کا گویا ایک تتمہ ہے جو ایتھنز کے موافق اور مخالف کی گئی تھیں اور ساتھ ہی آیندہ کیلئے نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس تقریر سے خود فارقلیس کا بھی یہی مقصد ہو کہ

اس قسم کی دلائل پیش کرے اور حالات و واقعات کا اعادہ کرے + اس میں ایک خاص زاویہ نگاہ کو مدنظر رکھ کر ایتھنز کے حالات کا ایک خاکہ دکھایا گیا ہے اور ایتھنز کے اس تخیل کی تجدید و تبریک کی گئی ہے جو ہر وقت فارقلیس کے پیش نظر رہتا تھا + وہ کہتا ہے کہ بجائے افراد کی حمد و ستائش بیان کرنے کے وہ اس شہر کی مدح و ثنا بیان کریگا جسکی وجہ سے یہ افراد بڑھے + فارقلیس نہایت دلیری اور جرأت سے یہ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ایتھنز نے اپنے اداروں کی ترتیب میں دیگر مملکتوں کی نقل نہیں کی بلکہ اوروں کے سامنے گویا ایک نمونہ پیش کیا۔ (اسمیں تو خود ہمیں بھی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنزی تمدن کے ارتقا میں ایک خاص بات ضرور پائی جاتی ہے) + فارقلیس کہتا ہے کہ ہمارے یہاں محض افلاس کیوجہ سے کسی شخص کی ناقدری نہیں کی جاتی بلکہ اسکی قابلیت اور فراست ہی اسکے لیئے باعث عزت و وقعت ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور آرام پر حسد نہیں ہو سکتا اور چونکہ حکام بالادست کے احکام کی تعمیل ہماری سرشت میں داخل ہو گئی ہے اسلیئے ہم قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے + اس کے علاوہ سال کے بارہ مہینے متواتر مذہبی قربانیوں اور میلوں کے ذریعے سے ایتھنزی شہری کی تفریح طبع کیلیئے سامان مہیا ہوتا رہتا ہے اور ہماری عالمگیر تجارت کے باعث دنیا کی اشیا ہمارے قدموں پہ پڑی رہتی ہیں۔ اسپارٹا کی طرح ہم اپنے شہر سے غیر ملکیوں کو نکالتے نہیں تاکہ وہ دیکھیں کہ ایتھنزی کس طرح ایک طرف تو اپنی زندگی بظاہر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں اور دوسری جانب خطرے کے وقت اپنی جرأت اور ہمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ہمارے دشمنوں کا یہ بیان کہ وہ ایتھنز کی تلوار کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں یقیناً غلط ہے اسلیئے کہ انھوں نے کبھی ایتھنز کی متفقہ قوت کا سامنا نہیں کیا اور گو اسپارٹا میں لوگوں کی فوجی تعلیم میں ایتھنز سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اسپارٹی کسی حالت میں ایتھنزیوں سے زیادہ بہادر نہیں۔ فارقلیس کہتا ہے کہ ایتھنزی عیش پرست نہیں بلکہ انھیں ہمیشہ خوبصورتی کی تلاش رہتی ہے۔ انکے لئے غربت باعث ذلت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص امیر بننے کی خواہش نہ کرے تو

اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص سیاسی معاملات میں دخل رکھتا ہے۔ مگر ان معاملات کے سمجھنے سے پہلے ہم یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اسکے متعلق ہم مختلف تقریروں کو سن لیں + جب ہم کسی بات پر غور کر لیتے ہیں تو اسکی تکمیل میں جرأت دکھلاتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنے دوستوں کی خدمت کرتے ہیں اس لیئے ہمارے دوست ہماری خدمت کیلیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں + اقوام عالم میں ہمیں ایسے ہیں جو اپنے دوستوں کے محض ذاتی مفاد کیلیئے ہی مدد نہیں کرتے بلکہ ہماری جبلت ہی میں کشادہ دلی کا مادہ بھرا ہوا ہے اور اسی لیئے ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے + فارقلیس اپنی تقریر کے اختتام پر مردہ سپاہیوں کے درخشندہ کارناموں کا ذکر کرتا ہے اور انکے متعلقین کو نصیحت کرتا ہے +

چونکہ یہ تقریر قدیم زمانے کی ایک نہایت سر برآوردہ قوم کے حالات اور صفات سے بھری ہوئی ہے اور ان صفات کو اس قوم کے دو بہت بڑے قائم مقاموں یعنی فارقلیس اور طوسی دیدیش نے بیان کیا ہے اسلیئے اس سے ہمیں تمدن کی تاریخ سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے + اگر ہم منصفانہ انداز سے اس زمانے کا خاکہ کھینچیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تقریر میں حقیقت اور مبالغہ دونوں کے پہلو ہیں + فارقلیس کا یہ قول یقیناً مبالغے سے خالی نہیں کہ چونکہ ایتھنز کے دشمنوں نے کبھی میدان جنگ میں تمام ایتھنزیوں کا مقابلہ نہیں کیا اسوجہ سے وہ انکی برابری کا دم نہیں بھر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگجو فریق کی تمام قوت ایک ہی مرکز پر کبھی مجتمع نہیں ہوتی بلکہ سپہ سالار کی جنگی قابلیت کا معیار یہ ہی ہے کہ وہ اپنی فوج کے بیشتر حصے کا زور اُس مرکز پر ڈالے جس پر فیصلہ ہو جانے کا مدار ہے + اسیطرح فارقلیس کا یہ کہنا کہ صرف ایتھنز ہی اپنے دوستوں سے مہربانی آمیز برتاؤ کرتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ ایتھنزی خصوصیات کا تذکرہ نہیں بلکہ محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ فارقلیس یہ بھی کہتا ہے کہ گو ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کی سی تعلیم نہیں ملتی مگر وہ انسے زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں بھی وہ مبالغے سے کام لیتا ہے اسلیئے کہ زمانہ جنگ میں سب سے عقلمند قوم بھی سخت ترین قواعد تادیب کے بغیر کامیاب نہیں رہ سکتی + غرض یہ ہے کہ یہ تقریر ایتھنزیوں کی یادہ گوئی کا نہایت حیرت انگیز ثبوت

دیتی ہے +[۲]

جنگ کے دوسرے سال یعنی ۴۳۰ ق م میں پہلے سال کے واقعات کا گویا پھر اعادہ ہوا اور پیلوپونیزی اپنے لشکر کے سپاہیوں میں سے دو تہائی لیکر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے + فی نفسہ اس حملے سے ہی نقصان عظیم کا خطرہ تھا۔ مگر ایتھنز پر ایک اور آفت ناگہانی آگئی وہ یہ کہ اول تو پیرئی اس میں اور پھر خاص ایتھنز میں طاعون نمودار ہوا۔ اس وبائے شدید کے حالات طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں جو خود اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ مرض کا اثر پہلے سر میں ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ تمام بدن ماؤف ہوجاتا تھا۔ مگر موت فوراً نہ آتی تھی بلکہ انسان قریب قریب ایک ہفتہ تک گھلتا رہتا تھا اور بدن میں اسقدر حدت پیدا ہوجاتی تھی کہ بعض تو محض گرمی کو دور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑتے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو طاعون سے تو بچ گئے مگر ان بیماریوں سے جانبر نہ ہوسکے جو طاعون کے بعد نمودار ہوئیں + مرض متعدی تھا اسلئے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے تھے اور بیچارے مریض بھیڑ بکریوں کی طرح بلا کسی دوا دارو یا پرسان حال کے پڑے رہے اور مرگئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کمبخت مرض کا استیصال نہ تو کسی دوا سے ہوگا اور نہ کسی غذا سے + ایتھنزی عام طور پر یہ خیال کرنے لگے کہ دشمن نے

---

۲ فارقلیس کی یہ تقریر طوسی دیدش ۳۵ - ۴۶ میں درج ہے + اسمیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنمیں کچھ کچھ اہل فرانس کی خصوصیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً فارقلیس کا یہ بیان کہ اسکی قوم ہی ایسی قوم ہے جو نہ صرف سیاسیات میں، بلکہ دیگر امور میں بھی غیر جانبداری کو اپنا نصب العین بنائے رکھتی ہے یا یہ کہ ذکی الطبع ایتھنزی جنگ میں وہی کام قواعد کی بندشوں کے بغیر بھی انجام دیسکتے ہیں جو دیگر مملکتوں کے تادیب یافتہ لشکر + بعینہ یہ ہی خیال مضمون "جنگ سے پہلے فرانسیسی لشکر کی حالت" (۱۸۶۶ء) میں ظاہر کیا گیا ہے اور اسمیں مضمون نگار نے فرانسیسی فوج کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا ہے کہ اسے صرف وقت مقررہ پر ہی حکم برداری کی ضرورت ہے اسکے بعد سپاہی آزاد رہتا ہے + گر جنگ امفی پولس کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کم از کم ایتھنزیوں پر صادق نہیں آتا +

پانی کے چشموں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ ایتھنزیوں نے کسی ایسے شخص کو سزا دی ہو جو اس قبیح گناہ کا مرتکب ہوا ہو + طوسی ویدیش ایک امر کو سب باتوں سے زیادہ ہولناک بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر والوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے کوئی چتا دیکھی بس اپنے مُردے اسپر رکھے اور بھاگ گئے +۔ بہت سے ایسے بھی تھے جنکا یہ خیال ہو گیا کہ اب موت تو آنی ہی ہے جو کچھ زندگی باقی ہے اسے خوب خوشی و خرمی عیش و عشرت سے گزار دو +[۳]

ایتھنز تو اس بلا میں مبتلا تھا، پیلوپونیزیوں نے لاؤریون کی کانوں تک تمام اٹیکا برباد کر دیا۔ مگر وہ فوراً واپس چلے گئے اسلیئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا انھیں بھی طاعون کا شکار بننا پڑے + انکے جانے سے پہلے ہی فار قلیس سو ایتھنز کی جہاز اور پچاس خیوسی اور لسبوسی چار ہزار ہوپ لیت اور تین سو سوار لیکر اپی دوروس

[۳] طاعون کا حال طوسی دیدش ۲، ۴۸ میں درج ہے + طاعون کی ابتدا الملک حبش سے ہوئی اور وہاں سے مصر، طرابلس الغرب اور "دیگر بلاد مقبوضہ شہنشاہ ایران" میں پھیل گیا + بہت سے مورخ اس رائے پر متفق ہیں کہ لیوی (۴، ۲۱ و ۲۵) روما میں جس طاعون کا سنہ ۳۱۸ و سنہ ۳۱۹ و سنہ ۳۳۱ بنیادی (= سنہ ۴۳۶ و سنہ ۴۳۵ و سنہ ۴۳۳ و سنہ ۴۳۲ ق م) میں ہونا بیان کرتا ہے اسکی ابتدا ابھی یہیں سے ہوئی ہوگی۔ ایتھنز میں یہ سنہ ۴۳۰ و سنہ ۴۲۹ و سنہ ۴۲۷ و سنہ ۴۲۶ ق م میں برابر رہا + ہولٹسا بفل ("سنویت روما") یہ واقعہ اپنے مخصوص طریق سنویت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اگر اسکا نظریہ درست ہے تو سنہ ۳۱۸ بنیادی اور سنہ ۴۳۰ ق م بالکل مطابق ہیں اور اسکے نزدیک طاعون روما اور ایتھنز دونو جگہ قرطاجنہ ہی سے آیا + بہرحال اس سے ان تجارتی تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو زمانۂ قدیم کے عظیم ترین شہروں کے درمیان تھے + آجکل طاعون کے زمانے میں اکثر ممالک کی جو حالت ہوئی ہے اس سے ایتھنز کا طریقہ یقیناً مہذب اور متمدن تھا۔ اور اسکے لیئے ملان کے طاعون کی مثال جو منتسونی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ان اضلاع کی مثال جہاں ہیضہ نمودار ہوتا ہے بالکل کافی ہیں + یہ بھی ایتھنزیوں کی تہذیب اور شائستگی کی دلیل ہے کہ طوسی دیدش میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جسپر زہر پھیلانے کے شبہ میں مقدمہ قائم کیا گیا ہو۔

پہنچا۔ یہ شہر تو بال بال بچ گیا مگر فارقلیس نے ہرمیونے اور ترو ائیزن کا ملک ویران کر دیا اور پرانہی اے پر قبضہ کر لیا + ساتھ ہی ساتھ ہاگنون اور کلیوپومپوس پوتدیہ گئے مگر اسے تسخیر نہ کر سکے + جب ہاگنون اور فارقلیس کی فوجیں ایپی دوروس میں تھیں تو انہیں بھی طاعون پھیل گیا اور چالیس روز میں چار ہزار سپاہیوں میں سے کم سے کم پندرہ سو اسکی نذر ہو گئے +

اٹیکا پر دوسرا حملہ ہو چکا تھا، طاعون نے ایتھنزیوں کے خاندان کے خاندان برباد کر دیئے تھے، ایپی دوروس میں بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نظر نہ آتی تھی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ان واقعات کے بعد ایتھنزیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان ناکامیوں کا مورد الزام فارقلیس ہی گردانا گیا + اسے بددعائیں دی گئیں اور کوسا گیا، اور یہ صورت حال اس درجہ دگرگوں ہو گئی کہ اسے ایک تقریر کرنی پڑی جو طوسی دیدش نے نقل کی ہے اور کوشش کی کہ اپنے ہم وطنوں کی ہمت بڑھائے اور انھیں تسکین دے مگر ایتھنزی اسقدر مایوس ہو گئے تھے کہ انھوں نے صلح کی غرض سے اسپارٹا ایلچی روانہ کیئے۔ مگر اسپارٹی تو یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کریں اور اس سفارت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ناچار لڑائی جاری رکھنی پڑی[۴] + مگر فارقلیس بھینٹ چڑھایا گیا اور اسپر جرمانہ کیا گیا + پلوٹارک کا بیان ہے کہ مختلف مورخوں نے مختلف شہریوں کو (مثلاً کلیون، سمیاس اور لکراتی داس کو) مستغیث بتایا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ فارقلیس پر پندرہ یا پچاس تالنٹ جرمانہ کیا گیا اور اسے اپنے عہدے سے دست کش ہونا پڑا + مگر اسکے بغیر ایتھنزیوں کا کام چلنا ایک امر دشوار تھا اسلیئے ۴۳۰ء تا ۴۲۹ء ق م میں وہ پھر سپہ سالار مقرر ہوا طوسی دیدش کہتا ہے کہ اسی زمانے میں یعنی ۴۲۹ء ق م میں ہی اسکا انتقال بھی ہو گیا + [۵]

---

[۴] طوسی دیدس ۲، ۵۹ و ۶۰ +

[۵] طوسی دیدش (۲، ۶۵)، گروٹ (۳، ۴۴۴) اور ا تمرٹ (فارقلیس ۱، ۱۷۴) سنہ ۴۳۰ء ق م کا۔ اور گلبرٹ (اضافہ جات ۱۲۱)، بیلوخ (سیاسیات ایٹکا ۲۰)

زاکنتھوس کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے اور ایتھنز کے حلیف تھے۔ اور جب موسم گرما سنہ ۴۳۰ ق م میں اسپارٹیوں نے انھیں اپنی طرف لانا چاہا تو اسمیں انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا + تھریس کے حکمراں سادوکوس ولد ستالکیس نے جو ایتھنزیوں کا حلیف تھا چھ پیلوپونیزی ایلچیوں کو انکے حوالے کر دیا جو یونان سے ایران جا رہے تھے + ان ایلچیوں میں سے تین یعنی انرستوس، نکولاؤس اور استراتودیموس اور ایک کورنتھی ارستےاوس تھے + پیلوپونیزیوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی جہاز میں گرفتار کر لیا جائے اور وہ اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو تو وہ جان سے مار ڈالا جائیگا۔ اب اس قاعدے کے جواب میں ایتھنزیوں نے ان چھ ایلچیوں میں سے ہر ایک کو جان سے مار ڈالا[۱] +

آیندہ موسم سرما میں ایتھنز نے فورمیون کو بیس جہاز لیکر نوپاکتوس میں روانہ کیا تاکہ وہ خلیج کورنتھ کے دہانے کی نگرانی کرتا رہے اور اسیطرح میلیسانڈر چھ جہاز لیکر کاریہ اور لسیہ چلا۔ اس مہم میں میلیسانڈر کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ خود بھی جنگ میں کام آیا اور چونکہ اب خلیج کا دہانہ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ اگر ایتھنزیوں کے قبضے میں اسکے میگاری ساحل پر کوئی بندرگاہ ہوتی تو یقیناً انکو اطمینان ہوتا مگر اب ادھر کی طرف ایتھنزیوں کو دشمن سے بہت خطرہ پیدا ہو گیا +

فروری سنہ ۴۲۹ ق م میں قحط زدگی کی وجہ سے آخر کار پوتیدیہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور ڈنکر (۹، ۱۸۸) سنہ ۴۲۹ ق م کا تعین کرتے ہیں + ایتھنزیوں نے اپنے کسی اور مدبر کیساتھ اتنی مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا جتنا فارقلیس کے ساتھ + اسکا انتقال غالباً اکتوبر سنہ ۴۲۹ ق م میں ہوا ہوگا +

[۱] سمندر کسی کی ذاتی ملک نہ تھا اسلیئے یہاں کسی قاعدہ و قانون پر عمل نہ ہوتا تھا + بلاشبہ ایتھنزی سمجھتے تھے کہ بحیرۂ ایجیئن انکی ذاتی ملک ہے مگر اسپارٹیوں کے اس قول پر کہ سمندر دشمن کا ملک ہے ایتھنزیوں نے کام نکالا +